۷۸۶

اساسُ الاِسلام

اساس الاسلام جلد اول اُن رسائل کا مجموعہ ہے۔ جو رسالہ حنیف میں "کفر و اسلام" یا "نیشنلزم اور اسلام" کے عنوان سے چار حصوں میں شائع ہوئے تھے

مصنفہ

غازی محمود دھرمپال بی۔ اے ایڈیٹر "حنیف"

لدھیانہ

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولوی محمد عبدالصمد [illegible] سے چھپ کر شائع ہوا

قیمت مجلد [illegible] روپے

اساس الاسلام

اساس الاسلام جلد اول اُن رسائل کا مجموعہ ہے ۔ جو رسالہ حنیف میں کفر و اسلام یا آریشنلزم اور اسلام کے عنوان سے چار حصوں میں شائع ہوئے تھے

مصنفہ

غازی محمود دھرمپال بی اے ایڈیٹر حنیف

لدھیانہ
[illegible] باہتمام مولوی محمد عبدالصمد صاحب [illegible] چھپ کر شائع ہوا
قیمت مجلد [illegible] روپیہ

فہرست مضامین اساس الاسلام جلد اول

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۲۵
جملہ حقوق محفوظ ہیں
صبغۃ اللہ فاتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا
حنیف
جلد اول
نومبر سنہ ۱۹۲۴ء
نمبر ۵
کفر و اسلام حصہ اول
ایڈیٹر غازی محمود دھرمپال بی۔اے
لدھیانہ
سالانہ قیمت چھ روپے
ممالک غیر ۸ شلنگ
فی پرچہ

قارئین کرام حنیف کے موجودہ پرچے کا بغور مطالعہ کرکے اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔ ایڈیٹر

حنیف

نومبر ۱۹۲۴ء

ریشنلزم اور اسلام

کئی سال ہوئے میں نے اسلام لانے سے پیشتر ایک چھوٹی سی کتاب ریشنلزم اور اسلام کے نام سے شایع کی تھی۔ اس میں اسلام پر بعض ایسے اعتراضات کئے گئے تھے جو آجکل نئی روشنی کے تعلیمیافتہ عموماً کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ ان اعتراضات کا بعد میں میں نے خود ہی جواب بھی دیا تھا۔ جنگ ارتداد کے زمانہ میں یہ کتاب نہایت مفید ثابت ہوئی۔ اور اس کی جس قدر کاپیاں میرے پاس تھیں وہ سب ختم ہوگئیں بعض تاجران کتب نے اس کتاب کو بھی میری بغیر اجازت کے چھاپکر خوب فروخت کیا۔ اور فروخت کر رہے ہیں۔ مگر احباب نے عرصہ سے یہ تقاضا کر رکھا تھا۔ کہ اس کتاب کے بعض مقامات سخت قابل اعتراض ہیں۔ اور کہ اب جبکہ میں اسلام میں آگیا ہوں میں "ریشنلزم اور اسلام" پر نظر ثانی کرکے اس کو از سر نو شایع کروں۔ میں نے جب اسپر نظر ثانی کی۔ تو مجھے یہ کتاب سخت قابل اصلاح نظر آئی چنانچہ جن اعتراضات کو میں نے ریشنلزم اور اسلام میں ۴۰ صفحات میں ادا کیا تھا۔ انکو تو ۴۰۰ سطروں میں کردیا اور جن جوابات کو ۴۰ صفحات میں ادا کیا تھا۔ انکو تقریباً دو سو صفحات پر پھیلا دیا اور کتاب کا نام بجائے "ریشنلزم اور اسلام" کے میں نے کفر و اسلام تجویز کیا۔ چنانچہ [illegible] اس کا پہلا حصہ ہے۔ دوسرا حصہ بھی تیار ہوچکا ہے۔ اور اگلے پرچہ میں چھپ جائیگا۔ اس کتاب میں ریشنلسٹ کا قایم مقام "اعرابی" رکھا گیا ہے۔ جو اسلام پر سخت سے سخت

اعتراضات کر رہا ہے۔ اور آخرکار ان اعتراضات کے نہایت تسلی بخش جواب پاکر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا ہے۔ مگر اسلام لانے کے بعد جن مسایل کی بابت وہ سوال کرتا ہے۔ وہ سخت انقلاب انگیز ہیں۔ چنانچہ اس کے ایسے سوالات کا جواب کفر و اسلام کے دوسرے حصہ میں قلمبند کیا گیا ہے جس کا مطالعہ نئی روشنی کے دلدادہ اور اعلیٰ تعلیمیافتہ اصحاب کیلئے خالی از دلچسپی نہیں ہوگا +

بحری ڈاکو

بعض کتب فروش ایسے بحری ڈاکو واقع ہوئے ہیں کہ جس کتاب پر ان کو میرا نام نظر آتا ہے۔ وہ اسی کو اڑا لیجاتے ہیں۔ اور میری مرضی اور اجازت کے بغیر اس کو چھاپ کر فروخت کرنے لگ جاتے ہیں۔ میں بھی ان بحری ڈاکوؤں کی دست برد سے اپنی کتابوں کو محفوظ رکھنے کیلئے جابجا سرنگیں بچھاتا جا رہا ہوں۔ اگر ان ڈاکوؤں میں سے کوئی ان سرنگوں میں سے کسی سے ٹکرا گیا۔ تو بھک سے اڑ جائیگا۔ چنانچہ کتاب ہذا کے جملہ حقوق کی حفاظت بھی اسی قسم کی سرنگ کے ذریعہ کر دی گئی ہے۔ بحری ڈاکو ذرا سنبھل کر ادھر آئیں۔

آرہ کش اور بندر

گذشتہ سال جب فتنہ ارتداد کے انسداد کیلئے میں نے قلم اٹھایا تو بہت سے ارباب قلم نے یہ دیکھ کر کہ یہ ایک نئی سونے کی کان دریافت ہوئی ہے۔ فوراً توڑ جوڑ شروع کر دئے نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سب پکڑے گئے۔ میں تو یہ دھماچوکڑی دیکھکر چپکے سے گھر آ بیٹھا۔ مگر یہ سونے کی کان کے متلاشی "اکو ہاٹ۔ گوجرانوالہ لاہور۔ امرتسر دہلی وغیرہ میں ابھی تک پھنسے پڑے ہیں۔ مجھے ان لوگوں کی حالت دیکھکر ایسپ کی حکایات میں سے آرہ کشوں اور بندروں کی ایک کہانی یاد آئی ہے کسی جنگل میں آرہ کش ایک بہت بڑے درخت کو آرہ سے چیر رہے تھے۔ کہ اتنے میں دھوپ تیز ہو گئی۔ اور وہ چیر میں پچر ٹھوک کر آرام کرنے کے لئے گھر چلے گئے جنگل میں پاس ہی بندروں کی ایک جماعت موجود تھی جو آرہ کشوں کے فن آرہ کشی کا بغور مطالعہ کر رہی تھی۔ آرہ کشوں کی عدم موجودگی کا ان بندروں نے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور فوراً اس نیم چری لکڑی پر پل پڑے۔ چیر میں جو پچر دیا ہوا تھا۔ وہ اس کے راز سے ناواقف تھے۔ چنانچہ بندروں نے زور مار کر چیر میں سے اس پچر کو نکال دیا چیر میں سے پچر کا نکلنا تھا کہ چیر مل گیا۔ اور کسی کی ٹانگ اس میں پھنس گئی کسی کی دم۔

کسی کا پیر۔ تمام بندر چیخیں مارنے لگے۔ مگر چیر تھا بڑا سخت۔ نکلتے تو کیسے۔ آرہ کشوں نے جو بندروں کی اس حالت کو دیکھا تو وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ کہ کم بختو! اگر تمہیں لکڑی چیرنے کا ہی شوق تھا تو پچڑ کو کیوں چیر سے باہر نکالا تھا۔ اب غلطی کا خمیازہ بھگتو۔ کیا مزہ کی بات ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ گورنمنٹ نے خود کفر توڑ کے مصنف کے سامنے یہ شرط پیش کی تھی کہ اگر اس کتاب کے جملہ حقوق سے دست بردار ہو جاؤ تو مقدمہ واپس لے لیا جائیگا۔ ایک یہ وقت ہے۔ کہ گورنمنٹ سے درخواستیں کی جا رہی ہیں۔ کہ معافی دیجاوے۔ مگر گورنمنٹ نہیں مانتی آخر اتنا فرق کیوں؟ صرف اس لئے کہ کفر توڑ کا مصنف چیر تو ڈال رہا تھا مگر پچڑ لگا کر۔ مگر ان حضرات نے چیر میں سے پچڑ ہی نکال دی۔ اور وہ بیٹ سے مل گیا۔ اب چیخنے سے کیا فائدہ؟

سونے کے انڈے اور بیٹھ کا ڈھیر

سونے کا انڈا دینے والی مرغی کی کہانی مشہور ہے اگر لاہور کے مسلم جرائد "زمیندار" اور "سیاست" سے پوچھا جاوے۔ کہ کیوں صاحب کیا آپ نے کبھی ایسی مرغی بھی دیکھی ہے۔ جو سونے کا انڈا دیتی ہو۔ تو وہ یہی جواب دینگے۔ کہ ایسی مرغی ہو یا نہ ہو۔ مگر "کفر توڑ" ایک ایسی کاغذی مرغی تھی جس نے غازی دہرپال کے ہاں سونے کے انڈوں کا ڈھیر لگا دیا "زمیندار" کے اندازہ کے مطابق ان انڈوں کی مقدار ۱۵ ہزار روپیہ نقد اور سیاست کے قول کے مطابق تو "کفر توڑ" کے منافع کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے لیکن اگر غازی دہرپال سے اس کی بابت پوچھا جاوے تو وہ فوراً اسلامیہ سٹیم پریس لاہور کے مینجر کا مفصلہ ذیل رجسٹرڈ نوٹس دکھا دیگا:-

از دفتر اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

نوٹس رجسٹری نمبر 187

مکرمی جناب غازی محمود صاحب۔ السلام علیکم۔ مبلغ ۲۹۹ روپے بابت چھپوائی کتب عرصہ ایک سال سے آپ کے ذمہ ہیں لیکن آج تک آپ نے رقم کی ادائگی کی کوئی صورت نہیں کی۔ اور نہ کوئی جواب دیا۔ اب آپ کو

بذریعہ کارڈ رجسٹری مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ یا تو ہماری رقم بھیجکر مشکور فرمائیں یا مفصل جواب سے اطلاع دیں۔ ورنہ پھر آپ ہمارے خرچہ وغیرہ کے ذمہ دار ہوں گے۔ کیونکہ آپ نے تجارتی اصول کے خلاف کیا ہے۔ اور کر رہے ہیں۔ یہ کارڈ بطور نوٹس کے بھیجا جاتا ہے۔ اگر آپ نے ایک ہفتہ تک روپیہ ادا نہ کیا۔ تو پھر مجبور ہو کر کاغذات وکیل کے سپرد کر دیے جائیں گے۔ آپ کسی شکایت کے حق دار نہ ہوں گے۔

نیاز مند۔ محمد لئیق مینیجر اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

۱۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء

"زمیندار" اور "سیاست" کے قابل ایڈیٹروں سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیوں صاحب! اگر "کفر توڑ" سونے کا انڈا دینے والی مرغی تھی۔ اور اس نے غازی دہر سیال کے ہاں ۱۵ ہزار روپیہ کے انڈے دئے۔ تو یہ "کفر توڑ" مرغی ۹۹ ۲۹ روپیہ کی بیٹھ کا ڈھیر اپنے پیچھے کیسے چھوڑ گئی؟

نئی قسم کا کھاد المکتشر ضلع فیروز پور سے ایک ماہواری رسالہ بنام شریعت میرے پاس ریویو کے لیے پہنچا ہے۔ لکھائی چھپوائی بہت عمدہ ہے۔ سالانہ قیمت ہے۔ باغبانوں کے لیے یہ رسالہ بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں نئی قسم کے کھاد کا بدیں الفاظ ذکر کیا گیا ہے:۔

"ایک سو ایک دفعہ بسم اللہ شریف لکھکر باغ میں دفن کر دیجائے تو باغ کا پھل وقت پر بہت عمدہ پیدا ہو گا۔ دور آفتوں سے سالم رہے گا۔ اور برکت ہوگی۔"

رسالہ شریعت نے ابھی تو بسم اللہ کے دفن کرنے پر ہی اکتفا کی ہے۔ تعجب نہیں کہ آگے چلکر وہ قرآن مجید کو دفن کرنے کی بھی تجویز پیش کریں۔ اسی پر ان لوگوں کو شکایت ہے کہ نئی روشنی کے لوگ ہماری باتوں پر مخول اڑاتے ہیں۔

نعمت اللہ خان احمدی کی سنگساری انہیں نے حنیف کے گذشتہ پرچہ میں نعمت اللہ خان احمدی کی سنگساری پر مختصر سا نوٹ دیتے ہوئے اس بات کا اظہار کیا تھا کہ باوجود تمام فروعی اختلافات کے ہمیں

احمدیوںکو از روے قرآن مجید مومن و مسلمان سمجھتا ہوں۔ اس لحاظ سے نعمت اللہ خاں احمدی کی
سنگساری قتل مرتد نہیں۔ بلکہ قتل عمد مومن ہے۔ اور قاتل خواہ کوئی بھی ہو۔ دنیا
و آخرت میں اس وعید سے نہیں بچ سکتا جس کا رب العزۃ نے قتل عمد مومن پر قرآن
مجید میں ذکر کیا ہے۔ احمدیوں کو مرتد بنا کر اور واجب القتل ثابت کرنیکے لئے غیر
احمدیوں نے جس قدر بحث اخبارات میں کی ہے میں نے نہایت غور سے اس کا
مطالعہ کیا۔ میں بلا جھجک کہہ سکتا ہوں کہ جہاں تک قرآن مجید کا تعلق ہے اس بحث
میں جس قدر ذلیل ترین شکست غیر احمدیوں نے کھائی ہے۔ وہ مذہبی دنیا میں اپنا ثانی
نہیں رکھتی میرے خیال میں اب اگر اس بات پر بحث چھیڑی جاوے کہ آیا ایک ایسا
مسلمان جس کا اعتقاد یہ ہو کہ قرآن مجید جیسا کہ وہ اس وقت ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے
مکمل نہیں ہے۔ بلکہ اسمیں سے بہت سی آیات یا کوئی آیت گم ہو گئی ہے۔ یا مرفوع التلاوۃ ہو گئی
ہے۔ مومن و مسلم کہلانیکا مستحق ہے یا نہیں؛ تو میرے نزدیک علماء دیوبند کا وہ گروہ جن کے
اعتقاد میں قرآن مجید کی بہت سی یا کوئی ایک آیت مرفوع التلاوۃ ہو چکی ہو۔ نہایت
آسانی سے ارتداد کے گڑھے میں دھکیلا جا سکیگا۔ اسلئے کہ وہ رب العزۃ کے اس قول کلام
”نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ کا منکر ہے۔ اور وہ ”ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ
فِيهِ“ کو باطل قرار دیتا ہوا ”مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ“ کی زد میں آتا ہے۔ اور اگر مرتد
کی سزا رجم ہی ہو۔ جیسا کہ علماء دیوبند کا عقیدہ ہے جسکا کہ میں قایل نہیں ہوں۔ تو انسے
درخواست کی جا سکتی ہے۔ کہ یا تو وہ مذکورہ بالا عقیدہ سے تائب ہوں۔ ورنہ وہ
کسی اسلامی سلطنت کی طرف سے رجم کئے جانیکا انتظار کئے بغیر خود ہی پتھر تلے جا کر لیٹ جائیں۔
۲۔ میں نے علماء دیوبند کے متعلق مذکورہ بالا خیال محض دار العلوم دیوبند کے نائب مہتمم
حضرت میرک شاہ صاحب کے اس مضمون کو جو آیات مرفوع التلاوۃ کے متعلق بہت سے
اخبارات میں چھپ چکا ہے۔ پڑھکر قایم نہیں کیا۔ بلکہ اس مضمون کے مطالعہ کے بعد
میں نے ایک دیوبندی سے جو دھیانہ میں بیس پچیس کے قریب معزز مسلمانوں کے سامنے
یہ سوال کیا کہ آیا وہ اس بات کے قایل ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی آیت یا بہت سی آیات
مرفوع التلاوۃ ہیں یا گم ہو گئی ہیں۔ یا درج ہونے سے رہ گئی ہیں؟ میں نہایت افسوس
کے ساتھ اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ میرے مذکورہ بالا سوال کا جواب اس دیوبندی

نے اثبات میں دیا۔ میں نے مسلمانوں کے مجمع کو مخاطب کیا کہ تم سن رہے ہو۔ دیوبندیوں کا کیا عقیدہ ہے۔ اس پر اس دیوبندی نے ایک بار نہیں، بلکہ بار بار اس مجمع کے سامنے اس بات کا اعلان کیا۔ کہ ہمارا یہی عقیدہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں ایک آیت نہیں۔ بلکہ بہت سی آیات درج ہونے سے رہ گئی ہیں۔ میں نے مسلمانوں کے مجمع کو اس پر گواہ ٹھہرایا۔ اس عقیدہ کو سنکر میرا دل نہایت پریشان ہوا۔ اور میں اپنے گھر پر جاکر دیر تک سوچتا رہا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کابل کا تخت ایک دن کے لئے مجھے ملجائے۔ اور میرے سامنے احمدی اور دیوبندی کے ارتداد و رجم کا سوال پیش کیا جاوے۔ تو میں احمدی کو چھوڑ دونگا۔ مگر دیوبندی کو اس کے مذکورہ بالا اعتقاد کی وجہ سے اگر وہ اس سے تائب نہ ہو۔ یا اسکی صحت کو پایۂ ثبوت تک نہ پہنچائے۔ ملزم گردانونگا اسلیئے کہ احمدی تفسیر و تاویل سے کام لیتا ہوا قرآن مجید میں تحریف کا قایل نہیں ہے جبکہ دیوبندی قرآن مجید کو ہی نامکمل و محرف مانتا ہے ۔

۲۔ میں احمدی نہیں ہوں اور نہ ہی میں احمدیوں کی بہت سی تاویلات کو صحیح سمجھتا ہوں لیکن احمدیوں اور غیر احمدیوں کی قتل مرتد کے متعلق تمام بحث کو پڑھکر اگر میرے مسلمانوں کے کسی فرقہ میں گھسنا ہوتا تو میں فوراً احمدی ہوگیا ہوتا۔ مگر چونکہ احمدیوں کا یہ عقیدہ کہ رب العزۃ نے مسیح کے اجلاس کیلئے کوئی کرسی خالی رکھ چھوڑی ہو۔ قرآن مجید کی کسی آیت سے صراحتاً یا کنایۃً ثابت نہیں ہوتا۔ اسلئے احمدیوں کو مومن و مسلم سمجھتا ہوا بھی میں انکو قرآن مجید سے بہت دور بھٹکتا ہوا دیکھ رہا ہوں مگر اس کے ساتھ ہی میں غیر احمدیوں کی طرف سے احمدیوں پر اس الزام کو بھی کہ وہ خاتم النبیین کے غلط معنے کرتے ہیں سراسر فضول سمجھتا ہوں جبکہ امر واقعہ یہ ہو کہ غیر احمدی خود بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیح ناصری کی آمد میں چشم براہ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ اس آمد کا قرآن مجید میں کہیں اشارہ تک بھی نہیں ہے پس جہاں تک ختم نبوت کا تعلق ہو احمدی اور غیر احمدی دونوں ایک ہی گڑھے میں گرے پڑے ہیں۔ سارا جھگڑا اس بات پر ہو۔ کہ میرزا غلام احمد نے مسیح موعود کی کرسی پر کیوں قبضہ کرلیا؟ اگر یہ کرسی رب العزۃ کی طرف سے اپنے حبیب پاک کے بعد ابن مریم کیلئے بچھائی گئی ہوتی تو میں بھی میرزا صاحب کو اس کرسی پر سے اتارنیکے لئے ایک دھکا دیدیتا۔ مگر چونکہ یہ کرسی خدا کی طرف سے نہیں رکھی گئی۔ اور نہ ہی قرآن مجید میں اس کا کہیں ذکر ہو۔ اسلئے مسلمانوں کی طرف سے مسیح ناصری کی اس کرسی کو یونہی خالی دیکھکر ہر ایک شخص کا دل للچاتا ہو۔ کہ وہ

اسپر بیٹھکر ذرا مزہ لے لے چنانچہ اسوقت تک ایک نہیں بلکہ درجنوں ہی مسیح موعود اور مہدی بنکر
اس کرسی پر بیٹھکر رخصت ہو چلے ہیں کیا مسلمانوں کیلئے ابھی وقت نہیں آیا کہ وہ رسول پاک کو
خاتم النبیین مانتے ہوئے اب مسیح ناصری کی اس فرضی کرسی کو جسکا قرآن مجید نے کہیں کبھی ذکر
نہیں کیا ہمیشہ کیلئے ایک طرف رکھ دیں؟ اسلئے کہ مسیح کی آمد ثانی کا عقیدہ قرآن مجید نے بیان
نہیں کیا بلکہ مسیحیوں کی کتاب انجیل کا عقیدہ ہے جو نہیں معلوم مسلمانوں میں کب اور کیسے رواج پا گیا۔

۴۔ اسمیں شبہ نہیں۔ کہ قتل مرتد کے متعلق قرآن مجید میں کوئی آیت نہیں ہے اور نہ ہی غیر احمدی
لوگ کوئی آیت پیش کر سکے۔ مگر احمدیوں کو اس بات پر غور کرنا چاہیے۔ کہ جب تاجدار قبائلستان کی
طرف سے اینٹ پتھر اٹھ ہوتا ہے تو وہ قرآن مجید کی پناہ ڈھونڈتے ہیں لیکن جب وہ دمشق کے منارۃ البیضا
کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اور فرشتوں کے پروں پر بیٹھکر یا سوار ہوکر مسیح موعود بننے کا مزہ لینے
کیلئے جاتے ہیں تو وہ قرآن مجید کی بات تک نہیں سنتے چونکہ دمشق کے منارۃ البیضا کی ٹھنڈی
ہوا کے جھونکے اور اسکی خالی کرسی حنفی اہل سنت والجماعت کیطرف سے مسیح ناصری کیلئے بچھائی
گئی ہے اس لئے حنفیوں کو اسکا حق حاصل ہے کہ اگر مسیح ناصری کے سوا کوئی حنفی مسلمان اس
کرسی پر بیٹھ جائے تو وہ اسکو منارہ کی چوٹی سے گرا کر چور چور کر دیں۔ بہتر ہو کہ احمدی یا تو مسیح
کی اس خالی کرسی کو جسکے بچھانیوالے حنفی ہی ہیں۔ فوراً خالی کر دیں۔ یا پھر حنفیوں کے ہاتھ سے
سنگساری منظور کریں۔ ورنہ یہ بھی کوئی بات ہے کہ حنفیوں کی طرف سے کرسی تو بچھائی جائے مسیح ناصری
کیلئے اور بیٹھ جائے اسپر کوئی پنجابی! مجھے امید ہے کہ احمدی و غیر احمدی جذبات سے کھیل کرنے کی
بجائے نہایت ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور فرمائینگے۔ اور اپنے مذکورہ بالا عقیدہ کی تائید
میں قرآن پاک کی کوئی آیت پیش کرینگے۔ ورنہ انکو سمجھ لینا چاہیے کہ رسول پاک صلی اللہ
علیہ وسلم قیامت تک کیلئے آخری نبی ہیں۔ انکے بعد نہ اب مسیح آئیگا۔ نہ مہدی۔ نہ کوئی دوسرا
حقیقی یا ظلی نبی۔ اور کہ قرآن مجید رب العزۃ کی آخری کتاب ہے۔ قصہ ختم۔

پریس کی تبدیلی

حنیف کا موجودہ پرچہ سوائے رنگین سرورق کے آفتاب برقی پریس امرتسر میں چھاپا گیا ہے۔ ایڈیٹر۔

پہلی فصل

کفر و اسلام

اعرافی۔ سلام صاحب!

مسلم۔ سلام! آئیے تشریف رکھیے (کرسی دیکر)

اعرافی۔ میں آپ کا مشکور ہوں۔

مسلم۔ جناب کا اسم مبارک؟

اعرافی۔ میرا نام اعرافی ہے۔

مسلم۔ ماشاء اللہ نام تو خوب نرالا ہے۔ کہاں سے تشریف لائے؟

اعرافی۔ اعراف سے۔

مسلم۔ کیا خوب! کیوں صاحب! یہ شہر کس ملک میں ہے؟

اعرافی۔ آپ تو مسلم ہیں۔ آپ کو پتہ ہی ہے۔ کہ یہ شہر کہاں ہے۔

مسلم۔ ہماری اصطلاح میں تو اعراف اس جگہ کا نام ہے۔ جو بہشت و دوزخ کے درمیان ہے۔

اعرافی۔ بس بس جناب میں اسی جگہ کا رہنے والا ہوں۔ اور وہاں سے ہی آرہا ہوں۔

مسلم۔ ماشاء اللہ! آپ بڑے زندہ دل واقع ہوئے ہیں۔ کیوں صاحب آپ اس جگہ میں کیسے پہنچ گئے؟

اعرافی۔ ایک دفعہ مسلمانوں میں جنگ ہو رہا تھا۔ میں نے یہی مناسب سمجھا کہ دونوں

سے کنارہ کش ہو جاؤں۔ اور اعراف میں ڈیرہ لگا دوں چنانچہ اسوقت سے لیکر تا ایندم میں وہاں ہی رہتا ہوں۔ بڑے آرام میں ہوں +

مسلم۔ تو پھر اعراف کا آرام چھوڑ کر دوبارہ ایک مسلم کے پاس آنیکی وجہ؟

اعرافی۔ میں نے سنا ہے۔ کہ آپ اسلام کو ایک نئی شکل میں پیش کرتے ہیں میں نے سمجھا چلو آپ سے ملیں۔ شاید آپ کی بات مجھے پسند آ جائے۔ اور میں اسلام کو قبول کر لوں +

مسلم۔ یہہ آپ کا حسن ظن ہے۔ میں تو اسلام کو نہ نئی شکل میں پیش کرتا ہوں نہ پرانی میں بلکہ اسلام کی جو اصلی شکل ہے۔ اسی کو پیش کرتا ہوں +

اعرافی۔ جناب! میں بھی اسی شکل کو دیکھنا اور قبول کرنا چاہتا ہوں +

مسلم۔ تو پھر بسم اللہ کیجیے۔

اعرافی۔ میں یوں تو بسم اللہ کرنیکا نہیں۔

مسلم۔ اچھا جیسے آپ کی مرضی۔

اعرافی۔ میری مرضی تو یہہ ہے۔ کہ پہلے آپ میرے سوالات کا جواب دیدیں +

مسلم۔ بہت بہتر۔ ارشاد فرمائیے +

اعرافی۔ سب سے پہلے میں یہہ جاننا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کا اپنا مذہب کیا ہے؟

مسلم۔ میرا مذہب اسلام ہے +

اعرافی۔ مسکرا کر، یہہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ آپ مسلمان ہیں۔ اور آپ اسلام کو مانتے ہیں۔ مگر میرا مطلب یہہ ہے۔ کہ آپ کا اصلی مذہب کیا ہے۔ اسلام تو کوئی اصلی مذہب نہیں ہے +

مسلم۔ معاف کرنا۔ مجھے آپ کے اس سوال پر ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ اگر اجازت ہو تو عرض کر دوں +

اعرافی۔ بڑے شوق سے۔

مسلم۔ کسی شہر میں برہمنوں کے گھر دعوت ہو رہی تھی۔ بہت سے مہمان جمع تھے۔ انواع و اقسام کے کھانے پک رہے تھے۔ ایک بھوکا میراثی بھی ادھر سے گذرا۔ بو نعمت کھانے دیکھکر اس کا جی للچایا۔ سوچنے لگا۔ کہ ہم میں بھی

ان کی پنگتی (صف) میں بیٹھ جاؤں۔ تو بڑے مزے کا کھانا پائیگا۔ گھبرا کر گھڑے
کے نیچے سے مٹی کھرچ کر ماتھے پر لگا لی۔ اور چرخے کی مال توڑ کر گلے
میں ڈال۔ اُلٹی سیدھی پگڑی کر مہمانوں میں جا بیٹھے۔ صاحب خانہ مہمانوں
کے ہاتھ دھلا کر پوری کچوری لانے لگے۔ مگر انہوں نے میراثی کو اجنبی سا
دیکھکر پوچھا۔ کہ آپ کون لوگ ہوتے ہیں؟ میراثی بولا۔ کہ ہندو! برہمن نے
کہا۔ یہ تو میں نے مانا کہ آپ ہندو ہیں۔ مگر کون ہندو؟ میراثی نے جھٹ
کہدیا۔ کہ برہمن۔ صاحب خانہ نے پوچھا۔ کہ کون برہمن؟ میراثی نے اس کا
بھی فوراً جواب دیدیا۔ کہ گوڑ برہمن۔ صاحب خانہ نے پھر پوچھا۔ کہ کون
گوڑ؟ میراثی کی معلومات کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔ اس نے سمجھا۔ کہ گوڑ
کہنے پر چھٹکارا ہو جائیگا۔ اور روٹی مل جائیگی۔ مگر جب سلسلہ اور
آگے بڑھتا نظر آیا۔ تو وہ حیران ہو کر بولا۔ تو یہ دستہ گوڑوں کے بھی گر
ہکوڑ ہوتے ہیں۔ تو بندہ ایسی روٹی سے باز آیا۔ میراثی کے منہ سے
تو یہ فقرہ کا نکلنا تھا۔ کہ صاحب خانہ نے اس کو مسلمان جان کر باہر
نکال دیا۔

اتفاقی - واقعی لطیفہ تو مزیدار ہے۔ مگر میرے سوال سے اس کا کیا تعلق؟
مسلم - میرا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ مذہب ہی پر [illegible] کریں۔ کہ [illegible]
ور کہ میرا اصلی مذہب اسلام ہی ہے۔ [illegible] ایمان اور
پچھتاوں سے

[illegible] صاحب! آپ میری بات [illegible]
[illegible]
[illegible] غیر مقلد [illegible]
[illegible]
بتی [illegible] سنا دوں؟
[illegible]
مسلم [illegible] کے سوا [illegible]

قائل نہیں ہوں جیسے کہ مسلمانوں کا خیال ہے۔

مسلم۔ آپ نے پھر چھلانگ مار دی۔ میں نے تو نہ جبرئیل کا ذکر کیا۔ نہ اسرافیل کا۔ سردست تو میں آپ کے پہلے ہی سوال کا جواب دینا چاہتا ہوں

اعرابی۔ بہت بہتر پہلے اسی کو حل کر دیجئے۔

مسلم۔ جب آپ رب العزۃ کی ذات کے قائل ہیں تو آپ یہ بھی تسلیم کرینگے کہ رب العزۃ جو بھی ارشاد کرتا ہے وہ درست ہوتا ہے؟

اعرابی۔ کیوں نہیں۔

مسلم۔ آپ قرآن مجید کو الہامی مانیں۔ یا نہ مانیں۔ مگر چونکہ بطور مسلم کے میں اسکو الہامی مانتا ہوں۔ اس لئے میرا یہ عقیدہ ہے کہ اس میں جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے۔ چنانچہ اسی قرآن پاک میں یہ دعوی کیا گیا ہے کہ

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (النساء۔ ع)

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا (النساء۔ ع)

یعنے رب العزۃ سے بڑھکر کسی کی بات زیادہ سچی اور کسی کا قول زیادہ صحیح نہیں ہو سکتا۔

اعرابی۔ مگر اس کے پیش کرنے سے آپ کا مطلب کیا ہے؟

مسلم۔ میرا مطلب اس سے یہ ہے کہ رب العزۃ نے میرے لئے اسلام اور مسلم دو چیزیں پسند فرمائیں۔ یعنے اگر مجھ سے پوچھا جاوے کہ میں کون ہوں تو میں جواب دوں کہ مسلم۔ اگر مجھ سے پوچھا جاوے کہ میرا مذہب کیا ہے۔ تو میں جواب دوں کہ اسلام۔

اعرابی۔ مگر اس کا ثبوت کیا ہے؟

مسلم۔ اس کا ثبوت خود رب العزۃ کا ہی کلام ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ یعنے رب العزۃ کے نزدیک دین تو صرف یہی اسلام ہے۔ چنانچہ اس نے خود فرمایا ہے کہ۔

اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ)

مسلم۔ اگرچہ دونوں کی رکابی کا ہی معاملہ ہوتا تو خیر مضائقہ نہیں تھا۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ سب مومن مسلم آپس میں بھائی ہیں۔ مل جل کر رہنا چاہیئے تو کیا ہی تھا۔ مگر غضب تو یہ ہے۔ کہ رکابی بیچ میں دھری ہے۔ اور یہ لڑ رہے ہیں حالانکہ رب العزۃ نے یہ بھی دیا تھا۔ کہ

اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ انعام ع

دیکھو۔ ہم تمہیں پہلے ہی سمجھا دیتے ہیں کہ اسلام ہی شاہراہ ہے۔ اسی پر چلنا۔ کہیں پگ ڈنڈیوں پر نہ پڑ جانا۔ کیونکہ اگر تم پگ ڈنڈیوں پر چل کھڑے ہوئے تو صراط مستقیم سے دور جا پڑو گے اور تم بہک جاؤ گے پس ذرا بچ کر چلنا۔

اعرابی۔ واقعی ٹھیک ہے مسلمانوں میں جو آپس میں جوتم پیزار ہو رہی ہے۔ اس کی یہی باعث ہے کہ وہ صراط مستقیم کو چھوڑ کر پگ ڈنڈیوں پر چل پڑے کیا اسی لئے آپ نے ان فرقوں میں سے کسی کے ساتھ تعلق نہیں رکھا؟

مسلم۔ اسلام نے فرقہ بندی کی تعلیم نہیں دی۔ اور وہ انسان کو جھاڑیوں اور کانٹوں میں نہیں الجھاتا۔ بلکہ نہایت سیدھا اور نہایت آسان رستہ بتاتا ہے۔ کیا یہ میری جہالت و حماقت نہیں ہوگی۔ اگر میں صراط مستقیم کو چھوڑ کر خواہ مخواہ جھاڑیوں کانٹوں میں الجھتا پھروں؟

اعرابی۔ آپ بات تو ٹھیک کہتے ہیں۔ مگر اپنے خیال بتائیے؟ کیا آپ مسلمانوں کے نزدیک ایک مسلمان بھی کہلائے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

مسلم۔ آپ نے یہ سوال کیوں کیا؟

اعرابی۔ اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں مسلمانوں کے ایک فرقہ نے دوسرے فرقہ پر کفر و ارتداد کا فتویٰ لگا کر دائرہ اسلام سے خارج کر رکھا ہے۔ کیا آپ بھی تو کافر و مرتد نہیں سمجھے جائیں گے؟

مسلم۔ قرآن پاک کی تعلیم یہ ہے۔ کہ کافروں کو مسلمان بناؤ۔ رب العزۃ نے یہ

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ۔

اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو غلطی سے بھی قتل کر بیٹھے تو قاتل کو چاہیے کہ وہ اس خون کے عوض وارثان مقتول کو معاوضہ دے۔ اور ایک غلام کو آزاد کرے۔

اعرابی۔ تو پھر یہہ جو مسلمانوں کے ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق پر کفر و ارتداد اور واجب القتل کے فتوے لگائے جاتے ہیں اسکی وجہ کیا ہے؟

مسلم۔ اس کی وجہ دین نہیں بلکہ دنیا ہے۔ ورنہ اسلام کی دینی کتاب قرآن مجید میں مومن و مرتد کا قتل تو ایک طرف کسی غیر مسلم کو بھی اس کے مذہب کی بناء پر قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مرتد کا معاملہ بھی رب العزۃ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اگر کہا تو صرف اتنا کہ۔

وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ (البقرہ ع۲۷)

اے مسلمانو! تم میں سے اگر کوئی شخص رب العزۃ کے دین پاک سے منحرف ہو جائیگا۔ اور وہ اسی حالت کفر میں مرجائیگا۔ تو دین و دنیا میں اس کے اعمال ضایع ہو جائیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ۔ (المائدہ ع۸)

اے مسلمانو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص رب العزۃ کے دین سے انحراف کریگا۔ تو رب العزۃ کو اس کی کیا پرواہ ہے۔ وہ بجائے اسلام کسی ایسی قوم کو دیدیگا جو خدا کی پیاری اور رب العزۃ سے محبت کرنیوالی ہوگی رب العزۃ نے قرآن پاک میں یہہ کہیں بھی ارشاد نہیں فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو اس کو قتل کر ڈالو۔ چہ جائے کہ وہ یہہ فرمائے کہ کسی کلمہ گو مومن و مسلم کو کسی فروعی اختلاف کی بناء پر کافر و مرتد قرار دیکر

قتل کر ڈالو جس طرح آجکل کے سنی لوگ جنت کے ٹھیکیدار بنے
پھرتے ہیں ٹھیک اسی طرح کسی زمانہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا بھی
یہی دعویٰ تھا مگر رب العزۃ نے اس دعویٰ کی لغویت کو یوں ظاہر
کردیا:۔

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۔ تِلْكَ
أَمَانِيُّهُمْ ۔ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۔ بَلَىٰ
مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۔ وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ بقرہ ع ۱۳۔

یہودی اور عیسائی یہ کہتے ہیں کہ بہشت میں وہی لوگ جائیں گے ۔ جو
یہودی ہونگے یا عیسائی ۔ یہ ان کے اپنے ہی خیالی پلاؤ ہیں ۔ اور
ان سے کہو ۔ کہ تم اپنے اس دعوے کی صداقت پر کوئی دلیل تو دو ۔
دیکھو حقیقت تو یہ ہے ۔ کہ اس میں یہودی عیسائی کی کوئی تخصیص
نہیں ۔ البتہ جس شخص نے بھی رب العزت کے سامنے جبین نیاز کو جھکایا
اور نیک عمل کرتا رہا رب العزۃ کے ہاں اس کا صلہ موجود ہے ۔ اور
قیامت کے دن ایسے لوگوں کے لیے نہ کسی قسم کا خوف ہوگا [illegible]
[illegible] ہوگا [illegible] ۔ پھر رب العزۃ نے اس کی مزید تشریح کو
توضیح فرمادی ہے کہ:۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ
مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ بقرہ ع ۸

جو لوگ مسلمان ہو گئے اور وہ لوگ جو یہودی [illegible] عیسائی [illegible]
[illegible] ان میں سے [illegible] خدا پر [illegible] آخرت پر ایمان لاتا ہو
[illegible] رب العزۃ کے ہاں [illegible]
[illegible] ان پر [illegible] ملال نہیں ہوگا ۔
[illegible]

بھی کسی کلمہ گو کا کسی دوسرے کلمہ گو کو کافر و مرتد قرار دے کر جنت کی وراثت
سے محروم کرنے کے لیے دوڑنا گویا بندہ رب العزۃ کے ہاتھ سے جنت
کی چابیوں کو چھیننے کے مترادف ہے۔ حالانکہ اس ذات پاک نے
تو یہودیوں عیسائیوں اور صابیوں تک کو محض ان کے یہودی عیسائی
یا صابی ہونے کی وجہ سے جنت سے محروم نہ رکھا ہو۔ مگر ایک مسلمان
یہ جسارت کرے کہ وہ دوسرے مسلمان کو جنت سے محروم کرنے کا دم
بھرے۔ اس سے بڑھکر لغویت کیا ہو سکتی ہے! رب العزۃ نے تو اپنے
رسول کی معرفت دنیا جہان کو اتحاد و اتفاق کی یہ تعلیم دی ہے کہ
تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا
نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ
اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔ ع ن
آؤ۔ ہم اور تم ایک ایسی بات پر جمع ہو جائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان
یکساں ہے۔ یعنے ہم رب العزۃ کے سوا کسی دوسرے کی پرستش نہ کریں
اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرائیں اور رب العزۃ
کے سوا ہم اپنے میں سے کسی انسان کو اپنا خدا نہ مانیں۔ اگر وہ لوگ
اتفاق و اتحاد کے اس بہترین اصول کو ماننے سے انکار کر دیں تو پھر ان کو
کہدو کہ گواہ اور آگاہ رہو۔ کہ ہم تو صرف اسی ایک خدا کے ہو چکے۔ تم خواہ
ہمارا ساتھ دو یا نہ دو"۔ کیا یہ رونے کا مقام نہیں ہے کہ قرآن پاک نے
تو دنیا جہان کو رب العزۃ پر ہی ایمان لانے کی صورت میں ایک ہی لڑی
میں منسلک کر دینے کا پیغام دیا۔ مگر مسلمانوں کی کیا بات ہے؟ ان کا
خدا ایک۔ ان کا رسول ایک۔ ان کی کتاب ایک۔ ان کا قبلہ ایک
ان کا مکہ ایک۔ ان کا مدینہ ایک۔ اس پر بھی یہ کیفیت ہے۔ کہ ایک نے
دوسرے پر بشمشیر ارتداد کا فتوے لگا کر اسے اسلام سے خارج سمجھ
رکھا ہے۔ حیف ہے۔ ایسی سمجھ پر۔ درحقیقت ایسی فتویٰ نویسی پر اول
بھی رب العزۃ کے نام پر اس قسم کی فتویٰ نویسی کیا کرتے تھے۔ مگر رب

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ پ

یعنے جو شخص امور اسلام کے معاملہ میں خاص کر ایسے معاملہ میں جب کسی
کی زندگی اور موت کا سوال ہو۔ کلام الہٰی کے سوا کسی دوسری کتاب
سے فتویٰ دیتا ہو۔ وہ ظالم ہے جب قرآن مجید کسی مذہبی عقیدہ کی
بنا پر مومن و مسلم تو ایک طرف کسی کافر و مرتد تک کے قتل کا حکم نہ دیتا ہو تو
سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے مفتیوں کے کفر و ارتداد اور قتل و رجم کے فتوے کیا
وقعت رکھ سکتے ہیں۔

اعرابی۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔

مسلم۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ایک قدم اور آگے لے چلوں اور آپکو بتاؤں
کہ کافر و مرتد کا قتل تو کجا بعض صورتوں میں قرآن مجید نے کفر و ارتداد کو گناہ
بھی نہیں سمجھا۔

اعرابی۔ توبہ۔ توبہ۔ آپ ایسا نہ کہیں اگر کہیں مسلمانوں نے سن لیا تو آپ پر بھی کفر و
ارتداد کا فتویٰ لگا کر خارج البلد کر دینگے۔

مسلم۔ مفتیوں کے فتووں سے ڈر کر حقیقت کو نہیں چھپانا چاہئے۔ اس لئے کہ
رب العزة نے بھی فرمایا ہے۔ کہ وَلَا تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنے
اگر تمہیں حق بات معلوم ہو تو اس کو چھپا کر مت رکھو۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید
نے جو کفر و ارتداد کی اجازت دی ہے تو وہ کن حالات میں! اسے توجہ
اور غور سے سننا چاہیے۔

اعرابی۔ میں نہایت شوق سے اس کو سننا چاہتا ہوں۔ فرمائیے۔

مسلم۔ مثلاً کسی جنگ میں مسلمانوں کی فوج کفار و مشرکین کی فوج کے نرغے میں
آگئی ہے۔ افواج کفار نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے محصور کر لیا ہے۔ انکے
پاس سامان رسد ختم ہو گیا ہے۔ اب تو مسلمان فاقہ سے تباہ ہو رہے ہیں یا
اپنے آپ کو کفار کے رحم پر چھوڑ کر [illegible] باہر نکل آئیں ورنہ کفار کی تلوار کے
گھاٹ اتر جائیں۔ اور انکو کسی طرف سے کمک پہنچنے کی امید [illegible]
[illegible]

زبردست فوجیں کفار کی ٹڈی دل فوج کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ لڑائی اس
گھمسان کی ہو رہی ہے۔ کہ اگر خدانخواستہ مسلمانوں کے دونوں فوجوں کے
جرنیل مارے جائیں۔ تو اسلامی فوج کے پاؤں اکھڑ جائیں گے۔ ہزاروں
مسلمان مرد و عورت بچے۔ بوڑھے کفار کے ہاتھ سے تہ تیغ ہو جائیں گے۔ لونڈی
غلام بنا لئے جائیں گے۔ انکی عزت و عصمت تباہ ہو جائیگی۔ مسلمانوں کی
مسجدیں مسمار کر دیجائینگی۔ اور اس حصہ زمین پر سے اسلام اور مسلمانوں کا نام تک
بھی مٹ جائیگا۔ فرض کیجئے۔ اس گھمسان کی لڑائی میں اسلامی فوج کا ایک
جرنیل شہید ہو جاتا ہے۔ تمام فوج کی کمان کا بوجھ دوسرے جرنیل کے سر پڑتا ہے
مگر تفاق بد سے جب وہ اپنی تلوار ایک کافر کی گردن کاٹنے کے لئے اٹھاتا ہے
تو تلوار ٹوٹ جاتی ہے۔ اور وہ نہتا رہ جاتا ہے۔ کہ پھر کافر کی دودھاری تلوار اس
کے سر پر چمکتی ہے۔ اور قریب ہے کہ یہ مسلمان دو ٹکڑے کر دیا جاوے۔ اور تمام
اسلامی فوج شکست کھا کر بھاگ اٹھے کہ اتنے میں وہ کافر یہ شرط پیش کرتا ہے
کہ اگر تو اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور میرے بتوں پر ایمان لے آئے۔ تو
میں تجھ کو چھوڑ دونگا۔ مسلمان جرنیل یہ خیال کر کے کہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو اسلامی
فوج شکست کھا جائیگی۔ اور ہزاروں مسلمان کافروں کے ہاتھ سے بے دریغ
قتل ہو جائیں گے۔ لیکن اگر مجھے اتنی مہلت مل جاوے۔ کہ میں اس کافر کے خاتمہ
کے لئے نئی تلوار پا سکوں جس سے میں اس کے دو ٹکڑے کر ڈالوں۔ تاکہ اسلام
اور مسلمانوں کی فتح اور کفر و کفار کا صفایا ہو جائے۔ اور مجھے اس کافر کے سامنے
اپنے دین سے مرتد ہو جانے اور اس کے بتوں کا کلمہ پڑھ لینے سے ہی یہ
موقع مل سکتا ہے پس مجھے فوراً ظاہراً مرتد ہو جانا چاہئے۔ چنانچہ وہ مرتد ہو جاتا
ہے۔ اور آخرکار اس کا یہ ارتداد و کفر کفار کی شکست اور مسلمانوں کی عظیم الشان
فتح کا باعث بنتا ہے تو ایسے ارتداد و کفر کی قرآن مجید نے اجازت دی ہے
اور اس کو گناہ نہیں ٹھہرایا۔

اعرابی۔ مگر ذرا وہ آیت مجھے بھی تو دکھائیں؟
مسلم۔ بڑے شوق سے دیکھئے رب العزۃ فرماتا ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ النحل ع۔

جس شخص نے مسلمان ہونے کے بعد اللہ کا انکار کر دیا۔ اور دل کھول کر کفر میں لگ گیا۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ کا غضب اور عذاب عظیم ہے۔ مگر جو شخص جبر و اکراہ سے مرتد ہو گیا ہو۔ اور اس کے دل میں نور ایمان ہو، وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

اعرابی۔ بلکہ یوں کہیے۔ کہ ایسے فاتح جرنیل کا کفر و ارتداد باعث تحسین و آفرین ہے۔ اور درجہ شہادت سے بھی افضل ہے۔

مسلم۔ اس کی تشریح آپ فرمائیں۔

اعرابی۔ میں تو اعرابی ہوں۔ اس لئے میری تشریح آپ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوگی۔ ورنہ میں تو یہی کہونگا۔ کہ اگر یہ فوج کا جرنیل اپنے دوسرے بھائی جرنیل کی طرح کافر کی تلوار سے دو ٹکڑے ہو جاتا۔ تو لشکر اسلام کو سخت شکست ہو جاتی۔ خدا معلوم کتنے مسلمان۔ مرد۔ عورتیں بچے کفار کے ہاتھ سے قتل ہوتے۔ غلام بنتے عزت و عصمت سے محروم ہو جاتے مسجدیں تباہ و برباد ہو جاتیں۔ بیشک وہ خود تو شہید ہو جاتا۔ مگر اس کی شہادت اسلام اور مسلمانوں کے حق میں سخت نقصان دہ ہوتی۔ حالانکہ اس کے برعکس اس کے تھوڑے عرصہ کے کفر و ارتداد نے نہ صرف اس کو بلکہ اسلام اور مسلمانوں کو بدترین ذلت اور ہلاکت سے بچا لیا۔ اور کفر و کفار کو مٹا دیا۔ اس لحاظ سے تو اس کا یہ چند منٹ کا کفر و ارتداد شہادت سے بھی بڑھکر افضل ثابت ہوا۔ قرآن مجید کی اس مدبرانہ تعلیم کو دیکھکر تو میرا دل یہی چاہتا ہے کہ میں بھی اسلام قبول کروں۔

مسلم۔ تو پھر آپ سوچتے کیا ہیں؟

اعرابی۔ مجھے مفتیان اسلام سے ڈر لگتا ہے کہ میں مسلمان بھی نہ ہو پاؤں اور یہ مجھے کافر و زندیق ہی کہتے رہیں تو بڑی ہی مشکل ہوگی [illegible]

مسلم۔ آپ اسلام میں آنا چاہتے ہیں یا تیلیونکو خصم بنانا؟

اعرابی۔ آنا تو اسلام میں ہی چاہتا ہوں۔

مسلم۔ تو پھر آپ ایسے مفتیوں کے فتووں سے کیوں ڈرتے ہیں۔ جو قرآن پاک کے اس حکم کے تحت کہ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ آپ۔ خود ہی اپنے فتووں کے ذریعہ اپنے اسلام کو کفر میں تبدیل کر رہے ہیں۔ قرآن پاک کے ایسے صریح حکم کی موجودگی میں کفر و ارتداد کا ہر ایک وہ فتویٰ جو ما انزل اللہ کے برخلاف ہو مفتی کے منہ پر دے مارنے کی چیز ہے۔

اعرابی۔ بات تو ٹھیک ہے۔ مگر جس صورت میں کہ مسلم سوسائٹی کی تمام باگ ڈور ان ہی مفتیوں کے ہاتھ میں ہو۔ مسجدوں پر انکا قبضہ۔ قبرستانوں پر انکا تصرف۔ اس صورت میں اگر میں ان فرقوں سے آزاد رہ کر مسلمان بھی بنا رہوں تو میرا نماز پڑھنا۔ اٹھنا بیٹھنا بیاہ شادی جینا مرنا۔ کن میں ہوگا؟ میرا جنازہ کون اٹھائیگا میرے جنازے کی نماز کون پڑھیگا؟

مسلم۔ آپ کو بہت دور کی سوجھی۔ خدا کی زمین بہت وسیع ہے۔ جہاں چاہیں نماز پڑھ لیں۔ جنازہ کی فکر نہ کیجئے۔ مردہ نہ رہیگا تو مسلمان تو کیا کافر تک کوشش کرینگے کہ اس کو زمین میں گاڑ دیں۔ اگر آپ اسلام پر مرو گے اور اعمال صالح ہوں گے۔ تو نماز جنازہ کے لئے فرشتے صف باندھینگے۔ رہا بیاہ شادی کا معاملہ۔ سوائے کسی ایسے مرد یا عورت کے جو اپنی مرضی سے مجرد رہنا چاہے۔ دنیا میں آجتک کوئی انسان بغیر جوڑے کے نہیں رہا۔

اعرابی۔ تو کیا میں اعراف کی حالت کو ترک کر کے اسلام قبول کر لوں؟

مسلم۔ فوراً قبول کیجئے۔

اعرابی۔ مگر مشکل یہ ہے۔ کہ میں اسلام کس کے ہاتھ پر قبول کروں۔ کیونکہ مجھے ایسا کوئی مسلمان نظر نہیں آتا جو فرقہ بندی کی قید سے آزاد ہو میں نہیں چاہتا کہ ان لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر ہاتھ دوں۔

مسلم۔ آپ نے اسلام اپنے اور اپنے خدا کے لئے قبول کرنا ہے یا انسانوں

کے لیے؟

اعرابی۔ اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے۔

مسلم۔ تو پھر سوچتے کیا ہیں۔ یہ کتاب قرآن پاک رب العزۃ کا قانون ہے۔ اس کو تسلیم کیجئے۔ اس کے اوامر و نواہی کا مطالعہ کیجئے۔ جن اعمال کے کرنے کی اس میں تاکید ہے۔ وہ کیجئے۔ جن نواہی سے بچنے کی ہدایت ہے۔ ان سے بچئے۔ بس آپ مسلمان ہیں۔

اعرابی۔ یہ تو بڑا آسان طریقہ ہے۔

مسلم۔ آسان بھی ہے۔ اور مشکل بھی ہے۔ عامل کے لئے۔ آسان تر ہے مگر گریزندہ کے لئے مشکل ترین ہے۔ اسلام سے بڑھکر دنیا میں کوئی آسان اور سادہ مذہب نہیں ہے۔ اور قرآن مجید سے بڑھکر دنیا میں کوئی مذہبی کتاب انسان کا بہترین رفیق و غمگسار نہیں۔

اعرابی۔ تو کیا اس سے آپ کا یہ مطلب ہے۔ کہ میں اہل قرآن بن جاؤں۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ مسلمانوں میں ایک فرقہ اہل قرآن بھی ہے۔

مسلم۔ میں اس فرقہ کو خوب جانتا ہوں۔ وہ فرقہ اہل قرآن کی نسبت اہل لغت کہلائے جانیکا زیادہ حقدار ہے۔ وہ صراط مستقیم سے بہت دور جا پڑا ہے۔ اور لغت میں پھنسکر رہ گیا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید الجھنوں سے نکالتا ہے۔ میں آپ کو ہرگز مشورہ نہیں دونگا کہ آپ اس قسم کے فرقوں میں پھنسکر پریشان ہوں۔

اعرابی۔ آخر لوگوں کو پتہ کیسے لگیگا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں؟

مسلم۔ (مسکرا کر) اگر یہی شوق ہے تو تیار رہئے کہ پہلے ہی سوال والے [illegible] دی [illegible] دینا۔ مگر آپ اس کے لئے انتظار کیوں کرتے ہیں۔ جب [illegible] ہی دیکھ لیا کرتے ہیں۔ [illegible] ہوتی ہے۔ [illegible] کہ آپ نے اب اور کوئی سوال تو نہیں کرنا ہے۔

اعرابی۔ سوال تو ابھی بہت سے باقی ہیں۔

مسلم۔ تو پھر انکو حل کر لیجئے۔

اعرابی۔ بہت بہتر۔

دوسری فصل

علم و اسلام

اعرابی۔ یہہ تو میں نے مان لیا۔ کہ ایک خدا۔ ایک رسول اور ایک ہی کتاب پر ایمان رکھکر مسلمانوں کا سینکڑوں فرقوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کو کافر و مرتد کہنا انکی اپنی نفسانیت اور دوکانداری کی بنا پر ہے۔ اور کہ اسلام کا اس میں کوئی قصور یا دخل نہیں ہے۔ مگر اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ اسلام اور مسلمانوں میں جہالت دور ولپ رہی ہے؟

مسلم۔ مسلمانوں کی جہالت کو اسلام کی طرف منسوب کرنا غلطی ہے۔

اعرابی۔ کیوں صاحب! اگر اسلام نے یہ تعلیم نہ دی ہوتی۔ کہ مذہب میں علم و عقل کو دخل نہیں ہے۔ تو مسلمان اتنے جاہل کیوں ہوتے پس مسلمانوں کی جہالت اسلام کی ہی بدولت ہے۔

مسلم۔ اسلام نے کہیں بھی یہ تعلیم نہیں دی کہ مذہب میں علم و عقل کو دخل نہیں ہے۔

اعرابی۔ واہ! آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ دروغ گو یہ بدہ نے تو۔ کیا اسلام نے یہہ نہیں کہا۔

علموں بس کریں او یار اکو الف تیرے درکار
پڑھتا علم عزازیل نے پڑھیا جھگا چھا! او بد اسڑیا

مسلم۔ ماشاء اللہ چشم بد دور آپ نے تیر تو خوب نشانہ پر مارا۔ یہہ قرآن مجید کے کون سے پارہ کی آیت ہے؟

اعرابی۔ یہہ تو مجھے پتہ نہیں۔ مگر جس مسلمان سے پوچھو۔ وہی کہتا ہے کہ شیطان فرشتوں کا اوستاد تہا۔ اس کو اپنے علم پر گھمنڈ تھا بس اسی علم نے اس کا بیڑا غرق کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ علم نہیں پڑھنا چاہئے۔ خالی ڈنڈے بجانے چاہئیں۔

مسلم۔ خالی ڈنڈے بجانے چاہئیں۔ یا ڈنڈے مارنے بھی چاہئیں؟

اعرابی۔ آپ تو مخول کرتے ہیں حالانکہ میں نے نہایت سنجیدگی، ومتانت سے اہل اسلام کا مقولہ پیش کیا ہے۔

مسلم۔ میں مخول نہیں کرتا۔ میں نے ڈنڈے بازی کا احتیاطاً اس لئے ذکر کر دیا تھا۔ کہ شاید آگے چل کر آپ "اہل اسلام" کا یہ مقولہ بھی پیش کر دیں۔

چار کتاباں عرشوں آئیاں پنجواں آیا ڈنڈا
ڈنڈے باجھوں بھجدا ناہیں بیدینی دا کنڈا

اعرابی۔ میں اس کا مطلب نہیں سمجھا۔

مسلم۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ عرش سے چار کتابیں نازل ہوئیں۔ مگر پانچویں کتاب ڈنڈا بھی عرش سے ہی اترا۔ ڈنڈے بازی کے بغیر بے دینی کے کانٹے نہیں ٹوٹ سکتے۔

اعرابی۔ کیا خوب! میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ اسلام نے ڈنڈے بازی کی تعلیم دی ہے۔ جب۔ دیکھئے اُدھر ہی ڈنڈایت مسلمان!

مسلم۔ ابھی تو آپ نے میرے منہ سے "ڈنڈے بازی" کا لفظ سنکر مجھ سے سوال ازراہ تفنن۔ مگر آپ اتنی جلدی خود ہی اس کے معنی بھی بن گئے۔ اور اپنے پہلے سوال کو بھول گئے۔

اعرابی۔ نہیں۔ میں پہلے سوال کو نہیں بھولا۔ مجھے وہ بھی یاد ہے۔ مگر یہ ڈنڈے بازی کا سوال بھی تو میں نے کرنا ہے۔

مسلم۔ بہت بہتر۔ مگر آپ پہلے ایک سوال کا فیصلہ کریں۔ خواہ علم و عقل کا۔ خواہ ڈنڈے بازی کا۔

اعرابی۔ اچھا آپ پہلے اس سوال کا ہی جواب دیں۔ کہ اسلام نے مذہب میں علم و عقل کا دخل کیوں جائز نہیں رکھا۔

مسلم۔ آپ نے شیطان کا نام لیا تھا کہ وہ بہت علم کی وجہ سے مردود ہوا۔ بتائیں علم نہیں پڑھنا چاہئے۔ کیا یہیں سے یہ بات ثابت نہ کر دوں۔ کہ شیطان علم کی وجہ سے مردود رجیم نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس کی وجہ اس کی جہالت تھی؟

اعرابی۔ واہ صاحب! سارے مسلمان تو اس کو فرشتوں کا استاد مانیں۔ اور آپ اس کو جاہل کہیں!

مسلم۔ نہ وہ فرشتوں کا استاد تھا۔ نہ پڑھا لکھا۔ بلکہ وہ محض کندۂ ناتراش و اجہل وجود تھا چنانچہ اس کی جہالت ہی اس کی ہلاکت کا باعث ہوئی۔

اعرابی۔ کیونکر؟

مسلم۔ اگر آپ چند منٹ تک خاموشی سے سننا پسند کریں تو میں اس معاملہ پر اور آپ کے سوال و جواب پر کچھ روشنی ڈالتا ہوں۔

اعرابی۔ میں خاموشی سے سنونگا۔ آپ بیان فرمائیں۔

مسلم۔ بہت بہتر۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ مذہب میں علم و عقل کو دخل نہیں۔ اس بات کی تائید میں آپ نے ایک بازاری تک بھی پیش کی ہے۔ جو نہ قرآن مجید کی آیت ہے۔ نہ کسی عالم و فاضل کا قول ہے۔ میں قرآن پاک سے ہی اس بات کو ثابت کرونگا کہ مذہبی معاملات میں علم و عقل سے کام لینے اور ان پر غور و تدبر کرنے کی جس قدر زور شور کے ساتھ قرآن مجید نے تعلیم دی ہے۔ اسکی نظیر دنیا کی کسی دوسری مذہبی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ میں تو یہ کہونگا کہ اسلام کی بنیاد ہی علم و عقل پر ہے۔ اور نہ اسلام جہلا کا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ وہ عالموں فاضلوں کا اور عقلمندوں کا مذہب ہے چنانچہ قرآن پاک کی ہی آیات مقدسہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلا دعویٰ جو انسان نے اس دنیا میں آنکھ کھولتے کے ساتھ ہی کیا وہ علمیت کا دعوے تھا۔ اور سب سے پہلی نعمت جو خداوند قدوس نے انسان کو اس دنیا میں ظاہر کرکے عطا کی تھی۔ وہ علم کی نعمت تھی اور سب سے پہلی بحث جو انسان نے اس دنیا میں آنکھ کھولتے کے ساتھ ہی کی وہ علمی بحث تھی۔ اور سب سے پہلی فتح جو انسان نے اس دنیا میں آنکھ کھولتے کے ساتھ ہی حاصل کی وہ علمی فتح تھی۔ اور سب سے پہلی سلطنت جو انسان نے اس دنیا میں قائم کی وہ علمی سلطنت تھی۔ اور سب سے پہلی تلوار جو انسان نے اس دنیا میں اپنے مخالفوں کو فتح کرنے کے لئے چلائی وہ علم کی تلوار تھی۔ چنانچہ اس علمی دعویٰ۔ اس علمی نعمت۔ اس علمی بحث اس علمی فتح۔ اس علمی سلطنت۔ اور اس علمی تلوار کا ذکر قرآن مجید نے نہایت ہی عمدہ

طور پر یہ الفاظ کہا ہے:-

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً
قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ
وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ
مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ
عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۖ إِنَّكَ
أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ ۖ
فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ وَإِذْ قُلْنَا
لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ
وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ (سورۃ البقرہ پ۱)

جب ایک علم دوست قرآن مجید کی ان آیتوں پر نظر ڈالتا ہے۔ اور ان پر تدبر کرتا ہے۔ تو وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ قرآن پاک نے علم کو ایسی طاقت تسلیم کیا ہے۔ جس کے ذریعہ سے خاکی پتلی سے پیدا کیا ہوا انسان فرشتوں پر بھی فتح حاصل کر سکتا اور ان کو اپنے سامنے سر جھکانے کے لئے مجبور کر سکتا ہے۔ اگر ہم ان آیتوں کی ظاہری منطق کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف وہی معانی لیں۔ جو کہ بغیر کسی قسم کی تفسیر کے ان آیتوں کے الفاظ میں دیئے ہیں۔ اور ہم اس کو زمانہ گذشتہ کا ایک تفاعلی واقعہ تسلیم کر لیں تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ آدم اور فرشتوں میں علمی بحث ہوئی۔ اس بحث کا فیصلہ ذات حق نے آدم کے حق میں کیا کیونکہ آدم کا علم فرشتوں کے علم سے افضل و اکمل تھا۔ اسی علمی فضیلت کی بنا پر فرشتوں نے آدم کے سامنے سر جھکا دیا جس صورت میں کہ خود خدا نے انسان کو علمی طاقت کے ذریعہ فرشتوں پر فضیلت حاصل کی ہو۔ اور فرشتوں سے اس کی علمی فضیلت کو تسلیم کیا ہو۔ اس صورت میں یہ کہنا کہ اسلام اور قرآن مجید نے انسان کی اور مادی و مذہبی معاملات میں علم و عقل سے کام لینے کی اجازت نہیں دی۔ اسلام پر

محض بہتان و افترا ہے۔ مگر ایک شخص جو آدمؑ اول کی پیدائش کا فرشتوں اور
ابلیس کے وجود کا منکر ہے۔ وہ یہہ کہتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی اِن آیتوں سے بیشک
علم کی فضیلت تو ثابت ہوتی ہے لیکن اس بات کا کیا ثبوت کہ آدمؑ اور فرشتوں
کا یہہ قصہ درحقیقت سچ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہہ قصہ ہی محض بناوٹ ہے۔ کیونکہ نہ
آدمؑ پیدا ہوا۔ نہ فرشتوں کا وجود ہے۔ نہ شیطان ہے۔ جب یہہ کچھ بھی نہیں تھا
اور کچھ بھی نہیں ہے۔ تو پھر آدمؑ اور فرشتوں کا جو یہہ ڈراما گھڑا گیا ہے۔ یہ
بھی محض بناوٹ ہی ہے۔ اس گھڑنت سے کیا فائدہ؟ اگر بفرض محال یہ مان
بھی لیا جاوے۔ کہ اس قسم کا کوئی تواریخی یا مقامی واقعہ ہوا تھا۔ تو ہمیں اس
سے کیا؟ وہ زمانہ گذر گیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ واقعہ بھی رفت و گذشت ہو گیا۔ اب
زندوں کے سامنے یہہ گڑے مردے اکھاڑنے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ اب ہمارے
سامنے نہ آدم ہے۔ نہ ہم کہیں فرشتوں کا نام پاتے ہیں۔ نہ کہیں ابلیس کی شکل نظر
آتی ہے۔ یہہ اعتراض نہایت معقول ہے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ آدمؑ نے جو علم کی
طاقت سے فرشتوں پہ بزرگی یا فتح حاصل کی وہ محض زمانہ ماضی کا ایک مقامی واقعہ
ہی نہیں تھا۔ بلکہ یہہ ایک عالمگیر اصول ہے۔ جو اس وقت بھی ہمارے سامنے
عمل کر رہا ہے۔ وہی خدا۔ وہی ملائکہ۔ وہی خلیفہ۔ وہی آدم۔ وہی ابلیس۔ وہی
جنت اس وقت بھی ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اور ہم اپنی آنکھوں سے اس تمام
ڈرامے کو دیکھ رہے ہیں۔ ہم یہہ بھی دیکھ رہے ہیں۔ کہ آدمؑ اس وقت بھی علم کی
تلوار کے ذریعہ ملائکہ کو مغلوب کر رہا ہے۔ ہم یہہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ آدمؑ ہماری
آنکھوں کے سامنے ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کی پاداش میں جنت سے نکال جا کر
دکھ اٹھا رہا ہے۔ اور جب ہم اپنی آنکھوں سے اس ڈرامے کو دیکھ لیتے ہیں تو قرآن مجید
کی صداقت پر نہ صرف ہمارا اعتقاد مضبوط ہو جاتا ہے۔ بلکہ ہمارا یقین عین الیقین
ہو جاتا ہے۔ جس وقت اس ڈرامے کا پہلا پردہ ہماری آنکھوں کے سامنے اٹھتا
ہے۔ تو ہماری نظر ایسی مخلوق پر پڑتی ہے جن کی شکلیں بڑی نورانی ہیں۔ خوب بڑے ہی
خدا ترس اور خدا پرست دکھائی دیتے ہیں۔ وہ خدا کی تسبیح اور تقدیس کرتے رہتے
ہیں۔ رات دن خدا کی پوجا کرتے رہنا ہی ان کا شغل، اور ان کا کام ہے۔ وہ دنیا

وہ دنیا سے بالکل لاپرواہ اور زمانہ کی ہوا سے قطعی بے آگاہ ہیں۔ وہ اپنی حالت اور
اپنے اردگرد کے حالات میں کسی قسم کی تبدیلی کے خواہشمند نہیں ہیں۔ اُن کو اپنے
زہد و اتقا۔ ریتی پوجا پاٹھ تسبیح و تقدیس پر بڑا ناز اور بھروسہ ہے۔ یہاں تک کہ
وہ خدا کو بھی اس کے کاموں میں مشورہ دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اگر موقع
ملے تو وہ خدا کی کسی تجویز کے برخلاف پروٹسٹ کرنے سے بھی نہیں جھجکتے۔ نہ ہی وہ
اپنے علم و فضل سے کسی دوسرے کے علم و فضل کو بڑا سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے آپکو سب سے
افضل اور دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھنے کے عادی ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ خدا کے
نام کی مالا جپتے جانا اور دوسروں پر فسادی۔ خونی۔ کینہ پرور وغیرہ کا فتوے
لگائے جانا ہی اُن کی زندگی کا مقصد ہے۔ پوجاریوں کے اس گروہ کو قرآن مجید میں
ملائکہ یا فرشتوں کے نام سے پکارا گیا ہے۔ جب اس ڈرامے کا دوسرا پردہ اُٹھتا ہے
تو ہم اس پہلی قسم کی مخلوق کو ایک دوسری قسم کی مخلوق کے برخلاف سرگوشی کرتا ہوا پاتے
ہیں۔ چونکہ اس کائنات کے ناظم کی طرف سے اس سٹیج پر ایک ایسی مخلوق کے
لانے کا انتظام کیا گیا ہے جس کو نہ اپنی پیدائش پر ناز ہے۔ نہ اپنی شکل و صورت پر
فخر ہے۔ نہ اپنے زہد و اتقا پر بھروسہ ہے۔ نہ پوجا پاٹھ کا گھمنڈ ہے۔ بلکہ وہ اپنے
آپ کو محض ایک خاکی وجود سمجھتا ہے۔ جو کہ سڑی ہوئی مٹی سے اُٹھایا گیا ہے۔ وہ
خاک سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور خاکساری کی مثال ہے۔ وہ ملائک کی نظر میں ایک
نفرت کی چیز ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ سٹیج کا ناظم ایسے خاکی وجود کو اُن میں لا کے
اُن پر اس کو فضیلت دے۔ اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے وہ سٹیج
کے ناظم کو مشورہ دیتے ہیں کہ یہ خاکی وجود جس کو تو سٹیج پر لانا چاہتا ہے فتنہ و فساد
برپا کریگا۔ یہ مفسد و خونی ہوگا۔ کیا ضرورت ہے کہ تو ایسے فسادی کو پیدا کرے۔ یہ ایک
بڑی بھاری جسارت ہے۔ جو اس پوجاری کلاس سے ظہور میں آتی ہے۔ مگر سٹیج کا ناظم
اس پوجاری کلاس کو ننگے پوجا پاٹھ کا گھمنڈ کرنے اور اُن کی اس خود پسندی یا پرواز
کے بلند نگے مشورہ پر ڈانٹ بتاتا ہے۔ اور وہ اس خاکی وجود کو جو ملائک کی نظر میں
ایک نفرت کی چیز ہے علم و عقل کے زیور سے آراستہ کرتا ہے۔ وہ اس کو زمانہ کے
سرد و گرم سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ وہ اس کو صرف پوجا کرنے تک محدود نہیں رکھتا بلکہ

اُس کو ان تمام علوم سے بھی آراستہ و پیراستہ کرتا ہے جن کے ذریعہ وہ کائنات کے
مختلف طبقات کو مطیع و منقاد کر کے اُن کو اپنے لئے اور اپنے آپ کو اُن کے لئے مفید
ثابت کر سکے یعنی کائنات کا ناظم علیٰ کل حال بن سکے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس خاکی وجود کو
جس پر پوجاری گروہ نے خونی اور فسادی کا فتویٰ لگایا اور اس کو حقارت کی نظر سے دیکھا
علوم و فنون کے زیور سے آراستہ کر کے ملائک یا پوجاریوں کی جماعت پر یہ فضیلت
دیکر اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا ثبوت دے۔ جب اس ڈرامے کا پردہ اٹھتا
ہے۔ تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کائنات کے اسی سٹیج پر ایک طرف تو پوجاریوں یا ملائک کا گروہ
ہے جن کو اپنی عبادت یا پوجا پاٹھ پر اپنے زہد و اتقا پر۔ اپنے علم و فضل پر۔ اپنی قدوسے
بازی پر۔ اپنی نورانی شکل و صورت پر بڑا گھمنڈ ہے جو اسی گھمنڈ سے متحرک ہو کر خدا کو بھی
اُس کے کاموں میں بلا مانگے مشورہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ دوسری طرف دنیا کے
کل علوم و فنون کا جامہ اوڑھے ہوئے ایک خاکی وجود ہے۔ جس کو نہ اپنی عبادت
یا پوجا پاٹھ پر ناز ہے۔ نہ اپنے زہد و اتقا پر بھروسہ ہے۔ نہ اُس کو اپنی شکل و صورت
پر گھمنڈ ہے۔ اس کائنات کے سٹیج کا مالک پوجاریوں کی جماعت پر اس حقیقت کا
انکشاف کرنے کے لئے کہ خالی تھیالوجی (علم الٰہی) پڑھ لینے اور دوسروں کو اپنے
سے کمتر سمجھ لینا کافی نہیں ہے۔ بلکہ تھیالوجی (علم الٰہی) سے بڑھ کر کچھ اور بھی علوم و
فنون ہیں جن کا جاننا اور سیکھنا ناظم کی منشا کے مطابق ہے۔ وہ پوجاریوں یا
ملائک کی جماعت کے سامنے جو محض اپنی پوجا پاٹھ پر ہی گھمنڈ کر رہی تھی۔ دنیا کے
مختلف علوم و فنون مثلاً جیولوجی۔ منرالوجی۔ بیالوجی۔ بوٹانی۔ فزیالوجی۔ زوآلوجی۔ اناٹومی
سرجری۔ ہائی جین کیمسٹری۔ اسٹرانومی۔ پولیٹیکل اکانومی۔ پولیٹکس نیشنل اور انٹرنیشنل
پالیٹکس۔ ٹریڈ اور فری ٹریڈ۔ ڈومیسٹک اکانومی۔ سیکشوئل سائنس۔ ایلوپیتھی۔ ہومیوپیتھی۔
کروموپیتھی۔ اوسٹیوپیتھی۔ آرکی ٹیکچر۔ سیری کلچر۔ ایگری کلچر۔ کٹلری سمتھی۔ کارپینٹری۔ ویونگ۔
سوئمنگ۔ کوکنگ وغیرہ مختلف علوم و فنون کا پرچہ رکھ دیتا ہے۔ اور پوجاریوں سے
کہتا ہے کہ اگر تم سمجھتے ہو۔ کہ زندہ رہنے یا زندگی کے لئے محض پوجا پاٹھ کرتے رہنا اور میرے
نام کی مالا جپتے رہنا ہی کافی ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ تم سب سے افضل اور عالم و فاضل ہو۔
اور کہ تمہاری موجودگی میں کسی ایسے دوسرے وجود کی ضرورت نہیں ہے جو تمہارے

نسبت میری کائنات کو سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا زیادہ ملکہ رکھتا ہو۔ تو
ذرا ان ضروری سوالات کا جو کہ میری کائنات کے مختلف شعبوں سے متعلق ہیں مجھے
جواب دو تاکہ میں جانوں۔ کہ تم نے میرے اس کائنات کے پیدا کرنے کے مقصد کو کہاں
تک سمجھا ہے۔ یہ نہیں پوجا پاٹ یا ملاؤں کی وہ جماعت جن کا اب تک یہی خیال
تھا کہ محض کسی شے پر پوجا پاٹھ کر چھوڑنا۔ یا ہر وقت خدا کی کسی تجویز یا کام پر نکتہ چینی
کر دینا۔ یا دوسروں پر مفسد و فتنہ پرداز ہونے کا فتوے لگا دینا سب سے بڑا علم اور
سب سے بڑا ہنر ہے۔ ان سوالات کو سننے کے ساتھ ہی چلا اٹھتے ہیں کہ جناب! ہم نے
تو تھیالوجی (ملاازم) کے سوائے دوسرا علم پڑھا ہی نہیں۔ ہم تو صرف اتنا ہی جانتے
ہیں کہ تیری پوجا کر لی۔ یا اس قسم کے خاکی وجودوں پر جس کو تو نے ہمارے درمیان
پیدا کیا ہے۔ خونی۔ فسادی۔ فتنہ پرداز وغیرہ کا فتویٰ لگا چھوڑا۔ ہم تو تھیولوجسٹ (ملا)
ہیں۔ ہمیں تھیالوجی (ملاازم) کے سوائے دنیا کے دیگر علوم و فنون سے کیا تعلق۔
جب تھیولوجسٹوں (ملاؤں) کا گروہ یہ جواب دے چکتا ہے۔ تو کائنات کے سب [illegible] کا
[illegible] اس خاکی وجود کو ان علوم و فنون کے متعلق سوالات کا جواب دینے کے لئے
[illegible] ہے۔ چنانچہ وہ تمام سوالات کا کما حقہ جواب دیتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ
ان علوم و فنون کا جاننا اور سیکھنا کیوں ضروری ہے۔ اس خاکی وجود کی [illegible]
[illegible] حکمت آشکار [illegible]
[illegible] پیدا کرنے [illegible] اور [illegible]
[illegible] (ملاازم) کے سوائے [illegible] علوم و فنون میں جن کا جاننا [illegible]
ضروری ہے۔ کائنات کے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

کے نمائندے کو قرآن مجید نے آدم کے نام سے پکار کر ہدایت کی ہے۔ کہ:۔

يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا
حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ
الظَّالِمِينَ ۝

جس زمین کی خلافت کے لئے تم کو پیدا کیا گیا ہے۔ تم اس میں سکونت اختیار کرو
ہم نے تم کو علم وہنر کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے۔ تم اسی علم وہنر کی طاقت سے
اس زمین پر امن وچین کی زندگی بسر کرو۔ لطیف ومرغوب اشیاء کھاؤ پیو۔ اور
جہاں مرضی ہے چلو پھرو۔ مگر خبردار۔ یہ علوم وفنون تمہیں تکبر وگھمنڈ سے نہ بھر دیں
اگر تم بھی ابلیس کی طرح متکبر اور گھمنڈی ہو گئے تو تم تباہ وبرباد ہو جاؤ گے۔ آدم اور
ابن آدم نے اپنے علم وہنر کی بدولت زمین کو گلزار بنا دیا۔ مگر جب ہی اس نے اپنے
علم وہنر پر گھمنڈ کیا۔ اور دوسروں کو اپنے سے حقیر وبے بضاعت جان کر گردن بلند
کی۔ تب ہی وہ تباہ وبرباد ہو گیا۔ تواریخ اس قسم کے واقعات سے لبریز ہے۔ خود قرآن
مجید اس قسم کے درجنوں واقعات ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ دور کیوں جاتے
ہو۔ یورپ کا نقشہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ آدم نے اپنے علم وہنر کی طاقت
سے سرزمین یورپ کو بہشت کا نمونہ بنا دیا۔ جس میں ہر ایک قسم کی راحت کے
سامان مہیا کئے گئے۔ مگر

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ
وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۔

جس نخوت، تکبر اور گھمنڈ نے ابلیس کو برباد کیا تھا۔ اور جس تکبر اور گھمنڈ کے درخت
کے نزدیک جانے سے آدم کو روکا گیا تھا۔ اسی گھمنڈ نے آدم اور ابن آدم
میں راستہ پایا۔ اور ان کو امن پسندی صلح جوئی۔ انکساری۔ خاکساری کی
حالت سے باہر نکال کر تکبر وگھمنڈ سے بھر دیا۔ اور اس تکبر کے آنے کے ساتھ ہی ان کی
امن چین۔ راحت وآرام کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ایک دوسرے کے جانی
دشمن ہو گئے۔ کیا یہ اسی تکبر اور غرور کا نتیجہ نہیں ہے کہ یورپ اپنے جنگ و
جدل کی بدولت آج جہنم کا نمونہ بن رہا ہے۔ لاکھوں مرد قتل ہو گئے۔ عورتیں بیوہ

کی بنا پر آدم کی علمیت اور بزرگی کا علم ہوگیا۔ تو اُنہوں نے حقیقت کو جھوٹ کے پردے میں چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ کھلے الفاظ میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے حق و حقانیت کے سامنے سر جھکا دیا۔ خدا کے سچے پرستاروں کی یہی شان ہوتی ہے۔ اگر حقیقت کا علم ہو جانے کے باوجود اس کو جھوٹ کے پردوں میں چھپانے کی کوشش کرنے والوں کو قرآن مجید میں ابلیس کے نام سے پکارا گیا ہے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ:۔

"صلیب کا کلام ہلاک ہونے والوں کے نزدیک بیوقوفی ہے۔۔۔ میں حکیموں کی حکمت کو نیست اور سمجھنے والوں کی سمجھ کو ہیچ کروں گا کہاں حکیم۔ کہاں فقیہہ۔ کہاں اس جہان کا بحث کرنے والا۔ کیا خدا نے اس جہان کی حکمت کو بیوقوفی نہیں ٹھہرایا۔ اس لئے کہ جب حکمت الٰہی سے یوں ہوا کہ دنیا نے اپنی حکمت سے خدا کو نہ پہچانا تو خدا کی یہ مرضی ہوئی کہ منادی کی بیوقوفی سے ایمان لانے والوں کو بچاوے چنانچہ یہودی کوئی نشان چاہتے ہیں۔ اور یونانی حکمت کی تلاش میں ہیں مگر ہم مسیح کی جو مصلوب ہوا منادی کرتے وہ یہودیوں کے لئے ٹھوکر کھلانے والا پتھر اور یونانیوں کے لئے بیوقوفی ہے۔ خدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت کی نسبت حکمت والی ہے۔ اے بھائیو! تم اپنی بلاہٹ پر نگاہ کرو۔ کہ اس میں دنیا کے بہت سے حکیم، بہت سے اقتدار والے اور بہت سے اشراف شامل نہیں ہیں۔ مگر خدا نے دنیا کے بیوقوفوں کو چن لیا۔ تاکہ حکیموں کو شرمندہ کرے۔ اور دنیا کے کمینوں اور حقیروں کو اور ان کو جو شمار میں نہیں آتے۔ خدا نے چن لیا۔ تاکہ انہیں جو شمار میں ہیں ناچیز کرے۔" (۱۔ قرنتھیوں ۱: ۱۸۔۲۸)

مگر کیا قرآن مجید بھی منادی کی "بیوقوفی" اور کلام کی "بیوقوفی" کے ذریعہ دنیا کے "کمینوں" اور "جاہلوں" کو چن لیتا اور حکیموں کی "حکمت" کو "نیست" اور سمجھنے والوں کی "سمجھ" کو "ہیچ" کر ڈالنے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ وہ جا بجا صرف یہی نہیں

نہیں ہونا پڑیگا۔ نہ ہی تم کو مذہبی دنیا میں کبھی نیچا دیکھنا پڑے گا۔ بلکہ تم اس میدان میں یقیناً فتح حاصل کروگے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔

(المائدہ ۳)

قرآن مجید کسی قسم کے معموں اور پہیلیوں کی کتاب نہیں ہے بلکہ وہ ایک روشنی کی کتاب ہے جس میں بغیر کسی قسم کے اینچ پینچ کے ہر ایک اصول کو بیان کر دیا گیا ہے۔ نیز

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ

اِلَى النُّوْرِ۔ (ابراہیم ۱)

وہ حق و حقانیت سے بے خبر لوگوں کو جو کہ توہمات کے اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں اس تاریکی سے نکال کر حق و حق پرستی کی روشن زمین میں لاتے علاوہ ازیں قرآن مجید کی بڑی بھاری خوبی یہ ہے کہ

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّ

رَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔ (النحل ۲۰)

وہ دینی و دنیوی معاملات میں مکمل رہبر ہے۔ دین و دنیا کے تمام مسائل صاف اور واضح الفاظ میں بیان کر دیتا ہے۔ وہ دینی معاملات میں ہماری رہبری کرتا ہے۔ وہ دنیوی معاملات میں ہمارے آرام کا باعث بنتا ہے۔ اور وہ ہمارے سامنے سے شک و شبہات کے تمام پردوں کو دور کر کے ہمیں اطمینان قلب سے بہرہ اندوز کرتا ہے۔ اس کی آیتیں کسی قسم کے معموں، پہیلیوں، خلاف علم و عقل مسائل کو پیش نہیں کرتیں۔ یہاں تک کہ وہ رسالت کا منصب مبارک بھی ایسے مقدس انسانوں کے سپرد کرتا ہے۔ جو علم و عقل یا حکمت و دانش کے دشمن نہ ہوں۔ بلکہ وہ

يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ

يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (البقرۃ ۱۹)

اپنے قول و فعل سے۔ اپنی صحبت سے گرے ہوئے انسان کو اٹھا دیتے

تیسری فصل

عقل و اسلام

اعرابی۔ اچھا صاحب! میں نے اس بات کو تو مان لیا۔ کہ اسلام کی بنیاد علم پر ہے مگر یہہ کیا معاملہ ہے۔ کہ اس میں عقل کو دخل نہیں؟

مسلم۔ یہ آپ نے کس سے سُنا کہ اسلام میں عقل کو دخل نہیں؟

اعرابی۔ یہہ بھی میں نے مولوی صاحبان سے ہی سُنا ہے۔ کہ دینی مسائل میں اپنی عقل سے دخل دینے والا جہنم میں جاتا ہے۔

مسلم۔ تو کیا آپ کا یہہ خیال ہے۔ کہ اسلام بیوقوفوں کا مذہب ہے؟

اعرابی۔ ہرگز نہیں۔

مسلم۔ تو پھر جس رب العزت نے انسان کو عقل دی۔ وہ اس کو یہہ حکم کیونکر دے سکتا تھا۔ کہ تو نے اس سے کام نہ لینا؟

اعرابی۔ بات تو ٹھیک ہے۔ مگر میں بھی تو غلط نہیں کہتا کیونکہ میں نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک مولوی صاحب دو فٹا ہاتھ میں لئے پھر رہے تھے جب میں نے ان سے پوچھا کہ یہہ دو فٹا کیوں ہاتھ میں پکڑ رکھا ہے تو وہ فرمانے لگے کہ اسلام ناپنے کے لئے۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ بھئی مجھے بھی تو بتاؤ۔ بس دو فٹے سے اسلام کی لمبائی چوڑائی کا کیسے پتہ لگتا ہے۔ مولوی صاحب فرمانے لگے کہ میں اس دو فٹے سے پہلے تو داڑھی ناپتا ہوں۔ اور پھر پاجامہ جس کی داڑھی کی لمبائی اور پاجامہ کی ٹخنوں سے اوپر اونچائی ٹھیک نکلتی ہے۔ اس کو میں کہہ دیتا ہوں کہ تیرے اسلام کا طول و عرض ٹھیک ہے اور تو پکا مسلمان ہے۔ تیرے لئے بہشت کا دروازہ کھلا ہے۔ مگر جس کی داڑھی چھوٹی، اور پاجامہ لمبا ہو۔ اسکو

عقل کو دخل نہیں۔ ایک غلط نتیجہ ہے۔ حالانکہ قرآن مجید نے جس قدر عقل سے اپیل کی ہے۔ اتنی کسی دوسری مذہبی کتاب نے نہیں کی۔ قرآن مجید نے تو یہاں تک فرما دیا ہے۔ کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ وہ حیوان بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔

اعترانی۔ اگر قرآن مجید نے ایسا دعوے کیا ہے تو وہ واقعی قابل قدر ہے۔

مسلم۔ یہاں اگر مگر کا تو سوال ہی نہیں۔ قرآن مجید موجود ہے۔ آپ اس کا مطالعہ کیجئے۔ اور دیکھئے کہ اس بے نظیر کتاب نے کس طرح انسان کو عقل و فکر و غور و تدبر سے کام لینے کی تعلیم دی ہے۔

اعترانی۔ کیا آپ خود ہی قرآن مجید کی ایسی تعلیم کا تھوڑا سا حصہ مجھے سمجھا دیں نہیں دینگے۔

مسلم۔ اگر آپ مجھ سے ہی سننا اور سمجھنا چاہتے ہیں۔ تو مجھے کوئی عذر نہیں میں تقریر کرتا ہوں۔ آپ ذرا غور سے سنیں۔

اعترانی۔ میں نہایت غور سے سنونگا۔ آپ شروع کیجئے۔

مسلم۔ بہت بہتر۔ ذرا توجہ فرمایئے۔

اس بات کا تو فیصلہ ہو چکا ہے۔ کہ انسان جو اس کائنات کے مختلف شعبوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ واقفیت یا علم حاصل کرتا ہے۔ قرآن مجید اس کے اس علم کو صرف یہی نہیں کہ کوئی وقعت نہیں دیتا۔ بلکہ وہ اس کی قدر کرتا ہے۔ اور اس کو علمی نعمت کا ایک حصہ استعمال کرنے کی تاکید کرتا ہے جس طرح دودھ کو بلونے سے مکھن یا گھی نکالا جاتا ہے۔ اسیطرح علم کو بلونے سے انسان میں وہ طاقت پیدا ہوتی ہے جس کو عقل کہا جاتا ہے جس شیر خوار بچہ کو دنیا کی چیزوں کا کوئی علم نہیں ہوا۔ اس کو عقل بھی نہیں ملی لیکن جس قدر وہ دنیا کی چیزوں کے متعلق علم حاصل کرتا جاتا ہے اسی قدر اسکی عقل میں بھی ترقی ہوتی جاتی ہے علم کی پرورش زمین کی ہی سے۔ جس سے عقل کا نازک پودا پیدا ہوتا ہے۔ وہ مذہب جو علمی بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ وہ کب عقل کو پیدا کر سکتا ہے۔ نہ مذہبی امور میں عقل کو دخل دینے کی اجازت دے سکتا ہے۔ علم کا کام مختلف چیزوں کی ماہیت کو پانا ہے۔ عقل کا کام ان تمام چیزوں کو کسی خاص ڈھنگ پر لا کر ایک صحیح بنیاد دینا ہے

والدین کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرو۔ اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر کے مارے قتل مت کرو۔ ہم اُن کو اور تم کو رزق دیتے ہیں۔ بے حیائی کی باتوں کے نزدیک مت جاؤ۔ خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ۔ کسی نفس کو بلاوجہ قتل مت کرو۔ کیونکہ ایسا کرنا حرام ہے۔ خدا نے تم کو ان باتوں کی ہدایت کی ہے۔ تاکہ تم عقل سے کام لو۔ یتیم کے مال میں دست برد مت کرو۔ بلکہ جب تک وہ بالغ ہو جائے اُس کے مال کی اچھی طرح حفاظت کرو۔ اپنے ناپوں اور تولوں کو درست کرو۔ خدا کسی وجود پر اُس کی طاقت سے بڑھکر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اگر تم کو شہادت دینی پڑے تو خواہ اپنا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ سچ بولو۔ اور تم خدا کے نام پر جو وعدہ کرلو۔ اُس کو پورا کرو۔ خدا نے ان باتوں کی ہدایت کی ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ یہی خدا کا راستہ ہے۔ اسی پر چلو۔ اس اصول کو نظر انداز کر کے اگر تم فروعات میں پڑو گے تو تم خدا کے راستے سے بھٹک کر پھوٹ اور نفاق کا شکار ہو جاؤ گے۔ خدا تم کو اسی اصول پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے۔ تاکہ تم ہلاکت سے بچو“۔

قرآن مجید نے مذکورہ بالا آیتوں میں نہ صرف دینی اور دنیوی معاملات کا نچوڑ پیش کر دیا ہے۔ بلکہ اس کی یہ تعلیم ایسی عالمگیر سیرت سے معمور ہے جو ہر ملک، ہر زمانہ اور ہر ایک قوم کے نزدیک علم و عقل کے مطابق ہے۔ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ:-

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا فَإِذَا
دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ
اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۔ [illegible]

اے لوگو! تم کھانے پینے جیسی حاجات کے جھگڑوں میں مت پڑو۔ یہ تمہاری اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ کہ اگر تمہارا دل دوسروں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے کو نہ چاہے تو تم الگ بیٹھ کر کھا لیا کرو۔ اس میں دھرم ادھرم یا پاپ کی کوئی بات نہیں ہے۔ جب کسی کے گھر جاؤ تو یونہی اندر مت گھس جایا کرو۔ بلکہ پہلے

کہ پہلے گھر والوں پر سلام و سلامتی کی دعا کیا کرو۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ اگر گھر میں کوئی موجود ہو گا تو وہ تمہارے سلام کا تم کو جواب دے گا۔ اگر تمہارے سلام کا جواب نہیں ملتا تو سمجھ لو۔ کہ یا تو گھر میں کوئی موجود نہیں ہے۔ یا اگر موجود ہے تو اس کے حالات اس کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ اس وقت تم سے مل سکے بس اس سے تم اپنے لئے نتیجہ نکال لو گے کہ تمکو واپس لوٹ جانا چاہیئے۔ یہ تعلیم تم کو اس لئے دیجاتی ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ اور آپس کی ان بدمزگیوں یا خرابیوں سے بچ سکو۔ جو جہالت یا نادانی کی وجہ سے کسی کے گھر میں بلا اجازت یا بے جواب گھس جانے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس طرح قرآن مجید انسان کی پیدائش کے متعلق بھی علم و عقل کی بنا پر تعلیم دیتا ہے کہ:۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۔ پ ۲۴۔ المومن۔ ۶۷۔

اس دنیا اور دنیا والوں کا خالق خدا وند قدوس ہے۔ وہی ایسی ذات پاک ہے جو زمین سے نباتات کو پیدا کرتا ہے۔ وہی ذات پاک اپنی قدرت کاملہ سے اناج و نباتات سے نطفہ پیدا کرتا ہے۔ وہی ذات پاک اس نطفہ کو ماں کے پیٹ میں علقہ کی شکل میں لاتا ہے۔ وہی ذات پاک اس علقہ کو مختلف مدارج کے اندر سے گزار کر بچے کی شکل میں لاتا ہے۔ وہی ذات پاک اس اندھیری کوٹھری سے اس بچے کو باہر لاتا ہے۔ وہی اس کو ماں کا دودھ اور دنیا کی دیگر نعمتوں سے پرورش ہونے کا سامان دیکر جوان کرتا ہے۔ وہی ذات پاک جوانی کے بعد بڑھاپا لاتا ہے بعض جوانی میں ہی مر جاتے ہیں۔ اور بعض پوری عمر ہو گئے پر مرتے ہیں۔ یہ تمام واقعات ایسے ہیں کہ جن کے متعلق عقل سے کام لینے کی ضرورت ہے قرآن مجید نے ان آیتوں میں انسانی پیدائش کا جو ذکر کیا ہے وہ بالکل ایسے واقعات ہیں جیسے کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ عقل سے کام لینے کے لئے قرآن مجید نے سمجھائی ہے۔ تاکہ تم زیادہ سے زیادہ خدا کی قدرت کاملہ و حکمت بالغہ

کو سمجھ کر اس کے سامنے سربسجود ہو سکیں۔ موجودہ دنیا اور آنے والی دنیا کے متعلق
قرآن پاک بتاتا ہے کہ:۔

وَمَا أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا
وَمَا عِندَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ (پ ۲۰۔ القصص ۶۰)

وہ لوگ جو روح کو محض کیمیائی فعل مانتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں عیش و عشرت
کر لینا۔ اور دنیا کے سامانوں سے فائدہ اٹھا لینا۔ یا کھاؤ۔ پیو۔ موج کرو پر عمل
کرتے رہنا ہی سب کچھ ہے۔ ان کے نزدیک جب جسم نہیں ہوگا۔ تب روح بھی
نہیں ہوگی بس اسی دنیا اور اسی زندگی پر سب کچھ ختم ہے۔ مگر یہ ان کی بیوقوفی
ہے۔ وہ حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ حالانکہ جس قدر نعمتیں خدا نے ہم کو اس دنیا میں
دی ہیں۔ وہ ان نعمتوں کے مقابلہ میں جو وہ ہمیں آنیوالی زندگی میں دیگا۔ کچھ
وقعت نہیں رکھتیں۔ اس لئے کہ ہم صریحاً دیکھ رہے ہیں کہ اس نے ہم کو
ماں کے پیٹ میں جو کھانا۔ پانی ہوا وغیرہ نعمتیں دی تھیں۔ وہ موجودہ دنیا
کی نعمتوں کے سامنے بالکل ہیچ تھیں۔ جب اس نے ماں کے پیٹ سے نکال کر
ہم کو اس دنیا میں زندگی اور اس کے سامانوں سے بہرہ اندوز کیا ہے۔ تو
کیا وہ اس دنیا کی زندگی اور اس کے سامانوں سے کہیں بڑھ کر آنیوالی زندگی
کی خوشیوں سے بہرہ اندوز نہیں کریگا۔ قرآن پاک اس کا دوسری جگہ جواب
دیتا ہے کہ:۔

اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ
بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ
اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ
حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ
اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝
سَابِقُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ
السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ
رُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ

کے سامانوں سے معمور کر رہا ہے۔ اس کی یہہ قدرت موجودہ زندگی اور زندگی کے سامانوں کے ساتھ ہی ختم ہو جانے والی نہیں ہے۔ بلکہ اگر ہم عقل سے کام لیکر ان تمام واقعات پر غور کریں تو ہم کو پتہ لگ سکتا ہے کہ زندگی کا یہ سلسلہ ایک بہتر طریقہ پر آئندہ بھی جاری رہے گا۔ قرآن مجید اس حقیقت کو سوال و جواب کے پیرایہ میں ادا کرتا ہے:۔

وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ○ وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۔ (پ۔ مومنون)۔

قرآن پاک دعوے کرتا ہے۔ کہ جس ذاتِ پاک نے تم کو اس زمین پر پیدا کیا ہے وہی ذات پاک تم کو مرنے کے بعد بھی زندہ کرے گا کیونکہ جب تم یہ دیکھتے ہو کہ وہ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات لاتا ہے۔ تو کیا تم کو اس قدر بھی عقل نہیں ہے۔ کہ تم اس بات کو سمجھ سکو۔ کہ مرنے کے بعد پھر کیا حشر ہوگا۔ مگر منکر جواب دیتا ہے کہ:۔

قَالُوا أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۔ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا هَٰذَا مِن قَبْلُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ○

کیا جب ہم مر جائیں گے۔ اور بالکل مٹی ہو جائیں گے۔ ہماری ہڈیاں بھی پراگندہ ہو جائینگی کیا ممکن ہے کہ اس صورت میں ہم جسم کے ساتھ اٹھائے جائینگے ہم سے پہلے لوگوں کو اور ہمارے آباؤ اجداد کو بھی یہی کہا جاتا تھا۔ مگر یہ نری گپ ہے:۔

قُل لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَن فِيهَا إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۔ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ○

ایسے لوگوں کو کہو۔ کہ ذرا علم و عقل سے کام لیکر یہہ تو بتاؤ کہ یہ زمین اور زمین والے کس قدرت کے ماتحت ہیں تو وہ یہی جواب دینگے۔ کہ خدا کی قدرت کے ماتحت ہیں۔ اب تم ان سے پوچھو۔ کہ جب یہہ حالت ہے۔ تو پھر تم اسی سے دوسر

میں دو جگہ عقل سے اپیل کی گئی ہے۔ ان میں سے چند مقامات مفصلہ ذیل ہیں:-

(۱)

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (بقرۃ ۵۔ ۵ ۔ ۴)

تم دوسروں کو تو کہتے ہو کہ اچھے کام کیا کرو۔ مگر خود آپ اس پر عمل نہیں کرتے ہو۔ اور تم کتاب کا بھی مطالعہ کرتے رہتے ہو۔ مگر نہیں جانتے۔ عقل سے کام کیوں نہیں لیتے ہو؟

(۲)

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (بقرۃ ۲۰)

"زمین و آسمان کی پیدائش کیونکر ہوئی۔ دن اور رات کے اختلاف کا کیا باعث ہے۔ سمندروں میں تجارت کی خاطر جہازوں کے چلنے میں کیا فوائد ہیں۔ بادلوں سے مینہ کیسے برستا ہے۔ اور اس سے مردہ زمین کیونکر زندہ ہو جاتی ہے۔ زمین پر جو مختلف قسم کے چرند و پرند پھرتے ہیں وہ کس مطلب کے لئے ہیں۔ مختلف موسموں میں جو ہوا کا رخ بدلتا رہتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ زمین و آسمان کے درمیان جو بھاری بھاری بادل معلق رہتے ہیں یہ کیوں ہیں۔ یہ تمام سوالات پیدا ہیں۔ جو ان لوگوں پر جو عقل سے کام لے کر ان سوالات کو حل کرتے ہیں۔ خدا کی قدرت کا انکشاف کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔

(۳)

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ

(۶)

مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَائِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَاَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ (پ ۷۔ مائدہ ۱۴ع)

بُت پرست کافر خدا پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اُس نے ہی اُن کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ بتوں کے نام بحیرہ یا کن کٹی اونٹنی اور سائبہ یا سانڈ اور وصیلہ جس نے اوپر تلے دو مادہ بچے دیئے ہوں اور حام یا شتر نر چھوڑ دے جائیں جن کو کوئی نہ پکڑے نہ کام میں لائے۔ کیونکہ وہ بتوں کے سانڈ اور سانڈنیاں ہیں کیا خوب! یہ ان بت پرستوں کا خدا کے نام سفید جھوٹ تھوپنا ہے۔ حالانکہ اگر وہ عقل سے کام لینے والے ہوتے تو اُن کو فوراً معلوم ہو جاتا۔ کہ خدا ایسی لغو باتوں کی تعلیم نہیں دیتا +

(۷)

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ (پ ۹۔ انفال ۳ع) +

حقیقت تو یہ ہے کہ وہ لوگ جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ وہ گویا خدا کے نزدیک بدترین حیوان ہیں۔ وہ نہ حق و حقانیت کی باتوں کو سنتے ہیں۔ نہ حق و حقانیت کا اظہار کرتے ہیں +

(۸)

وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ کَانُوْا لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ (پ ۱۱۔ یونس ۵ع) +

یہ ممکن ہے کہ اپنے لوگوں میں سے کئی ہماری باتوں کو سننا بھی چاہیں لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے تب تک یہ ہماری باتوں کو سنکر بھی ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے +

(۹)

وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ۔ پ ۱۱۔ یونس ۱۰ع

کے ماتحت چلنا اس قانون کے سمجھنے کی سچی کا بہت بڑا ثبوت ہے +

(۱۲)

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ ۝ وَمِن ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ پ ۱۴ - النحل - ۹ ع +

اے لوگو! تمہارے اردگرد چارپائے ہیں۔ ذرا ان کے متعلق ہی غور کرو۔ دیکھو یہ گھاس پات کھاتے ہیں جو ان کے پیٹ میں گوبر اور خون بن جاتا ہے۔ مگر گوبر اور خون کے علاوہ ان کے پیٹ میں ایک اچھی چیز بھی پیدا ہوتی ہے جس کو کہ خالص دودھ کہا جاتا ہے۔ جو پینے والوں کو خوب مزہ دیتا ہے۔ بتاؤ! یہ خالص دودھ کون پیدا کرتا ہے؟ اور دیکھو! تمہارے اردگرد ہی کھجور اور انگور کے درخت ہیں۔ جب تم ان کے تازہ پھل کھاتے ہو۔ تو وہ تمہارے لئے بہترین خوراک ثابت ہوتے ہیں۔ مگر جب ان ہی پھلوں کو تم شراب ناب بنا لیتے ہو تو یہی پھل تمہاری عقل کو زائل اور جسم کو تباہ کر دینے کا باعث بن جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ وہ لوگ جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ ان کے لئے یہ تمام سوالات بڑے معرکہ کے سوالات ہیں +

(۱۳)

أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝ فرقان ع ۴

کثرت سے وہ لوگ جو نہ سچی باتوں کو سنتے ہیں۔ اور نہ عقل سے کام لیتے ہیں کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ انسان ہیں؟ ہرگز نہیں وہ انسان نہیں بلکہ حیوان ہیں بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ کیونکہ حیوان کو قدرت نے ادراک کا مادہ دیا ہے جس کے ذریعے سیدھے راستے پر چلایا جاسکتا ہے۔ مگر علم و عقل کے دشمن انسان ایسے ہو سکتے ہیں۔ کہ وہ ٹھوکریں کھا کر بھی سیدھے راستہ پر نہیں آتے +

بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (پ ۳ - ال عمران - ۷ ع)

اہل کتاب سے کہدو۔ کہ آؤ جو باتیں ہم میں اور تم میں یکساں ہیں۔ اُن پر اتفاق کریں یعنی ہم خدا کے سوائے کسی دوسرے کی پرستش نہ کریں۔ اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں۔ اور نہ ہی ہم اپنے جیسے انسانوں میں سے کسی انسان کو اپنا خدا مانیں پس اگر وہ اہل کتاب، اس بات کو ماننے سے انکار کریں۔ تو اُن سے برملا کہدو۔ کہ ہم تمہاری طرح نصرانی نہیں ہو سکتے کیونکہ ہم ایک ہی خدا کے پرستار یا مسلم ہیں۔ نہ کہ تین خداؤں کے۔ اہل کتاب سے جو یہ بحث کرتے ہیں۔ کہ ابراہیم یہودی یا نصرانی تھا۔ یہ بھی کہدو کہ یہ اُن کی بحث ہی سراسر نامعقول ہے۔ کیونکہ یہودی مذہب کی بنیاد توریت پر اور نصرانی مذہب کی بنیاد انجیل پر ہے۔ مگر ابراہیم کے زمانہ میں نہ توریت تھی نہ انجیل تو وہ یہودی یا نصرانی کیونکر ہوا۔ یہ تو ایک موٹی سی بات ہے۔ مگر جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ وہ اس موٹی سی بات کو نہیں سمجھتے ◆

(۱۸)

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (پ ۷ - انعام - ۴ ع)

اے لوگو! تم اپنی عقل سے کیوں کام نہیں لیتے ہو۔ دیکھو جس زندگی پر تم اس قدر گھمنڈ کرتے ہو۔ وہ محض کھیل تماشہ ہے۔ حالانکہ جس آنیوالی زندگی کی طرف سے تم لاپرواہ ہو وہی اصلی زندگی ہے اور وہ موجودہ زندگی سے بہتر ہوگی۔ مگر اُن لوگوں کے لئے جو اس زندگی میں پاک و صاف رہتے ہیں ◆

(۱۹)

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (پ ۲ - بقرہ - ۲۷ ع) ◆

تم سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کس قدر خرچ کرنا چاہیے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جس قدر تمہاری ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد بچ رہے بس کو تم خدا کی راہ میں خرچ کر سکتے ہو۔ خدا تمام باتیں تم پر کھول کر بیان کر رہا ہے تاکہ تم خود بھی سوچ سمجھ سے کام لیا کرو۔

(۲۰)

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ (پ۴ - ال عمرٰن ۲۰)

آسمان اور زمین میں جس قدر مخلوقات بھری پڑی ہے۔ اور رات اور دن میں جس قدر مختلف واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں عقلمند لوگ ان کے ذریعہ خدا کی قدرت دریافت پاتے ہیں۔

(۲۱)

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ۔ (پ۹۔ اعراف ۲۲)

لوگوں کو تاریخ کی باتیں سنا دے تاکہ وہ عقل سے کام لیا کریں۔

(۲۲)

کَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔ (پ۱۱۔ یونس ۳)

جو لوگ [illegible] ہم ان کے لئے کھول کر بیان کر رہے ہیں [illegible] ہیں۔ [illegible] عقل و فکر سے کام لیتے ہیں۔

(۲۳)

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ [illegible] اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔

(پ۱۴۔ النحل ۹)

[illegible] پہاڑوں [illegible]

[illegible]

سوچو! اس چھوٹے سے کیڑے نے یہ کاریگری کس سے سیکھی۔ اور پھر اس کا مختلف پھل پھول والے درختوں میں سے رس چوستے پھرنا۔ اور دور دراز کے سفر کے باوجود اپنے گھر کو نہ بھولنا اُس کی عقل کی بدولت ہے؛ اور پھر اُس کے پیٹ کے ایک خانہ میں مختلف رنگوں کے شہد کا تیار ہونا۔ اور اس شہد میں لوگوں کی مختلف بیماریوں کے دور کرنے کی خاصیت کا موجود ہونا کس کی قدرت سے ہے۔؟ یقیناً اس چھوٹے سے کیڑے کی یہ تمام کاریگری اُس کی لیاقت و خوبی اور اُس کی عقل محض خداداد ہے۔ وہ لوگ جو سوچ سمجھ اور علم و عقل سے کام لینے والے ہوتے ہیں وہ شہد کی مکھی سے بھی بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

(۴)

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ
وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ
جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ (پ۲۔ الروم۔ ۶۳)

اے لوگو! دیکھو یہ کس قدر بڑی قدرت خدا ہے کہ انسان نطفہ کی [illegible] کی وساطت سے مٹی سے [illegible] پیدا ہوتا ہے [illegible] تمہارے جیسے جوان رعنا مرد پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی اسی کی قدرت ہے کہ وہ تمہاری جنس میں سے تمہارے لئے تمہاری بیویاں پیدا کرتا ہے جو تمہاری راحت کا باعث ہوتی ہیں۔ یہ اسی کی قدرت ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے لئے کشش [illegible] رکھتے ہیں جو بقائے نسل کا موجب ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو عقل و فکر سے کام لیتے ہیں ان کے لئے یہ تمام باتیں خدا کی قدرت کا کافی ثبوت ہیں۔

(۵)

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ (پ۲۵۔ الجاثیہ۔ ۲۲)

اے لوگو! تم [illegible] دیکھتے [illegible] خداوند [illegible] نے زمین اور آسمان کی تمام [illegible] چیزوں میں ایسا نظام رکھا ہے [illegible]

ہوا کرتا ہے جو قرآن مجید اسلام کی بنیاد علم و عقل پر رکھتا ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ وہ مذہبی مسائل میں کس قسم کے دلائل اور براہین سے کام لینے کی تعلیم دیتا ہے۔ آیا وہ محض کٹ حجتی سکھاتا ہے۔ یا دلیل محکم و برہان قاطع کا سبق پڑھاتا ہے۔ اس کے متعلق وہ ایک مثال دیتا ہے کہ:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ۝

حضرت ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے پوچھا کہ جن خود ساختہ بتوں کے سامنے تم گھٹنے ٹیک کر دعائیں مانگ رہے ہو۔ ذرا مجھے بھی تو اس بت پرستی کی فلاسفی سمجھاؤ کہ آخر اس کی حقیقت کیا ہے۔ اور یہ معاملہ کیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم نے بت پرستوں سے علمی و عقلی بنا پر یہ ایک سوال کیا تھا۔ مگر بت پرستوں نے بت پرستی کی فلاسفی بیان کرنے میں حسب ذیل کی دلیل سے کام لیا۔ وہ یہ تھی:

قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ۔ (پ۔ الانبیاء۔ ۵۳)

انہوں نے جواب دیا کہ ہم بت پرستی کے حق میں اس سے بڑھ کر اور کوئی دلیل نہیں دے سکتے کہ یہ ہمارا سناتن دھرم ہے۔ ہمارے باپ دادا سب ہی بت پرست تھے۔ بت پرستوں کا یہ جواب کوئی تسلی بخش جواب نہیں تھا۔ انکے اس جواب کو سنکر حضرت ابراہیم فرماتے ہیں:

قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ (پ۔ الانبیاء ۵۴)

تمہارا یہ کہدینا کہ چونکہ تمہارے باپ دادا بھی بت پرست تھے۔ اس لئے تمہارا بت پرستی کا ٹھیک ہی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کا کیا ثبوت کہ تمہارے باپ دادا بھی غلطی پر نہیں تھے؟ یہ ظاہر ہے کہ بت پرست لوگ حضرت ابراہیم کے سامنے بت پرستی کے حق میں کوئی علمی یا عقلی دلیل پیش نہیں کر سکتے تھے۔ نہ ہی وہ اپنے اس فعل کو حق بجانب یا مبنی بر حقیقت ثابت کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے دلیل دی تو صرف یہی کہ یہ ہمارا سناتن دھرم ہے۔ جب حضرت ابراہیم نے اس جواب پر جرح کی تو لاجواب ہو گئے۔ اب وہ حضرت ابراہیم سے پوچھتے ہیں:

قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ۔

کو حماقت تسلیم کر لوگے ۔

فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ۔

چنانچہ ایک روز حضرت ابراہیم نے بت خانے میں جا کر سوائے بڑے بت کے باقی تمام بتوں کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ بڑے بت کو انہوں نے کیوں نہ توڑا۔ اس لیے کہ ان پر حجت پوری کی جاوے۔ چنانچہ:

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔

جب بت پرستوں نے دیکھا کہ کوئی ان کے بتوں کو توڑ گیا ہے۔ تو وہ چیخنے چلانے لگے کہ ہائے ایسا ظالم کون ہے جس نے ہمارے بتوں کے ساتھ یہ بدسلوکی کی ہے۔ ان میں سے ہی بعض نے کہا کہ:

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ۔

ہم نے سنا ہے۔ کہ ایک نوجوان ابراہیم نامی یہاں رہتا ہے۔ جو بت پرستی کا دشمن بنا ہوا ہے۔ سو نہ ہو یہ گستاخی اسی کی ہے۔ اس پر وہ بولے:

قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ۔

ان کے چودھریوں نے مشورہ کیا۔ کہ ابراہیم کو سب کے سامنے بلایا جاوے۔ اور اس کا بیان لیا جاوے۔ تاکہ سننے والے بھی گواہ رہیں۔ ایسا نہ ہو وہ عدالت کے سامنے جا کر انکار کر دے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کو بلایا جاتا ہے۔ اور ان سے سوال کیا جاتا ہے:

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ۔

کہ اے ابراہیم! تو سچ سچ بتا کہ کیا ہمارے بتوں کے ساتھ یہ سلوک تو نے کیا ہے۔ یا کسی اور نے؟ حضرت ابراہیم نے دیکھا کہ اب ان احمقوں پر ان کی بت پرستی کی حماقت کو ثابت اور الزام کرنے کا سنہری موقع ہے۔ جواب دیا:

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ

تم کہتے ہو یہ بت تمہاری دعائیں سنتے ہیں۔ تمہاری ضرورتوں کو پورا کرتے اور تمہارے دکھ درد میں تمہارے مددگار ہوتے اور غم و مصیبتوں سے نجات دیتے ہیں۔ تو کیا اب یہ اپنے دکھ درد تم کو نہیں بتا سکتے کہ ان کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے۔ ذرا اس بڑے بت کو تو دیکھو جو کندھے پر کلہاڑا لئے کھڑا ہے۔ مجھے تو ایسا معلوم

تو یہہ نہیں کسی قسم کا فائدہ یا دکھ سکھ کیا دے سکتے ہیں۔ دھتکار ہے تم پر اور تمہارے بتوں پر۔ پتھر پڑیں تمہاری ایسی اُلٹی سمجھ پر۔ کیا تم کو شرم نہیں آتی۔ کہ تم خدا وند قدوس کو چھوڑ کر ان پتھروں کو پوجتے ہو؟ لتدالکبر! یہہ کیسی کھلی حجت تھی جو بت پرستوں پر گری اور اُن کے قلعہ کو چور چور کر گئی۔ پس احق و حقانیت کا ایک دم میں فیصلہ ہو گیا۔ کسی قسم کے مزید بحث مباحثہ کی ضرورت نہ رہی حضرت ابراہیم نے بت پرستوں کے سامنے بت پرستی کے برخلاف اور حق پرستی کے حق میں علمی دلایل بیان کئے مگر وہ بت پرستوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ آخر حضرت ابراہیم نے اُن کے بتوں کو چور چور کر کے ان کے سامنے بت پرستی کی بطالت اور خدا پرستی کی تائید میں عملی دلیل پیش کی۔ جو قاطع و ساطع ثابت ہوئی۔ قرآن مجید علمی و عقلی دلائل سے کام لینے کی تعلیم ضرور دیتا ہے۔ مگر خوبی کی بات یہہ ہے۔ کہ جہاں علمی و عقلی دلائل بھی ناکامیاب ثابت ہوں وہاں وہ عملی دلیل کا بے خطا گولہ مار کر بطالت کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ اس دلیل ساطع و برہان قاطع کی دوسری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہی متعلق دی گئی ہے۔ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے۔ عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ وہ عیسائی تھے۔ دونوں فریق حضرت ابراہیم کو اپنی اپنی طرف کھینچتے تھے۔ قرآن مجید نے دونوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لئے یہہ عملی دلیل پیش کی کہ:-

مَاكَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ - (پ ۳ - ال عمران - ۶۷) ؛

ابراہیم نہ یہودی تھا نہ عیسائی بلکہ وہ تو اس قسم کے جھگڑوں سے بیزار محض خدا کا تابعدار مسلم تھا۔ اور وہ خدا کے ساتھ کسی کو یہودیوں یا عیسائیوں کی طرح بطور بیٹے کے شریک نہیں مانتا تھا سچی بات تو یہہ ہے کہ ابراہیم پر محض اُن لوگوں کا دعوے بادلیل و باثبوت ہو سکتا ہے۔ جو اس کی تعلیم کی پیروی کرتے ہوں۔ جو اُس کی پیروی نہیں کرتے۔ اُن کا یہہ کہنا بلا دلیل و بلا ثبوت ہے۔ یہ ایک علمی و عقلی دلیل ہے جو قرآن مجید نے یہودیوں اور عیسائیوں کے حضرت ابراہیم کے متعلق جھگڑے کا

فیصلہ کرنے کے لئے پیش کی اور صاف ظاہر ہے کہ اس دلیل کا عیسائیوں اور
یہودیوں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ مگر پھر بھی وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ ان
کی ضد کو توڑنے کے لئے اب قرآن مجید عملی دلیل پیش کرنے پر مجبور ہوا چنانچہ
وہ یہ تھی کہ:۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ
وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ پ۳ آل عمران-۶۵

اے یہودیو اور اے عیسائیو! تم اس بات پر کیوں ہٹ کر رہے ہو۔ کہ ابراہیم یہودی
تھا یا عیسائی تھا۔ اے یہودیو! تمہارے مذہب کا دارومدار توریت پر ہے اور اے عیسائیو
تمہارے مذہب کا دارومدار انجیل پر ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ابراہیم کے وقت
میں نہ تمہاری توریت کا کہیں نام و نشان تھا۔ نہ تمہاری انجیل کا۔ بلکہ ان کتابوں کا
ابراہیم کے بہت عرصہ بعد ظہور ہوا۔ جب یہ بات ہے۔ تو ابراہیم کو یہودی یا عیسائی کیونکر
کہا جا سکتا ہے۔ یہ تو ایک موٹی سی بات ہے۔ کیا تمہیں خدا نے اتنی بھی عقل نہیں دی
کہ تم اس موٹی سی بات کو جو ایک تو ابتدائی ہے۔ تم نہ سمجھ سکو۔ سخت افسوس کی بات ہے کہ

هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ
فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ ۝

تم اس یقینی واقعہ سے کچھ بھی آگاہ ہو اور جانتے ہو۔ در اصل توریت و انجیل کا ظہور
ابراہیم کے بہت عرصہ بعد ہوا۔ مگر پھر بھی تم جان بوجھ کر ابراہیم کے یہودی یا عیسائی
ہونے کے متعلق کج بحثی کرتے چلے جا رہے ہو جب تم ایک امر واقعہ کو جانتے ہوئے
بھی اس کے برخلاف کج بحثی سے باز نہیں آتے ہو تو تم ان باتوں کے متعلق جن کا
تمہیں پتہ تک نہیں ہے۔ کس قدر کج بحثی کرو گے اس سے معلوم ہوا ہے۔ اس عملی دلیل
کے ذریعہ قرآن مجید نے یہودیوں و عیسائیوں کے اس جھگڑے کا جو وہ حضرت
ابراہیم کے بارے میں کرتے تھے ہمیشہ کے لئے سر توڑ دیا۔ اب یا تو وہ یہ ثابت
کریں کہ توریت و انجیل کا ظہور حضرت ابراہیم سے پیشتر ہوا۔ تب ہی وہ یہودی یا
عیسائی تھے۔ مگر چونکہ وہ ایسا ثابت نہیں کر سکتے۔ [illegible]
[illegible] قرآن مجید یہودیوں اور عیسائیوں کے جھگڑے کا [illegible] حضرت مسیح

علیہ السلام کے بارے میں کرتے تھے فیصلہ کرنے کے لئے آگیا۔ یہودی حضرت
مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ صدیقہ حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان باندھتے تھے
عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدایش کو معجزانہ رنگت میں مجسم الٰہی مانتے
تھے۔ اور انکو ابن اللہ یا خداوند یا روح القدس کا فرزند تسلیم کرتے تھے۔ دونوں
فریق افراط و تفریط سے کام لے رہے تھے۔ قرآن مجید نے مسیح علیہ السلام کی پیدایش کو
یہودیوں کے قابل نفرین اور عیسائیوں کے اعجازی رنگت سے الگ کر کے فیصلہ سنا دیا۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ
قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۔ (پ۳۔ آل عمران۔ ع۶)

خدا کے نزدیک جیسے آدم۔ ویسے ہی عیسیٰ۔ جیسے وہ خاکی۔ ویسے ہی عیسیٰ بھی خاکی
وہی ذات پاک۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ ۔ پ۸۔ الاعراف۔ ع۲

مٹی سے نباتات۔ نباتات سے نطفہ اور نطفہ سے تمہاری شکل و صورت بنائی۔ دونوں ذات
پاک ان سب کو تخلیق پر فضیلت دیتا ہے یہ پاک ذات ہے۔ پس کسی شخص کی ابنیت یا الوہیت
کے متعلق جھگڑا کرنا یا اسکی پیدایش پر بہتان باندھنا سراسر عبث ہے۔

الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۔ پ۳۔ ع۶

جب تمہیں سنت اللہ کا پتہ لگ گیا۔ تو پھر کیوں مسیح کی پیدایش کے متعلق جھگڑے برپا
کرتے یا اس کی الوہیت و ابنیت یا اس کے مجسم الٰہی ہونے کے خبط میں مبتلا ہوتے
ہو۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ قرآن مجید نے مسیح کی پیدایش کو معجزہ تسلیم کرنے یا نہ کرنے کے
مسئلہ کو معمولی سی بات بتا کر یہودیوں اور عیسائیوں کے جھگڑے کا فیصلہ کر ڈالا۔ مگر جب دونوں
فریقوں کی اس علمی و عقلی دلیل سے تسلی نہ ہوئی تو قرآن مجید نے اپنی عادت کے مطابق
ان کے سامنے عملی دلیل پیش کرنے کی ٹھانی۔ اور دونوں فریقوں کو للکارا۔

وَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا
نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ
ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۔ پ۳۔ آل عمران ع۶

اے یہودیو! اور اے عیسائیو۔ دیکھو مسیح کی پیدایش کے متعلق ہم نے تمکو علم حق بتا دیا

لیکن اگر باوجود اس کے تم اب بھی کج بحثی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہو تو پھر
ذرا میدان میں آکر فیصلہ کر لو۔ اس فیصلہ کے لئے اے یہودیو اور اے عیسائیو!
تم اپنے بیٹوں کو۔ اپنی بہو بیٹیوں کو اور اپنے آپکو میدان میں لے آؤ۔ ہم بھی اپنے بیٹوں کو۔ اور
اپنی بہو بیٹیوں کو اور اپنے آپ کو میدان میں لے آتے ہیں۔ اے یہودیو! تم جو مسیح
کی پیدائش کے متعلق حضرت مریم صدیقہ پر بہتان باندھتے ہو سچ سچ بتاؤ۔ کیا تمہارے
بیٹوں۔ تمہاری بہو بیٹیوں اور تم میں سے خود کوئی اسی طریقہ سے پیدا شدہ ہے۔ اگر
تم مسیح اور اس کی والدہ صدیقہ کو بدنام کرنے کے لئے جھوٹ موٹ ہاں کہہ دو گے
تو پھر خدا کی لعنت ہو گی جب تم اپنے بیٹوں۔ اپنی بہو بیٹیوں۔ اور اپنے آپ پر
یہ الزام لگانا پسند نہیں کرتے ہو تو کس قدر شرم کی بات ہے کہ تم یہی الزام
مسیح اور اس کی والدہ پر لگاتے ہو۔ اے عیسائیو! تم جو مسیح کی معجزانہ پیدائش
پر زور دے رہے ہو۔ بتاؤ۔ تمہاری بیٹیوں۔ اور تم میں سے خود کوئی بھی معجزانہ
طریقہ پر بغیر باپ کے پیدا ہوا ہے۔ اگر تم مسیح کی معجزانہ پیدائش کو ثابت کرنے کے
لئے اس سوال کا جھوٹ موٹ ہاں میں جواب دو گے تو یاد رکھو کہ جھوٹوں پر خدا کی
لعنت ہوتی ہے۔ کوئی بھی تم میں جو یہ کہہ سکے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا ہے پس
جب ایسا نہیں ہے۔ تو پھر تم مسیح کی پیدائش کے متعلق فضول جھگڑا کیوں کرتے ہو!

مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں کے جھگڑے کا
فیصلہ کرنے کے لئے قرآن مجید نے دلیل ساطع اور برہان قاطع کا جو حربہ آج سے تیرہ سو
سال پیشتر استعمال کیا تھا۔ وہی محکم دلیل اب بھی اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لئے
کافی ہے۔ یہودیوں کا بہتان اس قدر خطرناک نہیں تھا جس قدر عیسائیوں کا یہ کہنا
کہ بیٹا۔ دنیا کو کہنا کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا تھا عیسائیوں کے اس دعوی کو رد کرتے
ہوئے اور باطل بتاتے ہوئے قرآن مجید نے ایک دوسری دلیل دی اور فرمایا کہ

أَنّٰى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ ۔ الانعام ۔ ع۱۲

جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے وہ اتنا نہیں سوچتے کہ بغیر بیوی کے خدا کے بیٹا
کیسے ہو سکتا ہے جبکہ واقعہ یہ ہے کہ خدا نے کبھی کوئی بیوی نہیں کی سبحان اللہ
کیسی سیدھی سادی مگر ٹھوس دلیل ہے۔ اس سے صرف یہی نہیں کہ عیسائیوں کے اس

دعوی کی مکمل تردید ہو گئی۔ جو یہ کہتے ہیں کہ مسیح خدا کا بیٹا تھا۔ بلکہ اس سے یورپ ایشیا افریقہ اور امریکہ کے ان لوگوں کے خیالات و اعتقادات کی بھی تردید ہو گئی جو اپنے اپنے ادیان دین کو یا اپنی قوم کے بڑے آدمیوں کو روح القدس یا خداوند خدا کے بیٹے اور بغیر انسانی باپ کے پیدا شدہ مانتے تھے یا مانتے ہیں۔ قرآن مجید نے اکیلی ماں یا اکیلے باپ سے پیدائش کے مسئلہ کی تردید کر دی اور کہہ دیا کہ اگر خدا کو بھی (نعوذ باللہ) بیٹا پیدا کرنے کی ضرورت پڑے تو اسکو بھی بیوی یا عورت کی ضرورت پڑیگی۔ جب خدا بھی اولاد کی پیدائش کیلئے اپنے لئے جوڑے یا بیوی کا ہونا ضروری سمجھتا ہو۔ تو کیا جن عورتوں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بغیر انسانی خاوند کے بیٹا جنا انکو خدا سے بھی افضل مان لیا جاوے اور یہ سمجھ لیا جاوے کہ خدا کو تو بیٹا پیدا کرنیکے لئے (نعوذ باللہ) جوڑے یا جورو کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ مگر ان عورتوں کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے بغیر خاوند کے بیٹے جنے۔ مرد یا جوڑے یا خاوند کی ضرورت نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ خدا سے بھی افضل و اعلیٰ تھیں۔ نعوذ باللہِ مِنْ ذَالِكَ۔ ایسا ماننا قرآن پاک کی تعلیم اور سنت اللہ کے قطعی برخلاف ہے پس قرآن مجید نے دلیل ساطع و برہان قاطع کے ذریعہ اس بات کا فیصلہ کر ڈالا کہ مرد بغیر عورت کے اور عورت بغیر مرد کے اولاد پیدا نہیں کر سکتا، و نہیں کر سکتی بلکہ اولاد کی پیدائش مرد اور عورت دونوں کے ملاپ سے ہی ہوتی ہے۔ یہی خدا کا قانون ہے۔

ممکن ہے عیسائی لوگوں نے مسیح کو خدا کا بیٹا یا اس کو مجسم الٰہی بنانے میں یہ بھاری فائدہ سوچ ہو کہ جب انسانوں کو یہ کہا جاویگا کہ ہماری ہدایت کیلئے تمہارے جیسا انسان نہیں بلکہ خود خدا مجسم ہو کر آیا ہے تو وہ مارے ڈر یا خدا کے لئے عزت کے جذبہ سے متحرک ہو کر فوراً اس کو اپنا نجات دہندہ تسلیم کر لینگے۔ بت پرست لوگ شروع ہی سے یہ اعتراض بھی کرتے تھے۔ کہ اگر خدا کو ہماری ہدایت کیلئے کوئی رسول ہی بھیجنا تھا تو وہ خود آتا۔ یا فرشتوں کو بھیجتا۔ اس خیال کی بطالت کو ظاہر کرنے کیلئے قرآن مجید نے ایک سیدھی سی مگر زبردست دلیل پیش کی اور کہا کہ:-

قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا

متعلق مباحثہ و مناظرہ کی جامع و مانع کتاب ہے۔ وہ قدم قدم پر دلیل و برہان سے کام لیتا۔ اور دلیل و برہان کا مطالبہ کرتا ہے۔ قرآن پاک دلیل و برہان کا اس قدر عاشق ہے کہ وہ اپنا نام بھی برہان رکھتا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا۔ (پ ۶ - النسآء ۲۴ - ع ۶)

اے لوگو! دیکھو تمہارے خدا کی طرف سے تمہارے لئے یہ برہان (یا حجۃ) بعد نازل ہوا ہے وہ نور ہی جو ہر ایک معاملہ پر کھلی روشنی ڈالتا ہے جس صورت میں کہ قرآن مجید کا نام ہی برہان ہو تو اس صورت میں کب ممکن ہے کہ وہ خود کوئی بھی بات بغیر برہان کے کرے۔ یا کسی بھی دعوی کو بغیر برہان کے تسلیم کرلے۔ چنانچہ وہ جابجا دلیل و برہان کا ہی مطالبہ کرتا ہے مثلاً

(۱)

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ۔ (پ - المومنون - ع ۶)

وہ شخص جو خدا کے سوائے کسی دوسرے معبود سے دعا کرتا ہے وہ اپنے اس فعل کے حق ہونے پر کوئی برہان قاطع نہیں رکھتا۔

(۲)

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (پ ۱ - البقرة ۱۳ - ع ۶)

یہودی کہتے ہیں۔ کہ یہودیوں کے سوائے کوئی دوسرا شخص اور عیسائی کہتے ہیں کہ عیسائیوں کے سوائے کوئی دوسرا شخص بہشت میں نہیں جا سکتا مگر یہ سب ان لوگوں کے خالی ڈھکوسلے اور خیالی پلاؤ ہیں۔ وہ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں دے سکتے۔ کہہ دیجئے کہ اگر یہ دعوی سچ ہے تو ان کو چیلنج دو۔ کہ ذرہ بھر دعوے کی تائید میں کوئی برہان قاطع تو پیش کریں۔ مگر وہ ہرگز کوئی دلیل نہیں دے سکتے۔ یہ تو ہوئی انکے دعوے کی صورت۔ اب تم حقیقت کیا ہے۔

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (ایضاً)

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ رپ۔ المؤمن ۳۵ع۔

وہ بت پرست جو خدا کی آیتوں میں بغیر جھگڑا کرتے ہیں۔ اور کوئی دلیل محکم پیش نہیں کرتے۔ ان کا یہ فعل خدا اور خدا پرستوں کے نزدیک محض حماقت ہے +

(۲)

اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ۔ رپ۔ المؤمن ۶۔ع +

وہ لوگ جو خدا کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں۔ مگر کوئی دلیل محکم پیش نہیں کرتے محض شیخی خورے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں +

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ۔ پ۔ الحج ۶۹ +

بت پرست لوگ خدا کے سوائے جن معبودوں کی پوجا کرتے ہیں وہ اپنے اس فعل کو نہ تو دلیل و برہان کے ذریعہ درست ثابت کر سکتے ہیں۔ نہ ہی علم و عقل کے ذریعہ۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن مجید نے خوب کہا ہے کہ:۔

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔ پ۱۹۔ الفرقان ۴ع +

وہ لوگ جو توحید و حقانیت کی باتوں کو کان دھر کر سنتے ہیں نہ ہی علم و عقل اور دلیل و برہان سے کام لیتے ہیں۔ کیا گمان کرتے ہو کہ وہ انسان ہیں ہرگز نہیں۔ ایسے لوگ انسان نہیں۔ بلکہ ڈنگر ہیں۔ بلکہ ڈنگروں سے بھی گئے گذرے۔ ایسی تصریحات کی موجودگی میں اگر کوئی مسلم یا غیر مسلم یہ کہے۔ کہ قرآن مجید نے مذہبی معاملات میں علم و عقل یا دلیل و برہان سے کام لینے کی اجازت نہیں دی۔ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ نقش اسلام اور قرآن مجید پر بے جا الزام لگا رہا ہے +

اعرابی۔ اس پہلو میں میرے تمام شکوک کا ازالہ ہو گیا۔ اب میں آپ سے ایک اور سوال پوچھنا چاہتا ہوں +

مسلم۔ بڑے شوق سے +

مسلم - فرض کیجئے کہ آپ اپنے آرام دہ گھر میں اپنے بال بچوں کے ساتھ آرام کر رہے ہیں۔ کہ اتنے میں ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کا ایک گروہ آپ کے مکان پر ڈاکہ مارتا ہے۔ اور آپ کو یا آپ کے بیوی بچوں کو قتل کرنے کے درپے ہے۔ اور آپ کے مال و متاع کو بھی آپ سے چھین لیتا ہے۔ کیا ایسے ڈاکوؤں کے حق میں آپ دعا خیر کرینگے۔ یا اپنی اور عیال و اطفال کی جان اور مال و متاع کی حفاظت کے لیے ڈاکوؤں کا مقابلہ کرینگے؟

اعرابی - میں ڈاکوؤں کا یقیناً مقابلہ کرونگا۔

مسلم - کیوں؟

اعرابی - اس لیے کہ اپنی اور اپنے عزیز و اقارب اور مال و متاع کی حفاظت کرنا اور ان کو دشمنوں کی دست برد سے بچانا فطرتی تقاضا ہے۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو مجھ میں اور ایک پتھر کے ٹکڑے میں کچھ فرق نہیں ہوگا؟

مسلم - آپ کا خیال بالکل صحیح ہے۔ اب اسی اصول کو مدنظر رکھ کر قرآن مجید کی ان آیات کا مطالعہ کیجئے۔ جو جنگ و جدال کے متعلق ہیں۔ مثلاً

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ
نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ
حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۔ الحج ۶

یعنے جن مسلمانوں پر دشمنان اسلام ظلم کرتے ہیں۔ اور ان سے محض اس بنا پر جنگ کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا وحدہٗ لاشریک کے ماننے والے ہیں۔ اور اسی کلمہ حق کی خاطر دشمنان اسلام مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں ایسے مظلوم مسلمانوں کو بھی خدا کی طرف سے کھلی اجازت ہے۔ کہ وہ ایسے ظالموں کا مقابلہ کریں جنکی ابتدا کفار کی طرف سے ہوتی ہے۔ مسلمان صرف مدافعت کرنے کے لیے مجبور ہیں۔ ایسی مدافعانہ جنگ کے متعلق آپ کیا رائے دیں گے؟

اعرابی - میرے خیال میں اس قسم کی مدافعانہ جنگ ایک فطرتی تقاضا ہے۔ اگر مسلمانوں کو حفاظت نفس کے لیے ہی جنگ کرنی پڑے۔ تو میں انکو بالکل حق بجانب سمجھوں گا۔

مفسدانہ حرکات سے باز آجائیں اور صلح و امن سے رہیں۔ باوجود اس نرمی ملاطفت کے بھی اگر وہ باز نہ آئیں تو پھر ایسے بدذاتوں کی وہی سزا ہونی چاہیے جو قرآن مجید نے تجویز کی ہے۔

مسئلہ۔ صرف یہی نہیں کہ قرآن مجید نے محض لوٹ مار کرنے یا کسی ہمسایہ کا ملک دبا لینے کی خاطر کہیں بھی تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ اسلام کی تمام تواریخ اس بات کی شاہد ہے۔ کہ وہ دنیا میں بطور مظلوم کے آیا اور مظلوم کی طرح رہا۔ اور مظلوم کی ہی حیثیت میں اس نے اپنی حفاظت کی خاطر ظالموں کے برخلاف تلوار ہاتھ میں لی۔ دنیا بھر کی تواریخ چھان ڈالیے۔ اسلام نے لوٹ مار کی خاطر کبھی پیش قدمی نہیں کی۔ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو ظالموں نے محض اس بات کے لیے کہ وہ پتھروں کی بجائے رب حی و قیوم کی عبادت کرتے تھے۔ ان کے وطن مالوف سے نکلنے کے لیے مجبور کیا۔ ان کے ساتھیوں کو اسی جرم میں قتل کیا گیا۔ جو کلمہ گو اپنی جان بچا کر ابی سینیا وغیرہ ممالک میں چلے گئے تھے ان شریروں نے وہاں بھی انکا تعاقب کیا۔ آخر کار جب یہ فرزندان اسلام مدینہ منورہ میں جاکر پناہ گزین ہوئے۔ تو ان دشمنان اسلام نے وہاں بھی ان کی بیخ کنی کی خاطر لشکر کشی کی۔ جب ان کے مظالم ناقابل برداشت ہوگئے۔ تو فرزندان اسلام نے اپنی حفاظت کے لیے تلوار میان سے نکالی۔ اور تمام عرب کو ایسے فتنہ پردازوں سے صاف کر ڈالا۔ جب ان بت پرستوں کے حمایتی آتش پرستان فارس نے فرزندان اسلام کو بلاوجہ دق کرنا شروع کیا۔ اور باوجود صلح و امن کی اپیلوں کے وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو فرزندان اسلام نے فارس کو بھی ایسے مفسدین سے پاک کر ڈالا۔ اسی طرح جب دوسری طرف سے رومیوں نے فرزندان اسلام کی بیخ کنی کے لیے اپنے غرور و نخوت کے نشے سے مست ہو کر عرب پر فوج کشی کی ٹھانی۔ اور باوجود صلح و امن کی درخواستوں کے وہ اپنے مفسدانہ ارادوں سے باز نہ آئے۔ تو فرزندان اسلام نے بحالت مجبوری ان رومیوں کی شرارتوں سے ایشیا کے ایک وسیع رقبہ کو پاک کر دیا۔ اور جب سندھ ہند نے اپنے ایرانی آتش پرست بھائیوں کی حمایت میں مسلمانوں کو بلاوجہ تنگ کرنا

شروع کیا۔ اور باوجود سمجھانے بجھانے کے وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے
تو مسلمانوں نے اس علاقہ کو بھی ان کی شرارتوں سے صاف کر ڈالا۔ جب پنجاب
کے راجاؤں نے کابل و غزنی کے مسلمانوں سے بلاوجہ چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ ان تمام
عہدناموں کو جو صلح و امن کے لئے مرتب کئے گئے تھے توڑ ڈالا۔ تو مسلمانوں کو
اس کے سوائے کوئی چارہ نہ رہا۔ کہ وہ اپنی حفاظت کی خاطر عہد شکن لوگوں کے
برخلاف میدان میں نکلیں۔ چنانچہ انہوں نے پنجاب کو فتنہ و فساد سے پاک کر دیا
مگر جب ہندوستان کے دیگر راجگان نے اپنے پنجاب کے بھائیوں کی مدد میں علم بلند کیا
تو مسلمانوں کو بحالت مجبوری ان کے برخلاف تلوار اٹھانی پڑی۔ غرضیکہ دنیا بھر
میں جہاں کہیں بھی مسلمانوں کا بحیثیت فاتحین کے قدم گیا۔ وہ ان کی اپنی مرضی سے
نہیں۔ بلکہ دشمنان اسلام کی طرف سے دعوت ملنے پر گیا۔ مسلمانوں نے جوع الارض
سے متحرک ہو کر کبھی جنگ نہیں کیا۔ اور نہ ہی اسلام دنیوی سلطنتیں قایم کرنے کے لئے
دنیا میں آیا۔ اس کا مشن صرف اتنا ہی تھا۔ کہ جس خالق و مالک نے انسانوں کو پیدا
کیا ہے۔ وہ اسی کی عبادت کریں۔ شجر و حجر اور خس و خاشاک کی پوجا سے اجتناب
کریں۔ صلح و امن کی زندگی بسر کریں۔ زمین میں فتنہ و فساد برپا نہ کریں۔ ایکدوسرے
کے حقوق کو غصب نہ کریں۔ مگر جب زمین کے فرزندوں نے اسلام کی آسمانی
دعوت کو سننے سے انکار کر دیا۔ تو زمین کے مالک نے زمین کی بادشاہی اہل
اسلام کو دیدی۔ اور جب تک وہ اس کے مستحق سمجھے گئے وہ اس کے علمبردار
رہے۔ مگر جب رب العزت نے دیکھا۔ کہ وہ اسلام کے نام لیوا ہوگئے۔ مسلمان
نہیں رہے۔ تو رب العزت نے اپنی امانت ان سے چھین لی۔ کیونکہ زمین کا مالک
وہی ہے۔ وہ جس کو چاہے اس کی حکومت دیدے۔ اور جس سے چاہے چھین
لے۔ اس نے خود یہ فرمایا ہے کہ لوگوں کو سنادو کہ

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ
الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ
بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۔ (آل عمران ۳)

یعنی تم کہدو زمین کا مالک تو ہی ہے۔ [illegible]

دیدے۔ اور جس سے چاہے چھین لے۔ تو جس کو چاہے دنیا میں بزرگی دے۔ اور جس کو چاہے پست کر دے۔ خیر و خوبی کا مالک تو ہی ہے۔ اور تو ہر ایک چیز پر کامل اختیار رکھتا ہے۔ کہوں صاحب! آپ کے دل میں اب بھی کوئی شک باقی ہے؟

اعرابی۔ درحقیقت میرے بڑے بڑے شکوک تو رفع ہو گئے ہیں۔

مسلم۔ مگر چھوٹے چھوٹے شکوک ابھی باقی ہیں؟

اعرابی۔ ہاں! بات تو یہی ہے۔

مسلم۔ تو پھر آپ ان چھوٹے چھوٹے شکوک کو بھی ظاہر کیجئے۔ تاکہ میں ان کا جواب دینے کی بھی کوشش کروں۔

اعرابی۔ بہت اچھا۔

چوتھی فصل

رسالت و اسلام

اعرابی۔ دیکھئے صاحب! میں توحید کا تو صدق دل سے قائل ہوں۔ مگر میں اس بات کے لئے تیار نہیں ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کی بھی شہادت دوں؟

مسلم۔ آخر اس انکار کی کوئی وجہ؟

اعرابی۔ اس کی بڑی وجہ تو یہی ہے۔ کہ قرآن مجید میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ موجود نہیں ہے۔ یہ تو آپ لوگوں نے دو کلمات کو مختلف مقامات سے اکٹھا کر دیا ہے۔ جب میں نے قرآن مجید کو ہی ماننا ہے۔ تو پھر مجھے اسی صورت میں اس کو ماننا چاہئے جس صورت میں کہ وہ موجود ہے۔ مجھے یہ جوڑ توڑ پسند نہیں ہیں۔

مسلم۔ ماشاء اللہ۔ آپ تو اسلام لانے سے پہلے ہی مجتہد بن بیٹھے ہیں۔

یعنی اہل قرآن ؛

اعرابی۔ نہ صاحب! میں نہ مجتہد نہ اہل قرآن۔ میں تو ایک متلاشی حق ہوں
جب آپ فرما چکے ہیں کہ مجھے ان الجھنوں میں جو ما انزل اللہ کے برخلاف ہیں
نہیں پڑنا چاہیئے۔ تو میں اس لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کے ساتھ محمد رسول اللہ
کے جھگڑے میں کیوں پڑوں۔ جبکہ یہ کلمہ ہی قرآن مجید میں موجودہ شکل میں موجود نہیں
ہے۔ تو آپ کیوں کہتے ہیں کہ میں اس کو پڑھوں؟

مسلم۔ ابھی تک تو میں نے آپ سے یہ ذکر تک بھی نہیں کیا۔ کہ آپ اس کلمہ کو
پڑھیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا آپ نے اس بات کی تحقیق کر لی ہے کہ یہ کلمہ
قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔

اعرابی۔ ہاں صاحب! میں نے خوب تحقیق کر لیا ہے کہ یہ کلمہ تمام مولویوں کا جوڑ توڑ
ہے قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔

مسلم۔ بھلا میں بھی تو آپ کی تحقیقات ذرا سنوں؟ فرمایئے۔ آپ نے کیا تحقیق
کیا ہے؟

اعرابی۔ میری تحقیقات یہ ہے کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا سالم کلمہ
جیسا کہ یہ میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں ہے۔
اس میں شک نہیں۔ کہ قرآن شریف میں لا الہ الا اللہ تو جا بجا ملتا ہے۔ مگر محمد رسول اللہ
تمام قرآن شریف میں دو جگہ ذیل صورت میں دیکھنے میں آتا ہے۔

• مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ ۔ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ پ ۲۲۔ احزاب

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے بلکہ وہ خدا کا فرستادہ
ہے۔ اور ختم پیغمبر ؛

• مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۔ پ ۲۶ فتح ؛

یعنی خدا کا فرستادہ محمد اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں۔ کافروں کے حق میں سخت
ہیں مگر آپس میں بہت رحمدل ہیں ؛

تمام قرآن میں مذکورہ بالا دو جگہوں کے سوا اور کہیں بھی "محمد رسول اللہ"
نہیں آیا۔ اور ان دونوں جگہوں میں بھی وہ لا الہ الا اللہ کے بغیر آیا ہے۔ ان میں
سے ایک جگہ محمد رسول اللہ سے اس بات کی توضیح کی گئی ہے۔ کہ محمد تم میں سے
کسی کا باپ نہیں ہے۔ دوسری جگہ اس بات کی تشریح کی گئی ہے کہ محمد اور اس
کے ساتھی کافروں کے حق میں تو سخت ہیں۔ مگر آپس میں بہت رحمدل ہیں۔
دونوں مقامات پر محمد رسول اللہ کے ساتھ لا الہ الا اللہ کا کلمہ ندارد ہے۔
اس سے صاف ظاہر ہے کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا سالم کلمہ قرآن شریف
میں کہیں بھی اس صورت میں نہیں ملتا جس صورت میں کہ وہ ہمارے پیش کیا جاتا
ہے۔ نہ ہی قرآن شریف میں ہمیں کوئی اس قسم کی لازمی شرط ملتی ہے۔ کہ جو لا الہ
الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں کہتا وہ مسلمان نہیں ہو سکتا جس حالت میں کہ
یہ کلمہ ہی قرآن شریف میں اس شکل میں نہ ملتا ہو جس شکل میں کہ وہ ہمارے
پیش کیا جاتا ہے۔ تو اس کے ساتھ دوسری شرط کیونکر قرآن شریف سے مل سکتی
ہے؟ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب قرآن شریف میں کلمہ شریف کی یہ حالت
ہے۔ تو پھر از روئے قرآن شریف مسلمان بننے کے لیے "لا الہ الا اللہ" اور
"محمد رسول اللہ" دونوں میں سے کونسا جز لازمی قرار دینا چاہیئے۔ اس کا
جواب ہمیں خود قرآن شریف کے صفحات سے ہی ملتا ہے۔ جبکہ وہ ہمارے
سامنے اسلام کی وسعت کا ذکر کرتا ہے۔ وہ ہمیں مسلمان بننے کے لئے لا الہ
الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کے جوڑنے کی ضرورت سے آزاد کر دیتا ہے۔
چنانچہ لکھا ہے:-

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۔ مِلَّةَ أَبِيكُمْ
إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ (المومنون۔ ع)

"تمہارے لئے دین میں کوئی تنگی نہیں ہے یہ تمہارے باپ ابراہیم کا دین
ہے۔ اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا"

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم کو اسلام میں داخل ہونے
یا مسلمان بننے کے لئے "محمد رسول اللہ" کی تقلید کی ضرورت نہیں تھی۔ دوسری

جگہ حضرت ابراہیم کی دعا بدیں الفاظ ہے:۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ۔ (بقر - ع)

"اے ہمارے خدا تو ہم کو اپنے لئے مسلمان بنا۔ اور ہماری اولاد میں سے بھی تو اپنی مسلمان قوم پیدا کر"۔

اسی طرح تیسری جگہ حضرت ابراہیم کے بارے میں یہ لکھا گیا ہے:۔

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (آل عمران ۔ ع)

"ابراہیم نہ تو یہودی تھا۔ نہ نصرانی۔ بلکہ وہ تو حنیف مسلمان تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا"۔

مذکورہ بالا آیتوں میں حضرت ابراہیم کا مذہب اسلام بتایا گیا ہے۔ اور ان کو مسلمان لکھا گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا حضرت ابراہیم نے لا الہ الا اللہ کے ساتھ "محمد رسول اللہ" کا کلمہ بھی پڑھا تھا؟ جواب ملتا ہے کہ نہیں۔ اس سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ اسلام میں داخل ہونے یا مسلمان بننے کے لئے "محمد رسول اللہ" کہنا کوئی لازمی یا ضروری شرط نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن شریف میں حضرت موسیٰ اپنی قوم کو اسلام کی طرف دعوت دیتا۔ اور ان کو مسلمان بننے کی بدیں الفاظ تاکید کرتا ہے:۔

وَقَالَ مُوسَىٰ يَا قَوْمِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ۔ یونس ۔ ع۔

"موسیٰ نے کہا۔ اے قوم اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو۔ تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم مسلمان ہو"۔

اور پھر جب حضرت موسیٰ پر ایمان لانے بعض جادوگروں کو فرعون نے ستانا شروع کیا تو انہوں نے یہ دعا کی۔

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ (اعراف - ع)

"اے خدا تو ہم کو صبر کی توفیق زیادہ سے زیادہ دے۔ اور تو ہم کو مسلمانی

کی حالت میں مار"۔

حضرت موسیٰ اور اُس کی قوم نے اسلام کی منادی کی۔ مگر کیا اُس کے ساتھ "محمد رسول اللہ" کی شرط موجود تھی؟ جواب ملتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضرت نوح نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا:۔

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ یونس ع۱۱

اے میری قوم اگر تم پیٹھ پھیر لو گے۔ تو میں تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا ہوں میری خدمات کا صلہ خدا کے پاس ہے۔ اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں (فرمانبرداروں) میں سے ہوں"۔

ظاہر ہے کہ حضرت نوح اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے۔ کیا ان کے اسلام کے دروازے پر "محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا؟ جواب ملتا ہے۔ ہرگز نہیں اسی طرح حضرت سلیمان کے بارے میں قرآن شریف میں بتاتا ہے۔ کہ وہ مسلمان تھے۔ اور انہوں نے اسلام کی منادی کی۔ چنانچہ ملکہ سبا کے نام جو انہوں نے پیغام بھیجا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ (النمل ع۲)۔

"میرے سامنے سرکشی مت کرو۔ اور میرے پاس مسلمان ہو کر چلے آؤ"۔

کیا حضرت سلیمان کا اسلام کی منادی کرنا محمد رسول اللہ کی شرط کے ساتھ تھا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضرت لوط کے بارے میں قرآن شریف میں لکھا ہے کہ وہ مسلمان تھے۔ چنانچہ خدا کے فرشتوں نے حضرت لوط کے متعلق حضرت ابراہیم سے کہا:۔

فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ (الذاریات ع۲)

"ہم نے اس بستی میں حضرت لوط کے گھر کے سوائے کوئی دوسرا گھر مسلمانوں کا نہ پایا"۔

کیا حضرت لوط "محمد رسول اللہ" کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے تھے۔ جواب ملتا ہے ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی

نہ کیا جاوے۔ تب تک حرف ہی نہیں کہ "لا الہ الا اللہ" میں جان نہیں پڑ سکتی بلکہ اس کے ساتھ ہی کوئی شخص اسلام کے دائرہ میں داخل ہو کر مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ تو قرآن شریف کی شہادت کے بموجب یہ سوال بڑے زور سے نمودار ہوتا ہے۔ کہ قرآن شریف میں جو حضرت ابراہیم۔ حضرت لوط۔ حضرت نوح۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت یعقوب۔ حضرت سلیمان۔ حضرت عیسیٰ مسیح۔ اور ان کے حواریوں کو مسلمان بتایا گیا ہے۔ وہ کیا اس شرط پر ہے۔ کہ انہوں نے "محمد رسول اللہ" کا کلمہ پڑھا تھا۔ کیا ان کا اسلام "محمد رسول اللہ" کی تقلید کو لے کر تھا؟ خاصکر جب کہ یہ امر واقعہ ہو کہ یہ تمام رسول یا انبیا تواریخی شہادت سے حضرت صاحب سے صدیوں پہلے ہوئے تھے۔ اب یہاں پر ہمارے سامنے یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر اسلام میں داخل ہونے یا مسلمان بننے کے لئے "محمد رسول اللہ" کو صدق دل سے تسلیم کرنا لازمی شرط ہے۔ تو پھر یا تو مذکورہ بالا تمام انبیا اور ان کے معتقدین مسلمان نہیں تھے۔ یا وہ اول درجہ کے غیر مقلد تھے۔ اور ان کا اسلام ان قیود سے آزاد تھا۔ جو کہ آجکل دیکھی جاتی ہے۔ کہ وہ اس قسم کے مقلد مسلمان نہیں تھے جس قسم کے مسلمان آجکل موجود ہیں۔ اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک اسلام کے معنے بت پرستی سے الگ رہنے اور مسلمان کے معنے ایک امن پسند شہری بننے کے تھے اگر اس معقول جواب کو ماننے کے بجائے اس بات پر زور دیا جاوے کہ وہ صرف بت پرستی سے بیزار اور امن پسند شہری ہونے کو ہی کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کے لئے ایک یہ بھی لازمی شرط تھی کہ وہ "محمد رسول اللہ" کا کلمہ پڑھیں۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ تو یہ بات تواریخی نقطۂ خیال سے یک قلم خیز ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ان رسولوں کا اسلام اسلام نہیں ہو سکتا نہ ہی ان کو مسلمان کہا جا سکتا ہے۔ اس سے قرآن شریف کا یہ بیان بھی کہ وہ مسلمان تھے۔ قابل اعتراض ٹھہرتا ہے مطلب یہ ہے۔ کہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے "محمد رسول اللہ" کا ماننا کوئی لازمی شرط نہیں ہے کیونکہ جس طرح کہ حضرت سے پہلے لوگوں کا اسلام حضرت کی رسالت کے بغیر تھا۔ اسی طرح آجکل بھی

ان کی رسالت کو تسلیم کرنے کے بغیر کام چل سکتا ہے۔ اور چلنا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے محمدیت تو دنیا میں قائم نہیں رہ سکیگی۔ مگر اسلام کا دائرہ بہت وسیع ہو جائیگا کیونکہ اس صورت میں وہ تمام انبیا جن کو کہ قرآن شریف میں مسلمان کہا گیا ہے مثلاً حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسیٰ مسیح مع اپنے اپنے معتقدین کے اسلام کے دائرہ میں شمار کیئے جانے کے مستحق ہو جائینگے۔ اور اس پر اگر مسیحی لوگ یہ عذر پیش کرینگے۔ کہ از روئے قرآن شریف وہی لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں جو حضرت مسیح پر ایمان رکھتے ہوں تو جس طرح قرآن شریف نے اسلام کو حضرت کی شخصیت سے پہلے کا مذہب بتایا ہے۔ اسی طرح اس نے اسلام کو مسیح کی شخصیت سے پیشتر کا مذہب بتایا ہے۔ اسی بنا پر مسیحیوں کو مسیح کی تقلید سے آزاد کرکے اور موسائیوں کو موسیٰ کی تقلید سے آزاد کرکے آخر کار ہم اسلام کے اصلی سرچشمہ تک پہنچ جائیں گے۔ جو کہ ازلی و ابدی نظر آئیگا۔ اس طرح ہم حقیقی معنوں میں غیر مقلد ہو کر خالص اسلام کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو جائینگے۔ یہی وہ اسلام ہوگا جو کہ ازلی و ابدی دین نظر آئیگا۔ اور جو ہر ایک قسم کی شخصی غلامی سے پاک و مبرا ہوگا۔ اس اسلام کے سامنے سر جھکانے میں مجھے کوئی عذر نہیں ہوگا۔

مسلم۔ ماشاء اللہ! آپ نے بہت عمدہ تقریر کی۔ کہ جس صورت میں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ ہی قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ اس صورت میں ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ ہم اسلام میں داخلہ کی لازمی شرط اسی کلمہ کو قرار دیں۔ اور لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کیوں پڑھیں۔ مگر یہاں محمد رسول کی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے دنیا بھر کے انبیاء و رسل کی رسالت پر ایمان لانا اور محمد صلعم کی رسالت کا کلمہ پڑھنا لازمی امر ہے چنانچہ اسلام میں داخلے کی بابت یہ لکھا ہوا ہے:۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰۤی اِبْرٰھِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۔ پ ۳ ۔ آل عمران ۔ ع ۹ +

اب یہہ سوال اُٹھتا ہے۔ کہ دنیا بھر کے انبیا و رسل پر ایمان لانا مسلم کیلئے کیوں
لازمی قرار دیا گیا ہے؟ اس لئے کہ دنیا میں جس قدر انبیا و رسل ہوئے۔ ان سب نے
دنیا کو اسلام کی دعوت دی۔ اور اہل دنیا کو فسق و فجور۔ فواحشات و منکرات۔ اور
بت پرستی سے بچنے کے لیے یہہ پیغام سنایا کہ:۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ
اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ پ۔ الانبیا۔ ع۔

انبیا و رسل یہی پیغام لے کر دنیا میں آتے رہے۔ اسی پیغام کے لانے ہی کی حیثیت
سے ہی ہم کو انبیا و رسل ماننے کے لئے مجبور ہیں۔ اب رہا یہہ سوال کہ محمد رسول اللہ
کے ساتھ انبیا و رسل کی رسالت کا اقرار کیوں کریں؟ اس لئے کہ اگر ہم ان کی رسالت
کو نظر انداز کردیں تو پھر لا الہ الا اللہ بھی ہمارے لئے محض محمل کی چیز بنجاتی ہے۔ چنانچہ دنیا
کے جن مذاہب نے رسالت کے اس مدعا کو نہ سمجھ کر محض لا الہ الا اللہ کہنا ہی کافی سمجھا تھا
انکے لئے لا الہ الا اللہ بھی محض تفریح کی چیز بنگیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے نہ صرف اپنے
رسولوں یا نبیوں کو خدا یا خدا کا اوتار یا خدا مجسم مان لیا۔ بلکہ بعض صورتوں میں
انہوں نے پیڑ پہاڑ، دریا، سمندر، اور سورج، مچھلی تک کو بھی خدا سمجھ لیا۔ رسالت کے اس مفہوم
کو نہ سمجھنے کی وجہ سے عیسائی۔ یہودی۔ ہندو۔ بدھ وغیرہ تمام گمراہ ہوگئے دنیا کو اس
گمراہی سے بچانے اور اہل اسلام کو اس ٹھوکر سے بچانیکے لئے لا الہ الا اللہ کیساتھ
محمد رسول اللہ کہنا لازمی قرار دیا گیا۔ تاکہ ہر ایک مسلم کو ہر وقت اس بات کا
علم ہے کہ محمد خدا نہیں ہے۔ خدا کا بیٹا نہیں۔ خدا کا اوتار نہیں۔ خدا کا مجسم نہیں بلکہ
وہ محض اس کا ایک رسول ہے۔ اور رسول ہونے کی حیثیت سے اس کا ایک بندہ
یا مخلوق ہے۔ اگر غور کیا جاوے تو اسلام میں دونوں کلمے یعنی لا الہ الا اللہ کیساتھ محمد رسول
کا ہونا ایک ایسی خوبی حکمت و دانائی ہے۔ کہ دنیا بھر کا کوئی مذہب اپنے اندر اس خوبی
یا حکمت کا نشان نہیں بتلا سکتا۔ اگر لا الہ الا اللہ سے محمد رسول اللہ کو یا محمد رسول اللہ
کے لفظ کو الگ کر دیا جاوے تو تمام مسلم دنیا عیسائیوں یہودیوں بدھوں اور ہندوؤں کی طرح
محمد کو بھی خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا کا اوتار بنا لینے کے خطرہ میں پڑ جاتی یہانتک
کہ وہ انکی طرح سورج اور مچھلی تک کو بھی خدا ماننے لگ جاتیں۔ مسلم کو اس آیت

گمراہی سے بچانے کے لئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھنا لازمی قرار دیا گیا۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر اسلام حقیقی اخلاق کی تعلیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی ہے تو کیا محمد سے پیشتر جس قدر انبیاء رسل اور انکے ماننے والے ہوئے وہ سب اسلام سے خارج تھے جبکہ انہوں نے محمد کا کلمہ نہیں پڑھا تھا؟ اس سوال کا جواب قرآن پاک خود دیتا ہے:-

۱۔ "وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ" پ۔ النحل۔ ع۔

۲۔ "يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ" پ۔ المومنون۔ ع۔

رسولوں کا یہ کام تھا کہ وہ دنیا کو خدا کی طرف بلائیں۔ اور انکو فسق و فجور سے روکیں ان دونو آیتوں میں یہ تعلق بتایا گیا کہ وہ سب ہی ایک مشن کو پورا کرنے والے ہونگے جو سب ایک ہی پارٹی کے ممبر تھے۔ ان میں سے کسی ممبر کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ:-

"مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ" پ۔ آل عمران ع۔

خدا سے کتاب و عقل سلیم اور نبوت حاصل کر کے لوگوں کو یہ کہتا پھرے۔ کہ خدا کو چھوڑ کر میری بندگی کرو۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرو جب انبیاء و رسل کے منصب کا پتہ لگ گیا تو اسی میں سب کا پتہ چل گیا کہ وہ اپنے سے پہلے تمام انبیاء و رسل پر ایمان لاتے تھے۔ اور انکی تصدیق کرتے تھے یا یوں کہئے کہ وہ توحید کے قائل اور رسالت کے قائل تھے۔ یہی مذہب دین خدا کا حکم ہے۔ اور اسی شرط کو تمام انبیاء و رسل پورا کرتے تھے اور اسی بنا پر ان کو قرآن پاک میں مسلم کے نام سے پکارا گیا ہے اسی شرط کو فی زمانہ ایک شخص پورا کر کے اسلام میں داخل ہو سکتا ہے۔

اعتراض:- اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ اگر میں قرآن مجید کو تو من کل وجوہ منزل من اللہ مان لوں۔ مگر لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ نہ پڑھوں تو بھی مسلمان ہی

نہیں ہو سکتا۔
مسلم۔ میرا اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر آپ قرآن مجید کو منزل من اللہ
مان لیں۔ اور اس کے اوامر و نواہی کے قائل و عامل بن جائیں تو اس صورت
میں بھی جب تک کہ آپ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مشترکہ کلمہ نہ پڑھیں تب
تک آپ مسلمان نہیں ہوں گے۔ بلکہ میرا مدعا یہ ہے۔ کہ کسی شخص کا خدا کو وحدہ
لاشریک مان لینا اس وقت تک خالی از خطر نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ توحید
باری تعالےٰ کے ساتھ دنیا بھر کے انبیاء و رسل یا انسانوں کو شریک کرنے سے
محترز نہ رہے۔ اور اگر آپ قرآن مجید کو منجانب اللہ تسلیم کریں تو میرے نزدیک
آپ کے مسلمان ہونے کے لئے یہ امر نہایت ہی کافی و وافی ہے۔ اس لئے کہ
جب آپ نے قرآن پاک کو منجانب اللہ تسلیم کر لیا ہے۔ تو آپ نے لا الہ الا اللہ
کو اور محمد رسول اللہ کو بھی تسلیم کر لیا۔ اس لئے کہ قرآن پاک کی پہلی ہی آیت
میں یہ دعوےٰ کیا گیا ہے کہ

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

یعنے قرآن پاک میں ایک بھی بات ایسی نہیں ہے۔ جو مشکوک ہو۔ بلکہ وہ کامل و مکمل
ہدایت نامہ ہے۔
اعرابی۔ مگر میں نے قرآن مجید کو تو منجانب اللہ مان لیا ہے۔
مسلم۔ لیکن آپ کو لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کہنے سے جھجک آتی ہے؟
اعرابی۔ جھجک بھی کوئی نہیں۔ صرف اتنی بات ہے۔ کہ چونکہ یہ سالم کلمہ قرآن مجید میں
کسی ایک جگہ موجود نہیں ہے۔ اس لئے مجھے ایک آیت کو اسکی اصلی جگہ سے
ہٹا کر دوسری آیت کے ساتھ جوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔
مسلم۔ بہت بہتر۔ اگر صرف اتنی ہی بات ہے۔ تو پہلے آپ لا الہ الا اللہ کہہ لیا
کریں۔ اور اس کے بعد ذرا دم لے کر محمد رسول اللہ کہہ دیا۔ توحید الگ اور
رسالت الگ دونوں کا اقرار بھی موجود۔
اعرابی۔ مگر آپ محمد رسول اللہ پر یوں زور دے رہے ہیں؟
مسلم۔ اس لئے کہ قرآن پاک ہی یہ کہہ رہا ہے۔ کہ محمد خدا کا شریک نہیں ہے،

بلکہ وہ ہماری تمہاری طرح خدا کا بندہ ہے۔ وہ نہ خدا۔ نہ خدا کا اوتار نہ خدا کا بیٹا۔ نہ خدا کا بھائی یا شریک ہے۔ اس میں ہم سے بڑھکر جو فضیلت ہے۔ وہ یہہ کہ بندہ ہونے کے علاوہ وہ رب العزۃ کا پیغام سنانے والا ہے۔ چنانچہ رب العزۃ اپنے اس بندہ کو یہہ پیغام دیتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰىٓ اِلَيَّ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰــهٌ
وَّاحِدًا۔ کہف ع۱۲

اے محمد تو لوگوں کو سنا دے کہ میں تو تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ ہاں رب العزۃ نے مجھے یہہ پیغام دیا ہے کہ میں تم کو یہہ بتا دوں کہ تمہارا خالق و مالک وہی رب العزۃ وحدہ لاشریک ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰىٓ اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۚ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ۔ حٰم السجدہ ع۱

اے محمد تو لوگوں کو سنا دے کہ میں تو تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ ہاں رب العزۃ نے مجھے یہہ پیغام دیا ہے۔ کہ تمہارا خالق و مالک وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اسی رب العزۃ کی عبادت پر مضبوطی سے قائم رہو۔ اور اگر تم سے کوئی لغزش ہو جائے۔ تو اسی رب العزۃ سے معافی کے خواستگار بنو۔ اور اگر تم اس خالق و مالک کے علاوہ کسی اور کی پرستش کروگے تو تمہارے لئے یہہ نہایت ہی نقصان دہ بات ہوگی۔

اعتراض۔ میں کب کہتا ہوں کہ محمد خدا کا شریک یا خدا کا اوتار یا خدا کا بیٹا ہے۔ میں بھی تو محمد کو خدا کا رسول ہی مانتا ہوں۔ اس سے تو میں منکر نہیں ہوں۔ میرا مطلب صرف اس قدر ہے۔ کہ جب یہہ کلمہ اس شکل میں خداوند کریم نے قرآن مجید میں نازل نہیں فرمایا۔ تو اس بات پر کیوں زور دیا جا رہا ہے۔ کہ کلمہ کی جو شکل قرآن مجید کے مختلف مقامات کو جوڑ جاڑ کر بنائی گئی ہے۔ صرف اسی کا اقرار کرنے سے کوئی شخص مسلمان ہو سکتا ہے۔ اور کہ اگر وہ تمام قرآن مجید پر ایمان لانے کا اظہار کرے تو وہ مسلمان نہیں بن سکتا۔ یہہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔

مسلم۔ یہہ میں نے کب کہا ہے۔ کہ اگر آپ قرآن مجید کو من جانب اللہ بھی مانتے ہیں تو

مروجہ کلمہ کا جو قرآن مجید کے ہی دو مختلف مقامات کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ زبان سے ادا نہ کریں تو آپ مسلمان نہیں ہو سکتے؛

اعرابی۔ بہت اچھا۔ اگر آپ ایسا نہیں کہتے۔ تو لیجئے میں اقرار کرتا ہوں۔

الم۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔

فرمائیے۔ قرآن پاک کے اس دعوے کی تصدیق کر کے اس کو منجانب اللہ مان کر اور اس کے تمام اوامر کا عامل اور نواہی سے محترز رہنے کا عہد کر کے میں مسلمان کہلا سکتا ہوں یا نہیں؟

مسلم۔ میرے نزدیک آپ مسلمان کہلا سکتے ہیں۔ اور اگر آپ صدق دل سے یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ قرآن مجید منجانب اللہ ہے اور اس کی تمام تعلیم لاریب فیہ ہے تو آپ مسلمان ہیں۔

اعرابی۔ ہاں میں صدق دل سے مانتا ہوں کہ قرآن مجید لاریب فیہ ہے۔

مسلم۔ تب تو آپ مسلمان ہیں جب آپ نے قرآن مجید کو اپنا دستور العمل بنا لیا تو آپ نے جنت کو پکڑ لیا نہ صرف یہی بلکہ دنیا میں بھی عز و فلاح کی چابی آپ کے ہاتھ میں آگئی میں نے تو شروع میں ہی آپ کو کہہ دیا تھا کہ اگر آپ قرآن مجید کو کلام الٰہی مان کر اس کو اپنا دستور العمل بنا لیں۔ تو آپ مسلمان ہیں۔ مگر مجھے اندیشہ تھا۔ کہ شاید آپ اتنے بار گران کو اٹھانے کا حوصلہ نہ کر سکیں۔ اس لئے میں نے عام دستور کے مطابق آپ کے سامنے قرآن مجید کے دو اصول یعنی توحید و رسالت کو بشکل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پیش کیا تھا۔ مگر جب صورت میں کہ آپ تمام قرآن مجید کو ہی منجانب اللہ تسلیم کر کے اس کو اپنا دستور العمل قرار دے رہے ہیں۔ تو رب العزت کے مذکورہ بالا دونوں احکام بھی اسی میں آگئے اور آپ مسلمان ہو گئے۔

اعرابی۔ تو کیا اب میں اپنے آپ کو اعرابی کی بجائے مسلم یا اہل اسلام کہوں۔ یا اہل قرآن؟

مسلم۔ اہل قرآن نہیں بلکہ آپ اپنے آپ کو مسلم یا اہل اسلام ہی کہیں۔

اعرابی۔ بہت بہتر چونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے اس لئے میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں کل پھر آؤں گا۔

مسلم۔ اچھا۔ خدا حافظ۔ السلام علیکم۔ (اس سلسلہ کا دوسرا حصہ بھی ملاحظہ ہو۔ ایڈیٹر)

الفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولوی محمد عبد اللہ منیجر پرنٹر چھپ
اور غازی محمود دھرمپال بی اے پبلشر رسالہ حنیف نے قادیان سے شائع کیا

ایک احمدی کی سنگساری

ماہ گذشتہ میں دنیائے اسلام کا اہم ترین [illegible] کابل میں مجلس شرعیہ افغانیہ کے ہاتھ سے ایک احمدی نعمت اللہ خان کی اس الزام پر سنگساری ہے کہ وہ حنفی ہوکر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متبع بنا بریں از روئے فقہ حنفی مرتد و واجب القتل تھے۔ اس سنگساری کے فعل کی علماء دیوبند، و جمعیت العلماء ہند نے تائید و تصدیق کی ہے۔ مسلم پریس کے ایک حصہ نے بھی مسرت و اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ احمدی لوگ اپنے عجیب و غریب عقائد و تعلیم رکھتے ہوئے اپنے آپکو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بھی متبع مانتے ہیں اس لئے وہ از روئے مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرتد بنا بریں واجب القتل ہیں۔ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اس مسئلہ کے متعلق جو بحث ہو رہی ہے۔ اس نے نہایت ناگوار اور تلخ صورت اختیار کر لی ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ میں قرآن پاک کی رو سے احمدیوں کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ اگر اس بات پر بحث چھڑ جائے۔ کہ قرآن پاک نے ایک مسلمان کو کسی مذہبی اختلاف کی بنا پر یا مرتد کے متعلق قتل کا حکم دیا ہے یا نہیں۔ تو یہ فیصلہ کن بحث ہو گی۔ مگر افسوس ہے کہ اس وقت تک جس قدر بھی اس مسئلہ کے متعلق بحث ہوئی ہے وہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زاویہ نگاہ کو مد نظر رکھ کر کی گئی ہے۔ اگر حنفی شریعت کے مطابق مرتد کی سزا قتل ہے جیسا کہ علماء حنفیہ و حنفی پریس نے ثابت کیا ہے تو میرے خیال میں احمدیوں کے لئے سوائے دو کے اور کوئی راستہ نہیں رہتا کہ وہ یا تو اس سزا کو بخوشی برداشت کریں یا حنفی شریعت چھوڑ دیں جس کی رو سے وہ مرتد اور واجب القتل ٹھہرائے جاتے ہیں۔ [illegible] حنفی شریعت [illegible] [illegible] قرآن مجید میں [illegible] [illegible] احمدی جماعت [illegible] [illegible] حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی [illegible] [illegible] اور ہندوستان کے علماء نے [illegible] [illegible] [illegible] افغانستان [illegible]

کام کی باتیں

۱۔ حنیف ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو لدھیانہ سے شائع ہوتا ہے۔

۲۔ حنیف کی سالانہ قیمت چھ روپیہ ششماہی ۳ ممالک غیر ۶ شلنگ۔ فی پرچہ ۱۲ آنے +

۳۔ حنیف کا معمولی حجم ایک سو صفحہ ماہواری۔ مگر اس میں کمی بیشی بھی ممکن ہے۔

۴۔ حنیف کا ہر ایک پرچہ دوسرے پرچہ سے مختلف ہوگا۔ نمونہ دیکھکر اسکی خریداری کا فیصلہ کرنا غلط فیصلہ ہے۔

۵۔ قیمت بذریعہ منی آرڈر آنے پر پرچہ فوراً جاری کر دیا جاتا ہے۔ مگر وی پی کی صورت میں جبتک وی۔ پی کا روپیہ وصول نہ ہو پرچہ جاری نہیں ہوگا۔

۶۔ کسی ایسے منی آرڈر یا وی پی کی رقم کے لئے جو ڈاکخانہ کی غفلت کی وجہ سے حنیف کے دفتر میں نہ پہنچے۔ ایڈیٹر جواب دہ نہیں ہوگا۔

۷۔ حنیف کا ہر ایک پرچہ ایڈیٹر کی زیر نگرانی ڈاکخانہ میں ڈالا جاتا ہے۔ اگر کسی صاحب کو وقت پر نہ ملے تو وہ اپنے ڈاکخانہ میں شکایت کریں۔

۸۔ کسی مہینہ کی ۱۵ تاریخ تک اگر کسی کو پرچہ نہ ملے اور وہ دفتر حنیف میں شکایت کرے تو صحیح ہونیکی صورت میں دوسرا پرچہ بیرنگ بھیجا جا سکتا ہے۔ ۱۵ تاریخ کے بعد کی شکایت کی شنوائی نہ ہوگی۔

۹۔ ایسے خط کا جسکے جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ نہ بھیجا گیا ہو کوئی جواب نہیں دیا جاتا۔

۱۰۔ حنیف میں کسی قسم کا ادویہ کا اشتہار بڑی سے بڑی اجرت پر بھی نہیں چھپیگا۔ دیگر اشیا کا اشتہار بہ اجرت دس روپیہ ماہوار فی صفحہ چھپ سکتا ہے بشرطیکہ ایڈیٹر کو یہ یقین دلایا جاوے کہ ان اشیا کا اشتہار دینے میں کسی قسم کی دھوکہ بازی نہیں ہے۔

۱۱۔ اگر حنیف میں کسی اشتہار دہندہ کے خلاف کسی خریدار کی کوئی شکایت آئیگی تو وہ اُن کے پاس بھیجدی جائیگی۔ اگر وہ دو ہفتہ کے اندر اندر خریدار کی تسلی نہیں کر دینگے تو شکایت کو درج رسالہ کر دیا جاویگا۔

۱۲۔ اشتہار کی قیمت اشتہار کے مسودہ یا اشتہار کی کتابت شدہ کاپی کیساتھ پیشگی آنی چاہئے۔

(ایڈیٹر)

دسمبر ۱۹۲۴

ضروری اطلاع

حنیف کے اس پرچے کے ساتھ حنیف کی پہلی ششماہی پوری ہوگئی جن احباب نے چھ ماہ کے لئے پرچہ اپنے نام جاری کروایا تھا۔ انکو چاہئے کہ دوسری ششماہی کا چندہ یا تو بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں۔ یا وی۔پی کی اجازت دیں جن احباب نے چھ ماہ کا چندہ چار روپیہ دیا تھا۔ وہ اب باقی چھ ماہ کے لئے صرف دو روپیہ بھیجیں۔ جنہوں نے ساڑھے تین روپیہ دیا تھا۔ وہ باقی چھ ماہ کے لئے صرف ڈھائی روپیہ بھیجیں۔ یہ رعایت صرف منی آرڈر کے ذریعہ چندہ بھیجنے والوں کے لئے ہے۔ اور صرف ان ہی خریداروں کے لئے ہے جو پہلی ششماہی کا چندہ ادا کر چکے ہیں۔ دوسروں کے لئے نہیں ہے جو احباب منی آرڈر کے ذریعہ باقی چھ ماہ کا چندہ بھیجکر اس رعایت سے فائدہ نہ اٹھانا چاہیں۔ اور وہ ضرور وی۔پی ہی منگوانا چاہیں۔ انکے نام بصورت دوسری ششماہی کے لئے ساڑھے تین روپیہ کا وی۔پی بھیجا جاویگا۔ چونکہ حنیف کی ماہواری ضخامت ایکسو صفحہ ہو۔ اسلئے یہ خیال کرکے کہ اسکی جلد زیادہ بھاری نہ ہو جائے ضروری سمجھی ہے کہ سال میں بجائے ایک جلد کے اسکی چھ چھ پرچوں کی دو جلدیں کردیجایا کریں۔ اس لحاظ سے حنیف کی پہلی ششماہی کے ساتھ اسکی پہلی جلد بھی ختم کردی گئی ہے۔ اگلے پرچے سے اسکی دوسری جلد شروع کیجاویگی۔ اب یہ بات آپ نوٹ فرمالیں۔ مینیجر

علمائے دیوبند کا چیلنج

۲۸ نومبر ۵۰ء کے شروع میں میں نے لدھیانہ میں یہ تقریر کی کہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے موجودہ وقت نہایت نازک ہے۔ دشمنان اسلام آپس کے تمام اختلافات کو مٹا کر اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ پر ایک ہو رہے ہیں مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ اس وقت شیعہ سنی مقلد غیر مقلد حنفی وہابی۔ احمدی غیر احمدی کے جھگڑوں کو خیرباد کہہ کر کفار کے حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے متفق و متحد ہو جائیں میری اس نہایت مختصر سی تقریر کو سن کر بعض دیوبندی حضرات جو اس مجمع میں موجود تھے جل اٹھے۔ کہ احمدی تو مسلمان نہیں ہیں جو شخص احمدیوں کو مسلمان سمجھتا ہے۔ وہ بھی کافر ہے میں نے ان حضرات کو سمجھایا کہ آپ میری تقریر سن لیں۔ اگر میں کوئی بات قابل اعتراض کہوں تو آپ نے بعد میں پلیٹ فارم پر آ کر اس کی تردید کر دینا۔ آپ کو پورا وقت دیا جاوے گا۔ مگر یہ حضرات اس قدر برانگیختہ ہوئے کہ ان کو اس جگہ بیٹھنا بھی مشکل ہو گیا۔ وہ اٹھ کر چلے گئے اس کے بعد میری تقریر کے خاتمہ پر ایک دوسرے دیوبندی پلیٹ فارم پر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ اگر آپ کا عقیدہ یہی ہے۔ کہ احمدی مسلمان ہیں تو آپ بھی کافر ہیں میں نے عرض کیا کہ آپ کا کفر کا فتوےٰ تو ان لوگوں پر لگ سکتا ہے جنہوں نے کبھی کفر کی بو تک بھی نہ سونگھی ہو۔ مگر میں تو بارہ چودہ سال تک کفر کی بھٹی میں رہ کر بالکل کفر پروف بلکہ کفر توڑ ہو چکا ہوں۔ اس لئے یہ کفر کا ڈر تو دیوبند کے کسی تاریک حجرہ میں ہی رکھ آئیں۔ ہاں اگر آپ کو اس بات کا تصفیہ منظور ہے کہ قرآن پاک نے کفر ایمان یا ارتداد و اسلام کی کیا تعریف کی ہے۔ اور اس کے مطابق کون مسلم اور کون مرتد ہے تو اس پر آپ جس وقت چاہیں مباحثہ کرنے کو تیار ہوں جس پر اس دیوبندی نے یہ وعدہ کیا۔ کہ وہ آپ کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے علماء دیوبند کو بذریعہ خط بلا کر لائیں گے۔ مگر اب چھ مہینے ہو گئے ہیں نہ کوئی دیوبندی مسلمان آیا نہ کوئی کافر

منکرین ختم نبوت سے مطالبہ

آپ نے [illegible] سے [illegible] پوچھے [illegible] [illegible] ثابت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نبوت کی سی قیامت تک کے لئے [illegible] آخر [illegible]

اب نہ کوئی مسیح آئے گا۔ نہ مہدی۔ نہ کوئی دوسرا ظلی یا امتی نبی۔ یہ میرا عقیدہ ہے۔
جس کو میں نے قرآن پاک سے حاصل کیا ہے۔ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں ختم نبوت کے
متعلق جو فتنہ و فساد برپا ہے۔ میں اس میں ان دونوں گروہوں کو ختم نبوت
کا قطعی منکر سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ احمدیوں نے تو میرزا غلام احمد کو مسیح موعود یا ظلی
یا امتی نبی تسلیم کر کے ختم نبوت سے انکار کر دیا۔ اور غیر احمدیوں نے مسیح علیہ السلام کی
آمد ثانی کے عقیدہ سے ختم نبوت کو اٹھا کر پرے پھینک دیا ہے۔ پس از روئے
قرآن پاک احمدی اور غیر احمدی دونوں کے دونوں ختم نبوت کے منکر ہیں۔ میں ان
منکرین ختم نبوت کو اب دوبارہ چیلنج دیتا ہوں کہ اگر ان کے پاس اپنے اس
عقیدہ کی تائید میں قرآن پاک کی کوئی آیت یا کوئی لفظ یا شوشہ تک بھی موجود ہو
تو وہ اس کو پیش کریں۔ ورنہ ایک ایسے مسئلہ کے متعلق جس کا قرآن پاک
میں رب العزۃ نے کہیں اشارہ تک بھی نہیں کیا۔ ان دونوں کا آپس میں سر پھٹول
ہونا سخت افسوسناک ہے حنیف کا پرچہ احمدی اور غیر احمدی مرکزوں میں جاتا ہے
کیا وجہ ہے۔ کہ وہ دونوں کے دونوں ہی میرے چیلنج پر خاموش ہیں کیا ان کے
ہاتھوں میں یا ان کے گھروں میں قرآن پاک کا اب کوئی نسخہ نہیں رہا جس
کو وہ پڑھیں۔ اور میرے مطالبہ کا جواب دیں؟

اہل حدیث اور اہل قرآن کا جھگڑا

امرتسر کے اہل حدیث کے ۲۱ نومبر کے پرچہ
میں ایک مضمون "اہل حدیث اور اہل قرآن کی نزاع یا تنقیح" کے عنوان سے
شائع ہوا ہے۔ ان دونوں فرقوں نے عرصہ سے دنگل مچا رکھا ہے۔ اہل قرآن
کہلانے والے تو حدیثوں کی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ اور اہل حدیث نے قرآن پاک
کو نامکمل ثابت کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ تنقیح والے مضمون میں اہل حدیث
نے اہل قرآن کو چیلنج دیا ہے۔ کہ اگر تم قرآن مجید کو کامل مانتے ہو۔ تو اس
میں نماز کی ترتیب دکھاؤ۔ ادھر اہل قرآن حضرات "جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ
اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ" کی آیت میں سے نماز کی رکعتیں ثابت کر کے قرآن
پاک کا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید نے جس قسم کی نماز یا عبادت کا ذکر

بیٹوں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ جو از حد شرمناک ہے۔ اور فریقین کے لئے باعث ذلت
ہے۔ قادیانیوں کو تو ہم کچھ نہیں کہتے۔ کیونکہ ان سے ہمیں چنداں امید نہیں ہے۔ کہ
ہماری بات کو سنیں۔ ہاں ہم اپنے محترم اور فاضل دوست مولانا حشمت اللہ
صاحب بی۔ اے سے بزور استدعا کرینگے کہ وہ اس بحث کو قطعاً بند
کردیں۔ کیونکہ جب ہم لوگوں کو اس بحث سے صدمہ پہنچ رہا ہے تو بانی مشن
کے شبیہ ان صادق کی پاک روحوں کو اس سے کس قدر رنج پہنچ رہا ہوگا۔ اگر
آگرہ کے بھائیوں نے ہماری اس نصیحت پر عمل نہ کیا تو وہ یاد رکھیں کہ وہ
اپنے مشن کے دشمن ثابت ہونگے اور وہ ہند میں اس کی ترقی کو مسدود کر دینگے۔

وہابی اور حنفی کا جھگڑا

مسلمانوں میں پہلے ہی کیا کم سر پھٹول ہو رہا تھا۔ کہ اب ان میں
وہابیت اور حنفیت کا جھگڑا بڑے زور سے شروع ہوگیا ہے۔ یو۔ پی
اور پنجاب کے بعض اردو اخبارات میں اس قسم کے مضامین شائع ہوتے
ہیں۔ کہ وہابی خدا و رسول کے دشمن ہیں۔ اور سخت کافر ہیں۔ جھگڑے
کی بنا یہ ہے۔ کہ نجد کے سلطان ابن سعود نے سلطان شریف حسین کو مکے سے
بھگا دیا ہے۔ ہندوستان میں جھگڑیوں کا کاغذی گھوڑا چلانے سے تو یہ
بہتر ہے۔ کہ جو شریف کے طرفدار ہوں وہ شریف کی فوج میں جا بھرتی
ہو جائیں۔ اور جو نجدیوں کے حامی ہوں وہ نجدیوں کی فوج میں جا کر تلوار
کے ذریعہ فیصلہ کرلیں۔ کہ دونوں میں سے کون کافر اور کون مسلمان ہے۔
ورنہ ہندوستان میں بیٹھ کر مقلد غیر مقلد یا حنفی وہابی کے جھگڑے برپا کر کے
مسلمانان ہند میں جو تفرقہ پیدا کر رہے ہو نہایت افسوسناک ہے۔ یہ تو وہی
مثل ہوئی۔ کہ جوگی جوگی لڑیں۔ کھپروں کا نقصان۔ حالانکہ مسلمانوں کے
سامنے سوال یہ ہونا چاہیے کہ مکہ معظمہ پر توحید یا تثلیث کے پرستاروں
یا حامیوں میں سے کس کا قبضہ ہونا مسلمانان عالم کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔

خدا کے بندو! ۲۲ کروڑ بت پرست ہندوستان میں ۵۰ کروڑ چین و جاپان و
تبت و برہما میں اور ۴۵ کروڑ تثلیث پرست دنیا بھر میں موجود ہیں۔ اگر
ہمت ہے تو ان کو مسلمان بناؤ۔ یہہ کیا نامردی اور ہیجڑاپن ہے۔ کہ اُلٹے
ان مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔

اسلامی انجمنوں کو ضروری اطلاع

ملک کے مختلف صوبوں سے اسلامی انجمنوں کے اکثر دعوتی
خطوط میرے پاس آتے رہتے ہیں۔ کہ آیا میں ان کے جلسوں میں
شرکت کر سکتا ہوں یا نہیں۔ چنانچہ گذشتہ ہفتہ بھی گورکھپور۔ بدایون
نگینہ۔ سلطان پور وغیرہ سے اسی قسم کے خطوط آئے ہیں لہٰذا
تمام انجمنوں کو یہہ اطلاع کر دینا چاہتا ہوں کہ تبلیغ اسلام تو ہر ایک
مومن مسلم کا فرض ہے۔ مگر آج کل یہہ مشکل آن پڑی ہے کہ دیوبندی
حضرات نے لاکھوں کلمہ گو مسلمانوں کو کافر و مرتد قرار دے کر اور قرآن
مجید کی آیتوں کے گم ہو جانے کا فتنہ برپا کر کے مسلمانوں میں سخت
اضطراب اور انتشار پیدا کر رکھا ہے۔ چونکہ یہہ لوگ اسلامی انجمنوں کے
جلسوں میں جا کر اسی قسم کے کفر و تکفیر کے مضامین شروع کر دیتے
ہیں جس سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے میں نے
یہہ پسند کیا ہے کہ میں کسی بھی انجمن کے جلسے میں مطلقاً شرکت نہ
کروں جس کے اراکین کلمہ گو مسلمانوں کو کافر کہنے والے
دیوبندی علما کے حامی ہوں۔ جو انجمن مجھے شرکت جلسہ کی دعوت دے اس کو
چاہئے کہ وہ اس بات کا بھی مجھے تحریری اطمینان دلادے کہ وہ انجمن دیوبندی
لوگوں کے زیر اثر نہیں ہے۔ اور اگر زیر اثر ہے تو وہ اپنے جلسہ میں اس بات
کی بھی اجازت دیگی۔ کہ دیوبندیوں کے مذکورہ بالا نقصان دہ اور فاسد
عقائد کے متعلق کھلم کھلا بحث کی جاوے۔

بہت ہے۔ میں تو حیران ہوں کہ لوگ مسلمان کیوں ہو جاتے ہیں ٭

مسلم - خدا معلوم! آپ کو کن لوگوں سے واسطہ پڑ گیا۔ جو آپ اتنے پریشان نظر آتے ہیں آخر آپ بتائیں تو سہی۔ کہ یہ معاملہ کیا ہے؟ آپ اتنے کیوں گھبرا رہے ہیں کیا کہیں کسی تمی اعوذے ملنٹے کے ہتھے تو نہیں چڑھ گئے تھے؟

اعراقی - ہاں صاحب معاملہ تو یہی ہوا ہے۔

مسلم - (مسکرا کر) بھئی تب تو تمہاری کہانی بڑی مزیدار ہوگی میں خود بھی کسی زمانے میں ایسے ہی ملنٹوں کے ہاتھ سے پریشان ہو چکا۔ ذرا سناؤ تو سہی۔

اعراقی - حضرت! مجھے اندیشہ ہے۔ کہ کہیں آپ میری کہانی کو سنکر خود بھی پریشان نہ ہو جائیں۔ اس سے بہتر یہی ہے۔ کہ میں آپ کو آخری سلام کر کے اسی وقت یہیں ہی چلا جاؤں ٭

مسلم - میاں، عرفات میں چلے جانا تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ مگر ایسے بھی کیا گھبرا گئے۔ ذرا اپنی پریشانی کا حال تو سناؤ۔ شاید میں بھی تمہارے ساتھ چلا چلوں ٭

اعراقی - اچھا صاحب! اگر یہی بات ہے تو سن لیجئے۔ میں آپ سے رخصت ہو کر ایک مسجد کے پاس سے گذر رہا تھا کہ نماز کی آذان میرے کان میں پڑی۔ میں نے کہا کہ جب میں نے خدا کے سچے مذہب اسلام کو قبول کیا ہے تو کیوں نہ اب اسی خدا کی درگاہ میں جبین نیاز کو جھکا دوں۔ یہ سوچکر میں مسجد میں داخل ہو گیا۔ اور ہاتھ منہ اور پاؤں دھوکر میں نماز میں شامل ہو گیا۔ امام صاحب سورہ فاتحہ پڑھ رہے تھے جب انہوں نے اس سورۃ کو ختم کر کے ولا الضالین کہا۔ تو پیچھے سے کسی نمازی نے بڑے زور سے آمین پکاری۔ اس شخص کا آمین کہنا تھا کہ چاروں طرف نمازیوں نے نماز چھوڑ کر شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ کس پلید نے ڈکار لیا ہے۔ کون مردود وہابی یہاں آگھسا ہے۔ نکالو اس وہابی کو باہر۔ یہ کہکر انہوں نے ایک مسلمان کی پٹائی شروع کر دی۔ "دے مکا! دے گھسن" ٭

مسلم - (مسکرا کر) کیا واقعی ایسا ہوا؟

اعراقی - جی ہاں سچ کہتا ہوں۔ ایسا ہی ہوا مگر ذرا سنئے تو سہی۔ جب اس غریب کو پیٹنا چلانا شروع کیا۔ تو باقی نمازیوں نے بھی نیت توڑ ڈالی۔ یہاں تک کہ امام

فوراً مسجد کے صحن میں جا بیٹھے۔ میاں جی نے سب لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھو تم لوگ کیسے نادان ہو۔ جو خداوند کریم کے احکام کے برخلاف لوگوں کی عبادت میں مخل ہوتے ہو۔ حالانکہ خداوند کریم نے صاف فرما دیا ہے کہ

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۔ سَوَاءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِ ۔ الرعد ع ۲

خداوند کریم باطن اور ظاہر دونوں کا جاننے والا ہے۔ خواہ تم اونچی آواز سے پکارو خواہ دل ہی دل میں پکارو۔ مگر خدا کے نزدیک یہ دونوں برابر ہیں۔ [illegible] خداوند کریم نے قرآن پاک کی اس سورہ الرعد کے اسی رکوع میں دوسری جگہ خدا کو بلند اور دھیمی آواز سے پکارنے کا فیصلہ بھی کر دیا ہے کہ

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ ۔ الرعد ع ۲

بادلوں کی کڑک یعنی بجلی بہ آواز بلند اس کی حمد و ثنا کرتی ہے۔ مگر دوسری طرف فرشتے خاموشی سے اس کی حمد و ثنا میں مصروف ہیں۔ اے نادانو! جب خداوند کریم نے بجلی کی کڑک کی سی بلند آواز کے ساتھ اپنی حمد و ثنا کی اجازت دی ہے تو اس شخص نے جو تمہاری صف میں کھڑے ہو کر ذرا اونچی آواز سے آمین پکار دی تو تم نے کیوں سمجھ لیا کہ تمہاری نماز خراب ہو گئی؟ کیا اس کی آواز بجلی کی کڑک جیسی بلند تھی؟ اور جب خدا نے یہ صاف فرما دیا ہے کہ تم خواہ دل ہی دل میں اس کا نام لو۔ خواہ بلند آواز سے اس کو پکارو۔ مگر خدا کے نزدیک یہ دونوں باتیں برابر ہیں۔ تو پھر تم اس شخص کے آمین پکارنے پر اتنے کیوں بگڑ گئے کہ اس غریب کو مار مار کر مسجد سے نکال دیا۔

مسلم۔ کیا خوب! یہ میاں جی تو بڑی خوبی کے آدمی تھے۔ مگر ان کے اس وعظ کو سن کر کسی نے کوئی اعتراض کیا؟

اعرابی۔ کیوں نہیں! سب لوگ چلا اٹھے کہ میاں جی! اگر یہ بات ہے تو [illegible] آپ نے بھی پہلے سے یہ کیوں نہ بتا دیا کہ جو لوگ اونچی آواز سے آمین [illegible] مقلد، غیر مقلد [illegible] آواز سے کہتے ہیں۔ [illegible] دل ہی دل میں کہتے رہے۔

مسلم۔ میاں جی نے اس کا کیا جواب دیا؟

اعرابی۔ میاں جی فرمانے لگے کہ [illegible]

موجود نہیں تھیں۔ جب اس میانجی نے یہ کہا تو بالا اس داڑھے کو ایسا غصہ آیا کہ یہ
پھر کسی مسجد میں جا کر ڈکا نہ دے سکے۔ درحقیقت یہ میٹھے ہی فساد کی جڑ ہیں۔ جب
تک ہماری مسجدیں اس قسم کے فسادی ملنٹوں سے پاک نہیں ہوں گی۔ تب تک مسلمانوں
کو بھی صحیح راستے سے رشد و ہدایت نصیب نہیں ہوگا۔ غرضیکہ اسی قسم کی چہ میگوئیاں کرتے
ہوئے کئی مسلمان تو اس مسجد سے گھر کو چلے گئے۔ اور کئی وہاں بیٹھے رہے۔ میاں جی
نے ایک روپیہ کے لئے اپیل کی تھی۔ مگر ایک شخص بیری اور ایک روپیہ اس غم
کا ملا کر ایک کا ڈیڑھ ہو نواسی اور وقت ہو گیا۔ آٹھ آنے ایک اور شخص نے دیدے۔ دو روپیہ
لیکر میاں جی نے اپنا وعظ ختم کیا۔ مجھے جب بسی سا دیکھا تو اپنے حجرہ میں لے گئے اور پوچھنے
لگے کہ میاں تمہیں اس سے پیشتر یہاں کبھی اس مسجد میں نہیں دیکھا۔ کہاں سے
آئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں ایک نومسلم ہوں۔ میرے باپ دادا بڑے
سیٹھ ساہوکار تھے۔ میری طبیعت اسلام کی طرف مائل تھی چنانچہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔
اب میں اس فکر میں ہوں کہ کوئی عالم دین ملے تو اس سے اسلام کی تعلیم حاصل کروں
یہ سنکر میاں جی فرمانے لگے کہ دیکھو تم ہمارے دارالعلوم میں چلے جاؤ۔ وہاں دین کے
بڑے بڑے عالم فاضل موجود ہیں۔ میں بھی اسی دارالعلوم کا سند یافتہ ہوں۔ مسجد کی
امامت کے علاوہ میں اسی دارالعلوم کا ایجنٹ بھی ہوں۔ آپ جیسے متلاشی حق کو
جستجو میں مدد دینا ہی دارالعلوم والوں کا اور نیز میرا خاص کام ہے۔

مسلم۔ یہ دارالعلوم کہاں ہے؟

اعرابی۔ مجھے خود بھی اس کا علم نہیں تھا مگر جب میاں جی نے مجھے اس کا نام و پتہ
بتایا۔ تو میں دوسرے ہی دن وہاں پہنچا۔

مسلم۔ میاں! تمہاری سرگذشت تو بڑی دلچسپ معلوم ہوتی ہے۔ ذرا دینی مدرسہ
کے حالات بھی تو سناؤ۔ کہ وہاں کیا گذری؟

اعرابی۔ جناب کیا عرض کروں جب میں دینی مدرسہ پہنچا تو سیدھا دارالعلوم گیا
وہاں جا کر پتہ لگا کہ دارالعلوم کے مدرس اعلیٰ شہر کی جامع مسجد میں وعظ فرمانے
گئے ہیں۔ چنانچہ میں سیدھا جامع مسجد پہنچا۔ وہاں جا کر دیکھتا ہوں کہ بڑا مجمع
لگا ہے اور لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ آ رہے ہیں۔ جب مجمع بہت زیادہ ہو گیا۔ تو

کے مدرس اعلیٰ ممبر پر تشریف لائے اور اعوذ باللہ کے بعد قرآن مجید کی تلاوت
فرمائی۔ بعد ازاں لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میں آج آپ لوگوں کو اس حدیث شریف
کا کہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ مطلب سمجھانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے
اس پر بہت طول وطویل تقریر فرمائی۔

مسلم۔ مگر اس کا خلاصہ مجھے بھی تو سنائیے۔

اعرابی۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ جو شخص کسی قوم کی نقل اتارتا ہے۔ وہ اسی قوم کا ممبر سمجھا
جائے گا اور قیامت کے دن اسی قوم میں اس کا حشر ونشر ہوگا۔ اس سے مسلمانوں کو
چاہئے کہ وہ غیر مسلموں کی کسی بات میں نقل نہ کیا کریں۔ جو مسلمان غیر قوموں کی نقل کرتے
ہیں وہ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں۔ جو لوگ مسلمان ہوکر کافروں کی طرح چھری کانٹے
سے کھاتے ہیں۔ وہ کافر ہیں۔ جو کوٹ پتلون پہنتے ہیں۔ وہ بھی کافر ہیں۔ جو کالر نکٹائی
لگاتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ جو بوٹ پہنتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ جو پیشانی پر بال لمبے
رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ جو داڑھی منڈواتے ہیں۔ وہ بھی کافر ہیں۔ جو مونچھیں
لمبی رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ جو انگریزی پڑھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ جو ہندی سیکھتے
ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ جو ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہنتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ جو انگریزی
ٹوپی رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ اس لئے کہ یہ تمام باتیں سنت نبوی کے خلاف
ہیں۔ اور جو اتباع سنت نہیں کرتا بلکہ ان کے بجائے کفار کے اوضاع و اطوار
کی پیروی کرتا ہے وہ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے
جو کافروں کی نقل کرتا ہے وہ کافر ہے۔ پس اے عزیزو! تم کو چاہئے کہ اپنی تمام
باتوں میں [illegible] نہ صرف یہی بلکہ [illegible]
[illegible]
[illegible] جہاں تک [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

لکھا ہے کہ جیسی ہی حسنہ رنڈی کی کمائی حرام ہے۔ ویسی ہی وکیل کی کمائی بھی حرام ہے پس عزیزو! ایسے حرام کا پیشہ کرنیوالوں کے ساتھ اکل و شرب کرنے سے پرہیز کرو۔ ایسا نہ ہو کہ خدا کا غضب تم پر نازل ہو۔

مسلم۔ میاں اعرابی! یہ تو بڑا خطرناک وعظ تھا۔ مگر تم نے اس سے کیا نتیجہ نکالا؟

اعرابی۔ اجی حضرت! ذرا آپ سنتے تو جائیں کہ اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ جہلا تو دم بخود تھے مگر ایک طرف کچھ ترکی ٹوپی پہنے چند نئے فیشن کے تعلیمیافتہ جنٹلمین بھی کھڑے تھے ان میں ایک صاحب میاں نثار قطب پلیڈر ہائی کورٹ بھی تھے جو کسی زمانہ میں میرے ہم جماعت رہ چکے تھے۔ میں نے ان کو اور انہوں نے مجھ کو دیکھ لیا۔ در آنکھوں ہی آنکھوں میں ہماری ملاقات ہوگئی۔ میں خوب تاڑ رہا تھا۔ کہ مولوی صاحب کے وعظ کو سنکر میاں نثار قطب صاحب کے چہرے پر ایک رنگ آتا تھا اور دوسرا جاتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی گہری سازش کا نقشہ باندھ رہے ہیں۔ جب مولوی صاحب وعظ ختم کر چکے تو نثار میاں فوراً آگے بڑھے۔ اور مولینا سے مصافحہ کرتے ہی چپکے سے پانچ روپیہ اُن کی مٹھی میں دیدئے۔ اور نہایت ادب سے کہنے لگے کہ مولینا میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے۔ مگر مرحومہ یہ وصیت کر گئی ہے کہ میں آپ کے دارالعلوم میں مرحومہ کی یادگار میں ایک کمرہ بنوا دوں اور آپ کی بھی کچھ خدمت کروں۔ اس لئے اگر آپ کل بارہ بجے دن کو میرے غریب خانہ پر کھانا تناول فرمانے کے لئے تشریف لائیں۔ تو میں مرحومہ کے زیورات اور کچھ نقد جناب کی خدمت میں حاضر کردوں۔ میاں نثار قطب نے جو روپیہ مصافحہ کرتے وقت مولینا صاحب کی مٹھی میں دیا تھا۔ وہ تو مولینا نے چپکے سے جیب میں ڈال لیا اور دعوت کے متعلق فرمانے لگے کہ میں انشاءاللہ ضرور دولت خانہ پر حاضر ہوں گا۔ خدا مرحومہ کو غریق رحمت کرے کہ وہ رحلت فرماتے وقت دارالعلوم کے لئے ایسی گرانقدر امداد دینے کی وصیت کر گئیں۔

مسلم۔ میاں تمہاری کہانی بڑی دلچسپ ہے۔ پھر کیا ہوا؟

اعرابی۔ حضرت! ذرا آپ سنتے جائیں۔ مولینا نے تو میاں نثار قطب کی دعوت قبول کی۔ مگر نثار میاں نے مجھے بھی شرکت کے لئے کہا۔ میں نے ہرچند معذرت کی۔

مگر انہوں نے ایک نہ مانی۔ مولینا صاحب تو اپنے دار العلوم میں چلے گئے مگر نثار صاحب مجھے کھینچ کھسیٹ کر اپنے مکان پر لے گئے۔ مولینا کے وعظ کے متعلق ہم دونوں میں خوب بحث ہوتی رہی۔ نثار قطب صاحب تھے تو ہائی کورٹ کے وکیل۔ مگر مذہبی معاملات میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ فرمانے لگے۔ کہ میاں اعرابی! تم نے مولینا کے وعظ کا کیا نتیجہ نکالا۔ میں نے کہا کہ میں نے تو اس سے یہی نتیجہ نکالا ہے۔ کہ ہمیں کسی فرد کی نقل نہیں کرنی چاہئے۔ نثار میاں بولے۔ کہ مولینا کا تمام زور اتباع سنت پر تھا۔ میں نے کہا۔ ہاں ٹھیک ہے۔ نثار کہنے لگے۔ کہ دیکھو اس شخص نے کس جرأت اور دلیری سے ہمیں فاحشہ رنڈیوں کی طرح حرام کا پیشہ کرنے والا کہا۔ میں اب کل آپکو اس کی اتباع سنت کا تماشہ دکھانا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیونکر؟ فرمانے لگے کہ بس اس کا پتہ آپ کو کل ہی لگیگا۔ میں نے کہا۔ کہ کیا غریب مولوی پر نالش کر دوگے؟ فرمانے لگے۔ ہرگز نہیں!

مسلم: تو کیا کہیں مولوی کو پٹوانے کی سازش تو نہیں تھی؟

اعرابی: جی حضرت! آپ ذرا خاموشی سے سنتے جائیں۔ دوسرے دن علی الصبح میاں نثار قطب نے بڑے وسیع پیمانہ پر دعوت کی تیاری کی۔ انواع و اقسام کے کھانے تیار کئے گئے۔ زردہ۔ بریانی۔ قورمہ۔ متنجن۔ کوفتے۔ کباب۔ غرضیکہ ایک سے ایک زیادہ لذیذ کھانے پکائے گئے۔ وقت مقررہ سے چند منٹ پیشتر اپنے کھانے کے کمرہ میں میز کرسی لگا نہایت صاف ستھرے دسترخوان بچھا کر کھانوں کو چن کر کمرہ کو مقفل کر دیا۔ اس کے بعد میاں نثار قطب صاحب اپنے غسلخانہ میں کچھ یاد و وظیفہ کرنے کے لئے چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر نکلے، اور غسل خانہ کو بھی مقفل کر دیا۔ میں ان کی تمام حرکات کو دیکھ کر دم بخود تھا۔ کہ معلوم نہیں۔ یہ شخص اب کیا شرارت کریگا۔ کہ اتنے میں انہوں نے اپنے کوچوان کو حکم دیا۔ کہ فٹن لے جاؤ! اور مولینا کو لے آؤ۔ چنانچہ کوچوان اسی وقت فٹن لے کر چلا گیا۔ اور [illegible] مولینا کو لے آیا۔ میاں نثار نے دس قدم آگے بڑھ کر مولینا کا استقبال کیا۔ اور نہایت ادب و احترام سے فٹن سے اتار کر ان کو گول کمرے میں لے گئے۔ تھوڑی دیر ادھر ادھر کی باتیں کرکے فرمانے لگے۔ کہ مولینا کھانا تیار ہے

تشریف لے چلیں۔ مولینا صاحب یہ سمجھ کر کہ آج وکیل صاحب کے ہاں دعوت ہے علاوہ تر مال کے کچھ نقد وجنس بھی ملیگا عجیب ذوق کے ساتھ جھوم کر اٹھے۔ اور میاں نثار کے ہمراہ ہو گئے۔ میاں نثار نے غسل خانہ کے دروازے پر مولینا کو بٹھا کر۔ قفل کھولا۔ اور اندر داخل کر کے کواڑ لگا لیا۔ میں غسلخانہ کی کھڑکی میں سے یہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ کہ مولینا صاحب کی کیا خاطر و تواضع ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا۔ کہ غسلخانہ میں ایک پھٹا پرانا ٹاٹ کا ٹکڑا بچھایا ہوا ہے۔ اس پر ایک طرف کاٹھ کا پیالہ پانی سے بریز ہے۔ اور ساتھ ہی چار پانچ روز کی سوکھی ہوئی جو یا باجرے کی روٹیوں کے ٹکڑے دھرے ہیں۔ نثار میاں نے ٹاٹ کی طرف اشارہ کر کے مولینا کو فرمایا کہ حضرت کھانا موجود ہے بسم اللہ کیجئے۔ مولینا نے میاں نثار کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ اور نہایت غضب آلود لہجہ میں کہا۔ کہ یہ کیا حماقت ہے؟

میاں نثار۔ مولینا یہ حماقت نہیں ہے۔ بلکہ اتباع سنت ہے۔ چونکہ آپ سنت کے حامی ہیں۔ اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ رسول پاک کاٹھ کے پیالہ میں پانی پیتے تھے۔ اور جو کی روٹی باسی تباسی کھاتے تھے۔ اس لیے میں نے آپ کو متبع سنت سمجھکر یہی کھانا تیار کیا ہے۔

مولینا۔ مگر یہ تمہاری محض شرارت ہے۔ کہ تم مجھے اس طرح غسلخانہ میں بند کئے ذلیل کر رہے ہو۔ اور میرے سامنے کتوں کی طرح پیالہ میں پانی اور روٹی کے سوکھے ٹکڑے رکھکر جن کو کتے اور بھیڑ بکری بھی کھانا پسند نہ کریں۔ رسوا کرنے پر آمادہ ہو۔ کیا میں ایسا ہی ذلیل ہوں کہ ان سوکھی کنکریوں کو چباؤں۔ اور اس لکڑی کے پیالے کو منہ سے لگاؤں۔

نثار۔ مگر مولینا! گستاخی معاف۔ ہم نے آپ حضرت کو تو بارہا کہتے سنا ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلواۃ کے پانی پینے کا پیالہ لکڑی کا تھا۔ اور وہ بھی ٹوٹا ہوا۔ اور حضور اسی قسم کی باسی تباسی نان جویں پر قناعت فرمایا کرتے تھے۔ اور کہ ہمیں بھی حضور علیہ الصلواۃ والتسلیم کی سنت کی پیروی کرنی چاہیے۔ چونکہ جناب نے ہمیشہ اپنے وعظ میں اتباع سنت پر زور دیا تھا اس لیے میں نے آپ کے ارشاد کی لفظاً و معناً تعمیل کرتے ہوئے آپ سے

یہی کھانا تیار کیا ہے۔ تاکہ آپ کو سنت نبوی کے برخلاف کوئی لذیذ کھانا کھلا کر
میں گنہگار نہ ہوں۔

مولینا۔ یہ تمہاری شیطنت ہے۔ کہ تم ہمیں کھانا کھلاتے وقت اتباع سنت لے بیٹھے ہو
اگر تم نے یہی شرارت کرنی تھی تو مجھے پہلے ہی بتا دیا ہوتا۔ تاکہ میں تمہارے گھر پہ قدم ہی
نہ رکھتا۔ استغفراللہ! یہ کیسی بے حیائی ہے۔ کہ مجھے یوں ذلیل کیا گیا۔

مسلم۔ میاں یہ نثار قطب بھی عجیب مذاق کا آدمی نکلا۔ اچھا تو پھر کیا ہوا؟

اعرابی۔ حضرت ذرا سنئے تو سہی جب مولینا صاحب نے یوں توں تڑاق شروع کی تو میاں
نثار نے کھونٹی پر سے گینڈے کی کھال کا ہنٹر اتار لیا اور مولینا صاحب کے سر پر بلند کر کے
بجلی کی طرح کڑک کر کہا "ارے تو نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے جو یوں بدزبانی کر رہا ہے۔
خبردار! اگر تو سنت نبوی پر عمل کرنے سے ذرا بھی چون و چرا کریگا۔ تو مارے ہنٹروں کے
تیری کھال اتار دونگا۔ تو اس نان جویں کو جس کو حضور سرور کائنات صبر و شکر کے ساتھ
کھاتے رہے۔ کیونکر روکھی کہتا ہے اور تو اس پیالہ کو کھرا کھاتا ہے۔ تیرا قورمہ پلاؤ آج
نہ نکال دوں تو میرا نام نثار نہیں! اگر تو اپنی خیر چاہتا ہے تو بہتر یہی ہے۔ کہ چپ
چاپ ٹاٹ پر بیٹھکر یہ جو کی روٹی کھا۔ اور پانی کا پیالہ پی کر میرے حق میں دعائے خیر
کر۔ ورنہ یاد رکھ کہ یہ ہنٹر ہوگا۔ اور تیری پیٹھ" میاں نثار گرانڈیل جوان تھے۔ مولینا
پرتاؤ دیکھ کر کڑک کی سی آواز نکالی۔ اور ہنٹر کو ذرا جھٹکا دیا۔ تو مولینا کی روح قبض ہونے
لگی۔ یہ خیال کر کے کہ یہاں نہ کوئی یار و مددگار ہے نہ مرید و شاگرد جو مدد کو پہنچے۔ قہر
درویش برجان درویش۔ چپکے سے ٹاٹ پر بیٹھکر سوکھی روٹی کا ٹکڑا توڑ کر منہ میں ڈال کر
چبانے لگے۔ مگر مولینا نے کبھی کاہے کو ایسی روٹی کھائی تھی۔ وہ تو زردہ پلاؤ قورمہ
متنجن بریانی اور تر مال کے اڑانے والے تھے۔ اتباع سنت نبوی کا ڈھونگ تو
وہ دوسروں کے لئے ہی رچایا کرتے تھے۔ سوکھے ٹکڑوں کو دانتوں سے توڑتے اور
ڈاڑھوں سے چباتے اور پانی کا گھونٹ بھر کر گلے سے اتارنے کی کوشش کرتے
تھے۔ ٹکڑا حلق میں پھنسکر رہ گیا اور مولینا کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ اب لو ہاتھ جوڑ جوڑ کر
منتیں میاں نثار سے اپیل کرنے لگے کہ خدا را معاف کرو۔ اتنا کہنا تھا کہ میاں نثار
ہنسی ضبط نہ کر سکے اور اٹھ کر کمرہ کا بٹن دبایا۔ دروازہ جھٹ پٹ کھل گیا اور میاں نثار

قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ اور مولینا کو نہایت ادب سے گلے لگا۔ ساتھ دے فرودین جہاں انواع واقسام کے کھانے پیشتر سے ہی چن رکھے تھے۔ لے گئے۔ نہایت عزت سے کرسی پر بٹھا کر فرمانے لگے۔

مختار۔ حضرت معاف کرنا۔ بندہ نے آج آپ کی بے حد گستاخی اور بے ادبی کی ہے۔

مولینا۔ نہیں نہیں مضائقہ نہیں۔ یہ تو میں پہلے ہی سے جانتا تھا کہ آپ میرے ساتھ دل لگی کر رہے ہیں۔ ورنہ یہ بھی کوئی بات تھی۔ کہ آپ جیسا نیک و متقی کا جانشین مجھے اس طرح کاٹھ کے پیالہ میں پانی اور ٹاٹ کے ٹکڑے پر خشک روٹی دیگا۔

مختار۔ مگر مولینا آپ نے بھی تو رات اپنے وعظ میں غضب کر دیا۔ مجھکو بیٹھے بٹھائے رنڈیوں کا ساتھی بنا دیا۔ اور ہمارے گھر کا کھانا پینا تک حرام کر دیا۔ اور آپ خود متبع سنت کہلا کر بڑے متقی و پرہیزگار بن گئے۔ میں نے تو صرف اتنا ہی دیکھنا تھا۔ کہ آپ واقعی متبع سنت ہیں۔ یا آپ کا حلق بھی ہمارے حلق جیسا ہی ہے۔ سو جناب پتہ لگ گیا کہ آپ کے حلق میں اور ہمارے حلق میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ جس طرح جو کی روٹی کے سوکھے ٹکڑے ہمارے حلق سے نیچے نہیں اترتے۔ اسی طرح وہ آپ کے حلق سے بھی نیچے نہیں جاتے۔ مولینا میرے ایک دوست میاں عرفانی بھی میرے مکان پر تشریف فرما ہیں۔ ذرا انکو بھی میز پر بلا لوں۔ یہ کہکر میاں مختار نے مجھے آواز دی۔ میں اندر گیا۔ اور مجھے مولینا صاحب سے انٹروڈیوس کر دیا۔ اس کے بعد میاں مختار نے نہایت شرارت بھری نگاہ سے مجھے گھورا۔ اور کہنے لگے کہ میاں عرفانی آپ کو پتہ ہے کہ میں مولینا صاحب کو غسلخانہ میں کیوں لے گیا تھا؟

عرفانی۔ جناب خود ہی فرمائیں کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ کیونکہ میں نے دیکھا تو سب کچھ مگر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ آپ نے یہ سب کھیل کیوں کھیلا؟

مختار۔ میں جانتا ہوں۔ آپ نو مسلم ہیں۔ نو مسلموں کو چونکہ ہمارے مولویوں کی حالت کا پتہ نہیں۔ اس لئے وہ ان کے بیہودہ اور دور از کار باتوں کو سن کر گھبرا جاتے ہیں۔ اور اسلام کو ترک کر جاتے ہیں۔ میں نے آج جو کچھ کارروائی کی وہ آپ پر اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے تھی۔ کہ جن لوگوں کو ہم تقدس مآب حامل شریعت سمجھتے ہیں۔ اور جن کے لمبے چوغے، دستاریں ان کی بزرگی کے مظہر ہیں

نثار۔ حضرت! اگر آپ کے نزدیک وہ فتویٰ صحیح ہے۔ تو مہربانی کرکے یہ پانچ سو روپیہ کے نوٹ اور طلائی کنگنوں کی جوڑی واپس کردیجئے۔ میں علیگڈھ کالج میں بھیجدونگا۔

مولینا۔ واہ صاحب! یہ بھی کوئی بات ہے۔ میں نے کہہ جو دیا۔ کہ ہم لوگ مولینا رشید احمد صاحب گنگوہی، اور مولینا محمود حسن صاحب دیوبندی کے اجتہاد کو صحیح نہیں سمجھتے۔

نثار۔ تو پھر رات کے وعظ میں آپ ہم لوگوں کے برخلاف جو اتنے بگڑ رہے تھے۔ اس کی وجہ؟

مولینا۔ میاں! میرے ذہن میں اس وقت میرزا نیاز بیگ وکیل تھے جو ہمارے دارالعلوم کے مخالف ہیں۔ کہئے اگر ہم ایسے ایسے مخالفوں کو شریعت کے ڈنڈے سے نہ ماریں تو اور کیا کریں؟

نثار۔ تو پھر آپ نے میرزا نیاز بیگ کا نام لے کر حملہ کیا ہوتا؟

مولینا۔ کیا خوب۔ آپ کا مطلب یہ ہے۔ کہ میں زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند اپنے برخلاف مقدمہ کھڑا کرا لیتا۔ اور پھر وہ بھی کس کی طرف سے۔ ایک وکیل کی طرف سے جو پڑھا لکھا جن ہو۔ اور ہماری کسی جھاڑ پھونک سے بھی نہ اترے +

الغرض دعوت کے بعد مولینا صاحب بخوشی رخصت ہوئے۔ ان کے جانے کے بعد میاں نثار نے مجھ سے کہا۔ کہ عرفی! آپ نے دیکھا۔ ان حضرات کے قول و فعل میں کس قدر بعد المشرقین ہے۔

متکلم۔ جب میاں نثار صاحب نے آپ کو تمام حقیقت عملی طور پر دکھادی تو پھر آپ نے یہ کیوں کہا تھا کہ آپ اسلام سے بیزار ہو کر اعراف میں رہ جانا چاہتے ہیں۔

عرفانی۔ جناب میاں نثار صاحب کے ہاں سے تو میں بہ اطمینان خاطر ہی واپس آیا تھا۔ مگر اس کے بعد تین چار باتیں میں نے ایسی دیکھیں کہ میں تنگ پڑ گیا۔

متکلم۔ وہ بھی تو فرمادیجئے۔

عرفانی۔ ایک تو عید کے دن کا حال تو میں آپ کو بتاتا ہوں۔ جب دو دوست۔

اور علوم سے واپس آکر میں ایک دن ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے چبوترہ کی مسجد میں
گیا۔ اور وضو کر کے نماز کی نیت باندھی۔ کہ اتنے میں دو آدمیوں نے مجھے اسی حالت
میں اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک دیا۔ اور کہنے لگے۔ کم بخت بدعتی۔ مقلد کہیں کا! تو نے
ہماری ہی مسجد میں آکر یہ بدعت پھیلائی تھی۔ میں حیران تھا۔ الٰہی کیا ماجرا ہے
میں نے کونسی بدعت پھیلائی۔ آخر پوچھا کہ بھائی یہ کیا بات ہے۔ فرمانے لگے
کہ ارے احمق تجھے۔ اتنا بھی پتہ نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالے کے سامنے کھڑے ہوتے
وقت سینے پر ہاتھ رکھنے چاہئیں؟ تو ان کو پیٹ اور ناف سے بھی نیچے لیے جاتا
ہے۔ جو سنت ہے۔ اور بلکہ بے شرمی کی بات ہے۔ چل دور ہو یہاں سے۔ چونکہ نماز
کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔ اس لئے میں وہاں سے جلدی جلدی چلا۔ تاکہ پاس ہی
دوسری مسجد میں نماز پڑھ لوں۔ یہ خیال کر کے کہ سینے اور ناف کا جھگڑا ہی اُڑا دینا
چاہئے میں مسجد میں داخل ہوا۔ اور ہاتھ سیدھے چھوڑ کر نماز کی نیت باندھ لی۔
ابھی ایک منٹ بھی نہیں ہوا تب۔ کہ مسجد کے حجرے سے ایک موٹا سا آدمی نکلا اور
اس نے مجھے زور سے دھکا دیا۔ اور مسجد سے باہر پھینک کر کہنے لگا۔ کہ میاں! یہ
مسجد ہے شیعوں کا امام باڑہ نہیں ہے۔ میں وہاں سے بھی نکلا۔ اور یہ خیال کرتے
کہ امام باڑہ آزادی کا میدان ہوگا۔ میں لوگوں سے پوچھتا ہوا امام باڑہ پہنچا
اور جھٹ سے نماز کی نیت باندھ لی۔ ابھی سورۂ فاتحہ ہی پڑھ رہا تھا۔ کہ اتنے میں
تین چار شخصوں نے مجھے کوسنا شروع کیا۔ کہ دیکھو تو یہی ان لوگوں نے خلافت
کو تو غصب کیا ہی تھا۔ اب امام باڑوں کو بھی غصب کرنے کی ٹھانی ہے۔ نماز کے
بہانے سے گھسنے لگے ہیں۔ نکالو اس کو باہر۔ چنانچہ رکوع کرنے سے پیشتر ہی مجھے
ان شخصوں نے امام باڑہ سے باہر نکال دیا۔ میں سخت حیران و پریشان تھا۔ کہ
[illegible] معاملہ ہے۔ خدا کے ذکر کے لئے یہ جگہیں [illegible]
[illegible] جائے [illegible]
[illegible] نماز کی [illegible]
[illegible] دس روز [illegible]
[illegible]

کر دو یا دا خر فت میں چلا جاؤں۔

مسلم: میں نے آپ کی تمام سرگذشت سن لی ہے۔ افسوس ہے مسلمانوں ورنگے عیسائی باہمی تو تو میں میں آپ کی ٹھوکر کا باعث ہوئی۔ آپ چونکہ تھکے ماندے ہیں۔ فی الحال آپ آرام فرمائیں۔ میں اس کے متعلق آپ سے مفصل گفتگو کرونگا۔ اور خدا نے چاہا تو آپ کی تمام پریشانی اور گھبراہٹ بدل براحت ہو جائے گی۔ چونکہ میں خود کسی زمانہ میں ان ہی پتھروں سے ٹھوکر کھا چکا ہوں۔ اس لئے مجھے یہ حق حاصل ہے۔ کہ ان ٹھوکر کھلانیوالے پتھروں سے ہمیں کیونکر بچکر چلنا چاہئے۔ آپ مطلق گھبرائیں نہیں اطمینان رکھیں۔ کہ آپ کو اعراف میں واپس جانے کی ہرگز ضرورت نہیں پڑیگی۔

اعرافی: یہ آپ کی میرے حال پر عین مہربانی ہوگی۔ کہ آپ مجھے اعراف میں واپس جانے سے روک لیں۔ ورنہ میں تو پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ میں اس وقت آپ سے صرف آخری ملاقات اور آخری سلام کے لئے آیا ہوں۔

مسلم: نہیں نہیں یہ آخری ملاقات نہیں ہے۔ بلکہ آپ کو سمجھ لینا چاہئے۔ کہ ہماری یہ ملاقات نہایت مبارک ثابت ہوگی۔ فی الحال آپ آرام فرمائیں۔

اعرافی: بہت بہتر۔

ساتویں فصل

اسلام مسجد سے باہر۔

اعرافی: جناب [illegible] ہوں۔ اجازت چاہتا ہوں [illegible] اجازت دیجئے۔ کہ میں آپ کو آخری سلام کرکے اعراف میں چلا جاؤں۔

مسلم: اعراف میں جانے کی ضرورت تو تب پڑے گی۔ اگر آپ کے دل میں

اور کس کے پیچھے؟ آپ ان معاملات میں مجھ سے گفتگو کر لیتے۔ تو ہرگز ٹھوکر نہ کھاتے۔ اب
آپ ایک طرف تو مسجدوں سے بیزار ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف نماز کو جواب دئے
رہے ہیں۔ تیسری طرف ملّاؤں پر پتھر برسا رہے ہیں۔ معاملہ بہت کچھ پیچیدہ ہو گیا۔
مگر مضائقہ نہیں۔ آسانی سے سلجھ جاویگا۔

دیکھو میاں! میں آپ کو مسجد میں جانے سے نہیں روکتا۔ اور نہ روکونگا۔ مگر آپ کو پہلے
یہ دیکھ لینا چاہیے۔ کہ جس مسجد میں آپ داخل ہونا یا نماز پڑھنا چاہتے ہیں وہ کہیں
مسجد ضرار، مسجد کفر، مسجد تفریق، مسجد ارصاد یا دنگل تو نہیں ہے۔ اگر وہ مسجد ان اقسام
میں سے کسی قسم کی ہے۔ تو رب العزۃ نے اس مسجد میں نماز پڑھنا تو ایک طرف اس میں
قدم تک رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

اعرابی۔ یہ تو آپ نے دنگل کی بات بیان فرمائی ہے۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ جس عمارت
کے اوپر گنبد بنے ہوئے ہوں۔ اندر محراب و منبر ہو۔ سامنے نالی بنی ہوئی ہو۔ اور اس
میں چند ایک مٹی کے لوٹے دھرے ہوئے ہوں۔ اور چٹائی بچھی ہوئی ہو۔ بس وہی
مسجد ہے۔ مگر یہ مسجد ضرار، مسجد کفر، مسجد تفریق، مسجد ارصاد کا کیا مطلب؟

مسلم۔ جو علامتیں آپ نے بیان فرمائی ہیں۔ وہ تو عمارت کے نشانات ہیں۔ یہ نشانات
تو ایک کافر و مشرک بھی اپنے مندر میں بنا سکتا ہے۔ مگر ان بیرونی علامتوں سے وہ
مندر مسجد نہیں کہلا سکتا۔ تاوقتیکہ ان علامات میں اسی تقویٰ و طہارت کا ظہور نہ ہو
جس کو رب العزۃ نے بیان فرمایا ہے۔

اعرابی۔ مگر کیا آپ مسجد ضرار۔ تفریق وغیرہ کی قدرے تشریح فرما دینگے۔

مسلم۔ مجھے ان الفاظ کی چنداں تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ نے
مسجدوں میں جانے۔ وہاں زدوکوب ہونے، دھکے کھانے، باہر نکالے جانے کی جو
کہانی سنائی ہے۔ وہ مسجد ضرار، مسجد تفریق، مسجد کفر وغیرہ کی عملی تشریح و تفسیر ہے
یعنی جن مسجدوں میں مسلمانوں کو دوران نماز میں ضرر پہنچایا جاتا ہو۔ ان کو زدوکوب
کیا جاتا ہو۔ اور آمین وغیرہ کے جھگڑوں پر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا جاتا ہو۔ اور
خدا اور رسول کے احکام کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں کے ساتھ دنگل مچایا جاتا ہو
اور ان پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہوں۔ بس یہ تمام مسجدیں مسجد ضرار وغیرہ کے

تحت میں آتی ہیں۔ رب العزۃ نے ان مسجدوں میں جانے یا ان میں نماز پڑھنے سے اپنے حبیب پاک اور مسلمانوں کو منع فرمایا ہے۔

اعرافی: مگر کیا اس کے متعلق رب العزۃ نے قرآن مجید میں کوئی آیت نازل فرمائی؟

مسلم: ہاں اس کے متعلق رب العزۃ نے نہ صرف آیت نازل فرمائی ہے بلکہ نہایت سختی سے حکم دیا ہے کہ ایسی مسجدوں میں قدم تک نہ رکھو:

اعرافی: کیا آپ مجھے وہ آیت دکھا سکینگے؟

مسلم: بڑے شوق سے دیکھئے رب العزۃ کا فرمان ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا (التوبۃ ع)

وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی تاکہ اس مسجد کو مسلمانوں کے لئے باعث ضرر بنائیں۔ پھر کفر کے فتوے لگائیں۔ اور مسلمانوں میں پھوٹ اور نفاق پیدا کریں اور اسکو ایسے لوگوں کے لئے جن کے قول و فعل خدا اور رسول کے برخلاف ہوں پناہ گاہ بنائیں۔ یہ لوگ خود ہزار قسمیں کھائیں کہ ہم نے فتنہ و فساد کی نیت سے نہیں بلکہ خدا اور رسول کی خوشنودی کے ارادہ سے مسجد بنائی ہے۔ مگر رب العزۃ نہایت زور سے شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ ان کی قسمیں بھی جھوٹی ہیں۔ اے رسول! ایسی مسجد میں تو کبھی ہرگز قدم ہی نہ رکھنا۔

اعرافی: یہ حکم تو بالکل صاف ہے۔ تو کیا ہمیں پھر کسی مسجد میں کبھی داخل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ہم تو آج کل دیکھتے ہیں ان سب میں اسی قسم کے فتنے و فساد اور لڑائی و جھگڑے دیکھے جاتے ہیں۔

مسلم: نہیں نہیں سب مسجدوں میں اسی قسم کے جھگڑے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ سب مسجدیں جو مسلمانوں کے کسی فرقے نے ذاتی ضد کی بنا پر تعمیر نہیں کیں۔ بلکہ وہ سب ذکر و علم کے لئے عبادت کے واسطے کھلی ہیں۔ ان میں جانا اور نماز پڑھنا چاہئے۔ دیکھو ایسی مسجدوں کے متعلق خدا کا خاص فرمان حسب ذیل ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ

التوبہ ع ۱۳

وہ مسجد جو پہلے ہی دن سے خدا ترسی اور خدا پرستی کی خاطر بنائی گئی یقیناً وہی ایسی مسجد ہے جس میں تمہیں نماز پڑھنی چاہئے۔ وہ مسجد مسلمانوں میں کسی قسم کے فتنہ و فساد یا پھوٹ و نفاق کے لئے نہیں بنائی گئی۔ بلکہ اس میں ایسے لوگ نماز پڑھتے ہیں جن کے دل اس قسم کے فسق و فجور۔ کفر و نفاق۔ پھوٹ و تفریق سے پاک و صاف ہیں۔ اور رب العزت بھی ایسے ہی پاک و صاف دل رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اعرابی۔ خداوند کریم کا فیصلہ تو نہایت صاف ہے۔ مگر اس بات کا پتہ کیونکر لگایا جائے کہ شہر میں کونسی مسجد ایسی ہے جو پھوٹ و نفاق یا فرقہ بندی کی وبا سے پاک ہو۔

مسلم۔ فی زماننا ایسی مسجدوں کا پتہ لگنا اسوقت تک نہایت مشکل ہے جب تک کہ کوئی شخص ایسی تمام مسجدوں میں آپ کی طرح زد و کوب ہو کر یا دھکے کھا کر نہ دیکھ لے۔ جوئندہ یابندہ۔ آخر کسی جگہ تو اس کو آزادی سے نماز پڑھنی نصیب ہوگی پس سمجھ لینا چاہئے کہ جہاں نمازیں اس قسم کی آزادی ہو۔ وہی اصل مسجد ہے۔

اعرابی۔ (مسکرا کر) بندہ ایسے تجربے سے باز آیا مجھ میں تو ایسی ہمت نہیں ہے کہ میں پیٹھ ایسے نمازیوں یا ملاؤں کے مکوں اور گھونسوں کے لئے تختۂ مشق پیش کروں۔

مسلم۔ اچھا تو پھر میں تمہیں ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ اس پر عمل کرو کوئی تم کو حرف بد نہیں کہیگا۔

اعرابی۔ بہت بہتر فرمائیے۔

مسلم۔ جب آپ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جائیں تو جس طریقہ پر وہ لوگ نماز پڑھتے ہوں۔ اسی طریقہ پر نماز ادا کریں۔ مثلاً اگر اس مسجد کے نمازی آمین زور سے کہتے ہوں تو آپ بھی زور سے کہیں۔ اگر وہ زور سے نہ کہتے ہوں تو آپ بھی خاموش رہیں۔ اگر وہ رفع یدین کرتے ہوں تو آپ بھی کریں۔ اگر نہ کرتے ہوں تو آپ بھی نہ کریں۔ اگر وہ سینہ پر ہاتھ رکھکر نماز پڑھ رہے ہوں تو آپ بھی اسی طرح ایسا ہی کریں۔ اگر وہ زیر ناف یا بالکل ہی چھوڑ کر نماز پڑھ لیتے ہوں۔ تو آپ بھی اسی طرح پڑھیں۔ غرضیکہ جس طرح پر وہ لوگ نماز ادا کرتے ہوں

رب العزۃ نے انسانوں سے صرف اتنا مطالبہ کیا ہے۔ کہ وہ اسی ذات پاک کی عبادت کریں کس شکل میں اس کی عبادت کریں۔ اس کے متعلق اس نے اپنے بندوں کو مکمل آزادی دے دی ہے۔

اعتراض۔ مگر مولوی لوگ جو کہہ رہے ہیں کہ رسول پاک نے صرف اسی طریقہ پر نماز ادا کی۔ جس طریقہ پر ان کا خاص فرقہ نماز ادا کرتا ہے۔ اور کہ باقی طریقے غلط ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

مسلم۔ ذرا سوچنے کی بات ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک فرقہ کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ صرف اس کی نماز صحیح ہے۔ کیونکہ اس کا طریقہ سنت نبوی کے مطابق ہے۔ باقی فرقوں کی نماز غلط ہے۔ کیونکہ وہ سنت نبوی کے مطابق نہیں ہے۔ ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ کے متعلق یہی فتوے دیتا ہے جس کا دوسرا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ سب ایک دوسرے کو غلط سمجھتے ہیں۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ رسول پاک نے اپنے عمل سے رب العزۃ کی عبادت کے متعلق اس آزادی کا ثبوت دے کر دکھا دیا۔ جو قرآن پاک نے بندوں کو عطا کی ہے۔ آپ نے چلتے پھرتے۔ اٹھتے۔ بیٹھتے۔ سفر و حضر میں جنگ میں۔ امن میں بیماری میں تنہائی میں۔ مسجد میں غرضیکہ ہر ایک صورت میں اور ہر ایک حالت میں بے شمار طریقوں پر خدا کی عبادت کر کے ایک مثال قائم کر دی۔ کہ تم جس طرح بھی چاہو۔ رب العزۃ کی عبادت کر سکتے ہو عبادت کے متعلق رب العزۃ کی طرف سے تمہاری آزادی تمہیں بھی کامل مکمل طور پر حاصل ہے۔ اور قرآن پاک اس آزادی پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ اور تمہیں نماز کے کسی خاص طریقہ یا ترتیب کا غلام نہیں بناتا۔ یہی وجہ ہے کہ رب العزۃ نے اپنے کلام پاک میں نماز کی کوئی خاص ترتیب ہمارے سامنے پیش نہیں کی۔ یہاں تک کہ اس نے یہ بھی نہیں کہا۔ کہ فلاں وقت تم اتنے فرض ادا کیا کرو۔ اتنی سنتیں ادا کرو۔ اتنی رکعتیں ادا کیا کرو۔ اتنے رکوع اور اتنے سجدے کیا کرو۔ رب العزۃ نے اپنی عبادت کے لئے اس قسم کی کوئی قید قرآن پاک میں ہرگز ہرگز عائد نہیں کی۔ بلکہ اپنے پرستاروں کو مکمل آزادی دی ہے۔ اور اعلان کر دیا ہے کہ ہم نے تم کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ مگر عبادت کے طریقہ و ترتیب میں تمہیں کامل و مکمل آزادی دی ہے۔

اعرابی۔ رب العزۃ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ کی اس تقریر کو سنکر میرے دل پر سے
یک زبردست بوجھ اور شکوک و شبہات کے تاریک ترین بادل دور ہو گئے ہیں
میرے دل میں مسجدوں میں جانے اور نماز پڑھنے کے متعلق جو نفرت پیدا ہو گئی تھی وہ
آپ کی اس تقریر کو سنکر کافور ہو گئی ہے۔ اور مجھے پتہ لگ گیا کہ میں غلام نہیں ہوں
بلکہ آزاد ہوں۔ میں کرایہ دار نہیں ہوں۔ بلکہ مالک مکان ہوں۔ اب میں دیکھونگا
کہ قرآن پاک کے اس اصول پر کاربند ہو کر کونسا ملاں یا کسی عبد کے کونسے نمازی مجھے
نماز پڑھنے سے روک سکتے ہیں۔ مگر از راہ کرم مجھے آپ اتنا بتا دیجئے کہ قرآن مجید نے
جہاں جہاں نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ کیا فی الواقعہ وہاں نماز کی خاص ترتیب یا طریقہ
کا ذکر نہیں ہے۔

مسلم۔ اس میں شک و شبہ کی کونسی بات ہے۔ قرآن پاک میں جہاں جہاں رب العزۃ
نے اپنی عبادت کا، صلوۃ یا نماز کا، حمد و ثنا کا، تسبیح کا، رکوع و سجود کا ذکر کیا ہے آپ
ان مقامات کا بغور مطالعہ کر جائیں۔ آپ کو بخوبی معلوم ہو جائیگا۔ کہ اپنی عبادت کے
متعلق رب العزۃ نے ہمیں کامل و مکمل آزادی دے رکھی ہے۔ وہمیں کسی خاص طریقہ
یا ترتیب سے اس کی عبادت کرنے پر مجبور نہیں کیا۔

اعرابی۔ کیا از راہ کرم! آپ مجھے قرآن مجید کی ایسی آیات سناتے جائینگے۔ تاکہ میری
مزید تسلی ہو سکے۔

مسلم بہت بہتر۔ سنئے رب العزۃ فرماتا ہے۔

(۱)

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
يُنْفِقُوْنَ (البقرۃ ع ۱)

قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس میں کوئی بات بھی شکوک نہیں ہے۔ اس سے وہی
... ہدایت حاصل کر سکتے ہیں جو ہمیشہ اس کے احکام کی پیروی کرتے۔ رب العزۃ پر
ایمان لاتے ... کی عبادت کرتے۔ اور رب العزۃ کی عطا کردہ نعمتوں یا طاقتوں کا
جائز استعمال کرتے ہیں۔

(۲)

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ
البقرۃ ع ۵

اے خدا کے بندو ہمیشہ خدا کی عبادت کیا کرو۔ اور تزکیہ پر زور دو۔ اور جو رب العزۃ کے سامنے سرنیاز خم کرتے ہیں۔ تم بھی ان کے ساتھ شمولیت کیا کرو۔

(۳)

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۔ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا
عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۔ ع

اے خدا کے بندو! رب العزۃ سے ہی مدد مانگو۔ اگر کوئی مصیبت آن پڑے تو صبر سے کام لو۔ اور خدا کی عبادت کرو۔ اگر تمہاری عبادت میں حضور قلب و عاجزی نہیں ہے۔ تو وہ محض بیگار ہے۔

(۴)

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ
مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ۔ ع

اے خدا کے بندو ہمیشہ رب العزۃ کی عبادت کرو۔ اور تزکیہ پر زور دو۔ وعلاوہ ازیں جو بھی نیک اعمال تم کرتے جاؤ گے تم رب العزۃ کے ہاں اپنے سامنے تیار پاؤ گے۔ وہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

(۵)

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ
فِي الرِّقَابِ ۔ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ
بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ

خرچ کرنا۔ اور تزکیہ کا تعلق مال تک ہی محدود نہیں بلکہ دین دنیا کے تمام معاملات میں تزکیہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ رب العزۃ نے فرمایا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ الشمس ع

جس شخص نے تزکیہ نفس کرلیا۔ وہ نجات پاگیا۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى۔ طٰه ع

جس شخص نے تزکیہ کرلیا۔ اس کی جزا یہ ہے کہ وہ دائمی بہشت میں داخل کیا جائیگا جس میں سرور روحانی کی نہریں موجزن ہوں گی۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى۔ اعلیٰ ع

جس شخص نے تزکیہ کرلیا۔ اور رب العزۃ کی عبادت میں لگا رہا۔ وہ نجات پاگیا زکوٰۃ کے معنے جو مال کا چالیسواں حصہ فی سبیل اللہ دینا۔ ہے۔ اس کا مطلب بھی تزکیہ مال ہی ہے۔ مگر خالی تزکیہ مال نجات کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ گر نجات کی یہی شرط ہوتی تو یہ بڑی آسان بات تھی۔ ایسا تو ایک کافر مشرک۔ بدمعاش فاجر۔ زانی۔ شرابی۔ خائن۔ ڈاکو۔ چور۔ نقب زن بھی کرسکتا تھا۔ مگر کیا اس سے وہ نجات حاصل کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں پس قرآن مجید میں جہاں اَقِیْمُوا الصَّلوٰۃَ کے ساتھ اٰتُوا الزَّکوٰۃَ کا ذکر ہے۔ بہتر ہے کہ اس کے معنی تو تزکیہ مال تک محدود نہ کیا جاوے۔ بلکہ اُسکو اس قدر وسیع رکھا جائے۔ کہ اس میں تزکیہ مال۔ تزکیہ نفس۔ تزکیہ روح۔ غرضیکہ دین و دنیا کے تمام معاملات میں تزکیہ کو حاوی سمجھا جاوے۔

اعرابی۔ بہت خوب! مگر آپ نے یہ جو صلوٰۃ الوسطیٰ کا ترجمہ مرکزی یا قلبی عبادت کیا ہے۔ اس کا کیا مطلب؟ حالانکہ میں نے ایک مولوی صاحب کو اس کا ترجمہ نماز عصر کرتے سنا ہے۔ اس لئے کہ دو نمازیں یعنے نماز فجر اور ظہر عصر سے پہلے اور دو نمازیں یعنے مغرب و عشاء اس کے بعد ہوتی ہیں۔ اس لئے عصر کی نماز کو صلوٰۃ الوسطیٰ کہا گیا ہے۔

مسلم۔ تو پھر جس مولوی صاحب سے آپ نے صلواۃ الوسطیٰ کے معنے نماز عصر کے سُنے تھے۔ اُس سے آپ نے ڈنڈے بھی تو کھائے تھے۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ مولوی صاحب کے معانی کو پسند کرتے ہیں۔ اور ڈنڈوں سے بھاگتے ہیں؟

اعرابی۔ مگر مولوی صاحب فرماتے تھے کہ تمام مفسرین نے صلوٰۃ الوسطیٰ کے معنے نماز عصر ہی کئے ہیں۔

متعلم۔ بہت خوب۔ ذرا ایسے مفسرین کی صلوٰۃ الوسطیٰ کی اس تفسیر کو پڑھ کر تو سنائیں لیجئے یہ تفسیر موجود ہے۔

اعرابی۔ (تفسیر پڑھکر سناتا ہے)

"وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ اور محافظت کی شرطیں خاص کر صلوٰۃ وسطیٰ کے ساتھ ادا کیا کرو۔ اور صلواۃ وسطےٰ یعنے بیچ والی نماز۔ انس بن مالک۔ اور معاذ بن جبل اور ابو امامہ۔ اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول پر فجر کی نماز ہے۔ اس واسطے کہ رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی کے بیچ میں پڑھتے ہیں۔ یا اس واسطے کہ رات کی دو نمازوں اور دن کی دو نمازوں کے بیچ میں ہے۔ یا اس واسطے کہ اس کے دونوں طرف ایسی نمازیں ہیں۔ کہ ان میں قصر کرتے ہیں۔ اور ابن عامر اور زید بن ثابت اور بعض اور صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے قول پر ظہر کی نماز ہے اس واسطے کہ دن کی نمازوں کے بیچ میں ہے۔ اور حضرت عمر فاروق۔ اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت بی بی عائشہ صدیقہ۔ اور حضرت بی بی ام سلمہ اور حضرت بی بی حفصہ اور ابن مسعود اور بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دوسرے ایک گروہ کی روایت کے موافق عصر کی نماز ہے۔ اور اس باب میں ایک حدیث صحیح وارد ہوئی جنگ احزاب میں شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ اَیْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ۔ یعنے باز رکھا انہوں نے ہم کو صلوٰۃ وسطیٰ سے کہ نماز عصر ہے۔ اور عصر کی نماز کو صلوٰۃ الوسطیٰ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس لئے فرمایا کہ ایک طرف دن کی دو نمازیں ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک میں قصر ہے۔ اور ایک میں قصر نہیں۔ اور دوسری طرف رات کی دو نمازیں اسی طور کی ہیں۔ یعنے مغرب اور عشا کی نماز۔ اور ابن عباس۔ اور قبیصہ بن ذویب رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے ایک روایت یہ ہے۔ کہ صلوٰۃ الوسطےٰ مغرب کی نماز ہے

اور وہ نمازوں کی مقدار کے لحاظ سے اوسط درجہ کی نماز ہے۔ اس واسطے کہ بعض
نمازوں میں بہت رکعتیں چار ہیں۔ اور کم دو۔ اور مغرب کی نماز تین رکعتیں ہیں
تو وہ بہت اور کم کے بیچ میں ہیں۔ یا اس واسطے کہ دو اخفائیہ نمازیں جن میں
چپکے سے قرأت کی جاتی ہے۔ ان کے اور دو جہریہ نمازوں کے بیچ میں ہے
یعنی جن میں پکار کر قرأت کی جاتی ہے۔ اور ایک گروہ نماز عشا کو صلوٰۃ وسطیٰ بتاتے
ہیں۔ اس لئے کہ دو جہریہ نمازوں کے بیچ میں واقع ہوئی ہے کہ رات کی عبادت کا
آغاز اور انجام انہی دو نمازوں پر ہے۔ یا اس واسطے کہ وہ ایسی دو نمازوں کے
بیچ میں ہے۔ کہ دونوں میں قصر نہیں ہوتا۔ اور ان نمازوں میں سے ہر ایک کی تفسیر
کہ یہی صلوٰۃ الوسطیٰ ہے۔ اور اس سے جو نکتے پیدا ہوتے ہیں۔ جو ہر تفسیروں
بہت شرح و بسط سے مذکور ہیں۔

مسلم۔ کہئے اب آپ کو جواہر التفسیر یا کوئی دوسری تفسیر بھی دکھائی جائے؟

اعرابی۔ حضرت رہنے دیجئے۔ مجھے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں۔ میرے لئے ان
تفسیر کافی ہے۔ میں سمجھ گیا۔ کہ یہ محض علی الشیب تُکے ہیں۔ جن کا سر نہ پیر۔

مسلم۔ میں نے بھی تو وسطیٰ کے معنے محض قلبی یا مرکزی یا بیچ والی ہی کئے ہیں کہ
اس سے نہ فجر مراد ہے۔ نہ ظہر۔ نہ عصر۔ نہ مغرب۔ نہ عشا۔ بلکہ محض رب العزت کی ایسی
عبادت مراد ہے جس کا تعلق انسان کی روح یا قلب سے ہو۔ رب العزت
کی عبادت اگر دل سے نہیں کی جاتی تو وہ محض تضیع اوقات ہے۔ چنانچہ خدا
بھی ظاہرداری یا دکھاوے کی نماز کو پسند نہیں کرتا۔ وہ فرماتا ہے۔

وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ
وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا (النساء ع)

یہ لوگ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو انگڑائیاں لیتے ہیں۔ اور لوگوں کو
دکھاتے ہیں۔ کہ ہم بھی عبادت کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ خدا کی عبادت دل سے
نہیں کرتے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ۔
الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ۔ (الماعون)

افسوس ہے ان نمازیوں کے لئے۔ جو اپنی نماز کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اور وہ محض لوگوں کو دکھلانے کے لئے نمازیں پڑھتے ہیں رب العزۃ کے اس فرمان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ ایسی نماز کا خواستگار نہیں ہے۔ جو با بے دلی ہو اور وہ لوگوں کے لئے ادا کی جاتی ہو۔ بلکہ اس کو وہی نماز پسند ہے۔ جو قلبی یکسوئی اور حضوری قلب سے ادا کی جاوے۔

اعتراض۔ میرا اطمینان ہو گیا۔ اب آپ آگے ارشاد فرمائیں۔

متکلم۔ رب العزۃ فرماتا ہے:

(۷)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ البقرہ ع ۳۸

وہ لوگ جو ایماندار ہیں۔ اور جنہوں نے نیک کام کئے۔ اور ہمیشہ خدا کی عبادت اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے۔ انکو اعمال صالح کا بدلہ رب العزۃ کے ہاں ملیگا۔ اور ان کے لئے کسی قسم کا خوف و خطر نہیں ہے۔

(۸)

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ۔ اٰل عمران ع

اہل کتاب میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی ہے جو خدا کی آیتوں کو رات بھر کھڑے پڑھتے رہتے ہیں۔ اور وہ خدا کو سجدہ بھی کرتے ہیں۔

(۹)

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ۔ النساء ع

[illegible]

(۱۰)

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا
وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ۔ النساء ع +

جب تم اثنائے سفر میں یا جنگ میں رب العزۃ کی تھوڑی بہت عبادت کر چکو تو اسی پر اکتفا نہ کرو۔ بلکہ کھڑے۔ بیٹھے اور لیٹے ہوئے بھی اس کی یاد میں لگے رہو۔

(۱۱)

فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ
عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ النساء ع +

جب تم سفر یا جنگ سے فارغ ہو کر باطمینان ہو جاؤ۔ تو اچھی طرح اس کی عبادت کرو۔ اس میں شک نہیں کہ رب العزۃ پر ایمان لانے والوں کی عبادت یا نماز کتاب موقوت ہی ہے۔

اعترافی۔ کتاب موقوت سے کیا مراد ہے۔

مسلم۔ رب العزۃ کی کتاب قرآن پاک کا مطالعہ اور اس پر غور و فکر، دراست اور عمل اور ردنواہی سے پرہیز کرنا۔ اور کسی وقت بھی قرآن پاک کی تعلیم سے ذرا و فعلا انحراف نہ کرنا ہی صلوٰۃ کتاب موقوت ہے +

اعترافی۔ میں نے تو مولوی صاحب کو کتاب موقوت کی یہ تشریح کرتے سنا ہے۔ کہ نماز کے لئے جو پانچ وقت مقرر ہیں۔ ٹھیک اسی وقت نماز ادا کرنا کتاب موقوت کہلاتا ہے۔

مسلم۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا۔ کہ ۲۴ گھنٹہ میں پانچ وقت جو مقرر ہیں ان میں تو قرآن مجید کی آیتوں کا۔ یا انسان کی تراشی ہوئی عبارتوں کا ورد کر لیا۔ اس کے بعد کھاؤ پیو۔ اور موج کرو؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ پانچ وقت تو کیا رب العزۃ نے تو انسان کی پیدائش کا مقصد ہی یہ مقرر کیا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ہر منٹ اور سیکنڈ میں اس کی عبادت میں مصروف رہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ مَآ اُرِیْدُ
مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰہَ
ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ۔ الذاریات ع

ہم نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ وہ ہماری عبادت کیا کریں۔ ورنہ ہم ان سے یہ تو نہیں چاہتے کہ وہ ہمیں رزق دیں۔ یا ہمیں کھلایا پلایا کریں یقیناً رب العزۃ ہی سب کو روزی دینے والا۔ اور صاحب قوت و قدرت ہے۔

اعتراض۔ مگر یہہ تو بڑی مشکل بات ہے۔ کہ انسان ہر وقت ہی خدا کی عبادت میں مشغول رہے۔ ایسا ہونا تو ناممکن ہے۔

مسلم۔ جن لوگوں کا یہہ اعتقاد ہو۔ کہ خاص خاص وقتوں میں مسجدوں میں ہو آنا ہی عبادت ہے۔ اور اس کے بعد خدا اور اس کے تمام احکام کو فراموش کر بیٹھنا چاہئے ان کے لئے تو خدا کی ہر وقت عبادت کرتے رہنا مشکل تو کیا ناممکن ہے۔ مگر جو لوگ عبادت کی یہہ تشریح کرتے ہوں کہ چلتے پھرتے۔ اٹھتے۔ بیٹھتے۔ کھڑے۔ یا لیٹے رب العزۃ کے احکام کی تعمیل اور نواہی سے پرہیز کرتے رہنا ہی ان کی صحیح عبادت ہے ان کی زندگی کا ہر ایک سیکنڈ ہی عبادت الہی میں خرچ ہوتا ہے۔

اعتراض۔ مگر فرض کیجئے۔ ایک دوکاندار ہے۔ اس کے لئے یہہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ وہ اپنی دوکان کو بند کر کے ہر وقت خدا کی عبادت میں ہی لگا رہے۔

مسلم۔ دوکاندار کا ہی معاملہ نہیں بلکہ دنیا میں ہر ایک پیشہ [illegible] کے لئے رب العزۃ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں۔ اگر وہ ان کی تعمیل کرتے جاتے ہیں۔ تو ان کی یہہ فرمانبرداری ہی ان کی عبادت ہے۔ کیا رب العزۃ نے یہہ نہیں فرمایا۔

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي
أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٍ (سورۃ ہود)

رب العزۃ نے اپنے رسول کی معرفت [illegible] فرمایا [illegible] اگر تم اپنی بہتری چاہتے ہو تو ماپ و تول [illegible] میں کمی [illegible] نہ کیا کرو۔ اگر تم اپنے لین دین میں خیانت کرو گے۔ تو [illegible] قیامت کے دن عذاب عظیم میں مبتلا کئے جاؤ گے

وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ [illegible]

(الشعرآء ۸ رکوع ۱۰)

اے ہر قوم سودا سلف میں پورا پورا تولا اور ماپا کرو۔ لوگوں کو ان کا سودا دیتے وقت کمی نہ کیا کرو۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ
ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ (اسرائیل ع ۴)

اے لوگو! جب تم سودا تولنے لگو۔ تو پورا تولو۔ اور جب وزن کرنے لگو تو ترازو کی ڈنڈی سیدھی رکھو۔ یہ بہترین اور نیک ترین طریقہ ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ
وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ
اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ۔ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ
مَا سِجِّيْنٌ۔ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ۔ (التطفیف ع ۱)

افسوس ہے۔ ایسے دکانداروں پر جو کم تولتے ہیں۔ یہ لوگ دوسرے لوگوں سے جب کوئی چیز خریدتے ہیں تو انہیں خوب بجا کر پوری لیتے ہیں مگر جب دوسروں کو کوئی چیز بیچتے یا تول کر دیتے ہیں۔ تو کم دیتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو اس یوم عظیم کا خیال نہیں ہے۔ جبکہ یہ لوگ دوسروں کے پہلو بہ پہلو یوم حشر میں کھڑے کئے جائینگے اور جیسے بدکرداروں کے اعمال کی کتاب پیش کی جائیگی۔ کیا تمہیں علم ہے کہ وہ کتاب کیسی ہوگی؟ یہ ان لوگوں کے اعمال بد کا روزنامچہ ہوگا۔ جو دکاندار چاہتا ہے کہ اس کا روزنامچہ روز حشر میں اس کی رسوائی کا باعث نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ رب العزت کے احکام کے مطابق اپنا عمل رکھے۔ اسکی بجائے اپنے کاروبار میں احکام الٰہی کی تعمیل کرنے سے اس کے روزنامچہ میں عبادات عظمیٰ القدر کی درج ہونگی۔ برعکس اس کے اگر وہ کسی معبد یا مسجد میں جاکر دن میں کئی دفعہ رکوع و سجود تو کرتا ہے۔ لیکن اپنے لین دین اور سودا سلف میں بددیانتی و خیانت کرتا ہے۔ تو اس کی ریاکاری کے چند سجدے اس کو یوم قیامت کی گرفت سے نہیں بچا سکینگے۔

اعرابی - میں سمجھ گیا۔ آپ کا مطلب یہہ ہے کہ اگر انسان اپنے کاروبار میں رب العزۃ کے احکام کے مطابق دیانت داری سے عمل کرتا رہے۔ تو رب العزۃ کے احکام کی یہہ عملی اور دیانتدارانہ تعمیل بھی اس کی عبادت ہے۔

مسلم - بے شک۔

اعرابی - بہت بہتر۔ اب آپ آگے فرمائیں۔

مسلم - رب العزۃ فرماتا ہے:-

(۱۲)

وَالْمُقِيمِينَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۔
(النساء ع)

اور جو لوگ ہمیشہ خدا کی عبادت کرتے۔ اور تزکیہ میں مصروف رہتے ہیں اور وہ رب العزۃ پر اور یوم سزا و جزا پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ہم عظیم الشان اجر دینگے۔

(۱۳)

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا
وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ
وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۔ (مائدہ ع ۲)

اے ایماندارو! جب تم رب العزۃ کی عبادت کرنے پر آمادہ ہو تو۔ اپنے منہہ اور کہنیوں تک ہاتھ۔ اور ٹخنوں تک پاؤں دھو لیا کرو۔ اور اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو۔

اعرابی - مگر پہلے پاؤں دھونے چاہئیں یا ہاتھ یا سر؟

مسلم - مطلب اعضا کی صفائی سے ہے جس ترتیب سے کسی کو آسانی ہو اسی ترتیب سے دھولے۔

اعرابی - مگر بعض لوگ تو اس میں بڑے جھگڑے ڈالتے ہیں۔

مسلم - مگر خدا نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے کہ۔

مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى۔ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى۔ (طٰهٰ ع)

ہم نے تجھ پر قرآن مجید اس لئے نازل نہیں کیا۔ کہ تو بکھیڑوں میں الجھ جائے یہ تو صرف رب العزۃ کو یاد دلانے کا ذریعہ ہے۔ وہ بھی ایسے لوگوں کے لئے جن کو اپنی عاقبت کا فکر ہو۔ قرآن پاک تو بکھیڑوں سے نکالتا ہے۔ بکھیڑوں میں پھنساتا نہیں چنانچہ اسی ضمن میں ارشاد ہوتا ہے۔

(۱۴)

لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِىْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ (مائدہ ع)

اگر تم رب العزۃ کی عبادت کرتے رہو۔ اور کما حقہ تزکیہ کرو۔ اور اگر تم میرے رسولوں کی صداقت پر ایمان لاؤ۔ اور اُن کے مشن کو دنیا میں پھیلانے میں مددگار رہو۔ اور رب العزۃ کے نام سے بہترین طریقہ پر مال کی قربانی کرو۔ تو میں تمہیں گناہ آلودہ باتوں سے مخلصی دیکر بہشت میں داخل کردوں گا جس میں دائمی سرور کی نہریں موجزن ہیں:

(۱۵)

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۔ (مائدہ ع)

اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارا حقیقی خیرخواہ یا تو خدا ہے۔ یا اس کا رسول۔ یا وہ ایماندار ہیں جو ہمیشہ خدا کی عبادت کرتے اور تزکیہ میں مصروف رہتے و رب العزۃ کے حضور میں سرنگوں رہتے ہیں۔

(۱۶)

قُلْ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ

الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (انعام ع ۲۰)

لوگوں کو سنا دو کہ میری نماز اور میری ہر ایک قسم کی عبادت یہاں تک کہ میرا جینا اور مرنا بھی رب العزۃ کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے تو یہی حکم ملا ہے۔ اور میں سب سے پہلے اس حکم کے ماننے والوں میں سے ہوں +

(۱۷)

وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ۔ (اعراف ع ۳)

اور تم ہر ایک مسجد میں اپنی جبین نیاز رب العزۃ کے سامنے جھکا دیا کرو۔ اور خلوص دل سے اس کو یاد کرو یہی اس کی عبادت ہے۔

(۱۸)

وَالَّذِیْنَ یُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ۔ (الاعراف ع ۲۱)

اور جو لوگ کتاب الٰہی کے احکام پر عمل کرتے اور ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ ہم ایسے نیک بندوں کے اعمال صالح کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔

(۱۹)

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ (الاعراف ع ۲۴)

اور تو اپنے رب کو صبح و شام اپنے دل ہی دل میں نہایت عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے کسی قدر دھیمی آواز سے یاد کیا کر۔

(۲۰)

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ۔ (ہود ع ۱۰)

اور دن کے دونوں کناروں یعنی صبح و شام کے وقت اور رات کی تاریکی

میں رب العزۃ کی عبادت کیا کرو۔

(۲۱)

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۔ (الرعد ع ۲)

زمین اور آسمان میں ہر ایک جاندار اور غیر جاندار چیز خوشی سے نہیں تو فطرتاً مجبور ہو کر رب العزۃ کے حضور میں سجدہ کرتی ہیں۔ جس کی کہ صبح اور شام ان کے سایہ سے تصدیق ہوتی ہے۔

(۲۲)

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ۔ (النحل ع ۶)

کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔ کہ رب العزۃ نے دنیا میں جس قدر اشیاء پیدا کی ہیں۔ ان کا سایہ کبھی دائیں طرف کو جھکتا ہے کبھی بائیں طرف کو۔ یہ اس بات کی علامت ہے۔ کہ وہ فطرتاً رب العزۃ کے سامنے سربسجود ہونے کے لئے مجبور ہیں۔

(۲۳)

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ (ع ۶)

آسمان کے فرشتے، اور زمین پر چلنے والے سب کے سب رب العزۃ کے سامنے سرنگوں ہونے کے لئے مجبور ہیں۔ اور وہ اکڑفوں نہیں رکھتے۔

(۲۴)

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ (اسرائیل ع ۹)

دن ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی کے چھا جانے تک رب العزۃ کی عبادت کرو۔ اور صبح کے تڑکے قرآن پڑھا کرو۔ یقیناً صبح کے وقت قرآن پڑھ

غور و تدبر کرنے سے رب العزۃ کی عظمت و جلال کا پتہ لگتا ہے۔

(۲۵)

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَہَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل ع۹)

اور جب تھوڑی سی رات رہ جائے۔ تو اس وقت بھی قرآن پاک پر غور و تدبر کرنے کے لئے جاگ۔ یہ تیرے لئے مزید برکات الٰہی کا باعث ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تیرا رب تجھ کو مقام محمود پر پہنچا دیگا۔

اعرابی۔ مقام محمود سے کیا مراد ہے؟

مسلم۔ وصال باری تعالیٰ۔

اعرابی۔ مگر مولوی لوگ تو مقام محمود سے حوض کوثر پر ایک خاص جگہ مراد لیتے ہیں۔

مسلم۔ اگر ان کے نزدیک وہی جگہ مقام محمود ہے۔ تو رب العزۃ ان کو وہاں ہی پہنچا دے گا۔ ہر ایک روح کے لئے وہی جگہ مقام محمود ہوگی جس کی تحصیل کے لئے اس نے دنیا میں جدوجہد یا اعمال صالح کیے ہوں گے۔ چونکہ وصال باری تعالیٰ سے بالاتر روح کا کوئی دوسرا مقصد یا معراج نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ہمارے نزدیک مقام محمود کا صحیح مفہوم وصال باری تعالیٰ ہی ہے۔

اعرابی۔ میرا اطمینان ہوگیا۔ آپ آگے ارشاد فرمائیں۔

مسلم۔ رب العزۃ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

(۲۶)

وَلَا تَجْہَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِہَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا (بنی اسرائیل ع۱۲)

تو نہ تو بہت اونچی آواز سے عبادت کر۔ نہ ہی بہت مدہم آواز سے۔ بلکہ دونوں کے درمیان کا راستہ اختیار کر۔

(۲۷)

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ

لِذِكْرِي ۔ (طٰہٰ ع)

اے انسان تو بالیقین میں ہی تمہارا معبود ہوں۔ میرے سوا دوسرا کوئی قابل پرستش نہیں ہے۔ پس میری ہی عبادت کرو۔ اور مجھے ہی یاد کرنے کے لئے اپنی عبادت کا ڈھنگ ڈالو۔

(۲۸)

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۔ (طٰہٰ ع)

تیرے مخالف تجھے جو کچھ برا بھلا کہتے ہیں۔ تو ان پر صبر کر۔ اور اپنے رب کی سورج نکلنے اور اس کے غروب ہونے سے قبل اور کچھ رات گئے۔ اور دن کے دونوں کناروں پر حمد و ثنا کیا کر۔ رب العزة تجھے اس کا ایسا صلہ دے گا۔ کہ تو خوش ہو جائے گا۔

(۲۹)

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۔ (طٰہٰ ع)

تم اپنے گھر والوں کو بھی حکم دو۔ کہ وہ عبادت کیا کریں۔ اور تم خود بھی عبادت میں لگے رہو۔ ہم تم سے یہ نہیں کہتے۔ کہ ہمیں کچھ کھلاؤ پلاؤ۔ بلکہ ہم خود تمہیں رزق دینے والے ہیں۔ اور اگر تم ہماری عبادت کرتے رہوگے۔ تو آخرت میں بھی ہم اس عبادت کا صلہ دینگے۔

(۳۰)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ۔ (الحج ع ۲)

کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ اور جو کچھ زمین پر ہے یعنی سورج چاند ستارے۔ اور پہاڑ۔ درخت۔ اور چوپائے۔ اور انسانوں کا بھی کثیر حصہ

وہ لوگ جو خلوص دل سے رب العزۃ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ یقیناً وہی لوگ ہیں۔ جو فردوس بریں کے وارث ہو کر اس میں ابدی زندگی بسر کریں گے۔

(۳۵)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
وَالطَّيْرُ صٰفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ
وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ۔ (النور)

کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ کہ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین پر ہے۔ وہ خدا کی تسبیح کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ پرندوں کو بھی جو پر پھیلائے اڑتے پھرتے ہیں۔ اپنی اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے۔ رب العزۃ ان تمام باتوں کو بخوبی جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں +

(۳۶)

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا۔ (الفرقان)

ایسے بھی خدا کے بندے ہیں۔ جو رب العزۃ کی عبادت میں۔ راتوں کو جاگتے۔ اس کی درگاہ میں سجدہ کرتے یا کھڑے رہتے ہیں۔

(۳۷)

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ
أَكْبَرُ۔ (العنکبوت)

رب العزۃ کی عبادت ہر ایک قسم کی بے حیائی اور نامعقول باتوں سے روکتی ہے۔ اور رب العزۃ کا ذکر کرتے رہنا عظیم ترین نعمت ہے۔

(۳۸)

فَسُبْحٰنَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ۔

(الروم ع ۲)

جب تم پر شام آ جائے۔ یا تم صبح کرو۔ یا جب دن ڈھل جائے۔ یا سہ پہر ہو۔ تو رب العزۃ کی تسبیح کیا کرو۔ زمین و آسمان میں اسی کی ذات پاک و ستائش کی

(۳۹)

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۔ (الروم ۔ ع ۴)

اسی رب العزۃ کی طرف رجوع کرنے والے ہو۔ اسی سے ڈرو۔ اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔

(۴۰)

يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۔ (لقمن ۔ ع ۲)

لقمن نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے میرے بیٹے تو نے رب العزۃ کی عبادت کرتے رہنا۔ اور نیک کاموں کے کرنے کی اور بدیوں سے بچنے کی لوگوں کو تاکید کرنا۔ اگر تجھ پر کوئی مصیبت آن پڑے تو صبر سے کام لینا۔ یہ سب باتیں عظیم الشان ہیں۔

(۴۱)

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۔ (الزمر ۔ ع ۱)

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۔ (الزمر ۔ ع ۱)

بھلا وہ شخص جو رات کی تاریکی میں رب العزۃ کے حضور میں کھڑا یا سجدے میں پڑا آخرت کے عذاب سے ڈرتا اور رب العزۃ کی رحمت کا امیدوار ہے۔ ان لوگوں کو بتاؤ کہ ایسا شخص جو ان باتوں کو جانتا ہو تمہارا ہمسر ہے۔ اور وہ جو ان سے بالکل بے خبر ہے کیا ہو سکتا ہے۔ دونوں برابر ہو جائیں گے۔ یہ باتیں تو وہی سمجھتے ہیں جو صاحب فہم ہیں۔

(۴۲)

وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۔ (الفتح ۔ ع ۱)

اے انسانو! تم رب العزۃ کی صبح اور شام حمد و ثنا کیا کرو۔

(۴۳)

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ
النُّجُوْمِ۔ (الطور ع۲)

جب تو کھڑا ہو۔ تو اپنے رب کی تسبیح کر جب رات آجائے۔ اور جب تارے
ٹمٹمانے لگ جائیں۔ اس وقت بھی اس کی تسبیح کیا کر۔

(۴۴)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ
فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (الجمعۃ ع۲)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم کو جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے۔ تو رب العزۃ
کی عبادت کے لئے بھاگتے ہوئے جاؤ۔ اور کاروبار بند کر دو۔ تمہارے لئے یہی بہتر
ہے بشرطیکہ تم اس کو سمجھو۔

(۴۵)

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۔ اُولٰۤئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ
مُّكْرَمُوْنَ۔ (المعارج ع۱)

اور وہ لوگ جو رب العزۃ کی عبادت کرنے میں ہمیشہ چوکنے رہتے ہیں وہ یقیناً بہشت
میں جائیں گے۔ اور وہ اسی قابل ہیں کہ رب العزۃ کے ہاں عزت پائیں۔

(۴۶)

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ
قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۔ (المزمل ع۱)

اے چادر اوڑھنے والے خدا کی عبادت کر۔ رات کے وقت تھوڑی دیر۔ یا نصف
یا اس سے بھی قدرے کم۔ یا اس سے قدرے زیادہ دیر تک۔ اور قرآن مجید کو
خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو

(۴۷)

مسلم۔ قرآن مجید کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تقریباً ہر ایک پارہ میں سے میں نے آپ کے سامنے نماز یا عبادت کے متعلق رب العزۃ کا جو فرمان پیش کیا ہے کیا تم اس میں اس قسم کے جھگڑے فساد یا آمین۔ رفع یدین۔ ہاتھ دستہ۔ پر سینہ یا زیر ناف کا شائبہ تک بھی دیکھتے ہو؟

اعرابی۔ ہرگز نہیں۔

مسلم۔ تو پھر آپ نے مسجدوں کے اندر نماز کے متعلق جس قدر دنگل یا زد و کوب کے نظارے۔ اور ذرا ذرا سے اختلاف پر مار پیٹ کے تماشے دیکھے ہیں۔ اس کا باعث آپ کیا سمجھتے ہیں؟

اعرابی۔ اب مجھے بخوبی پتہ لگ گیا کہ یہ سب ان لوگوں کی غلطی ہے۔ اور کہ رب العزۃ کا کلام پاک اس قسم کی بیہودگیوں سے قطعاً بری الذمہ ہے۔

مسلم۔ بہت ٹھیک۔

آٹھویں فصل

شخصی عبادت اور مجلسی نظام

اعرابی۔ قرآن مجید کی جس قدر آیات آپ نے عبادت یا نماز کے متعلق پیش کی ہیں۔ ان میں اس بات کا ذکر تو کہیں بھی موجود نہیں ہے کہ نماز میں کتنی رکعتیں ہوں کتنے فرض ہوں۔ اور کتنی سنتیں ہوں۔ اور کتنے نفل ہوں۔ کتنے رکوع۔ کتنے سجدے کتنے قیام ہوں۔ اور نماز کی ادائگی کا ٹھیک وقت کونسا ہو۔

مسلم۔ یہی تو قرآن پاک کی خوبی ہے۔ کہ وہ ہر ایک انسان کو اس بات کی مکمل آزادی دیتا ہے۔ کہ وہ جس وقت اور جس ترتیب سے چاہے۔ رب العزۃ کی

عبادت کرے۔ صبح اور شام۔ دوپہر۔ سہ پہر۔ رات۔ نصف رات۔ تہائی رات۔
دو تہائی رات۔ ساری رات۔ کچھ رات رہے۔ اس وقت جبکہ ستارے جھلملا
رہے ہوں۔ سورج نکلنے سے ذرا پہلے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے اور بعد
غرضیکہ جب اور جس وقت بھی انسان چاہے۔ اس کی عبادت کرسکتا ہے۔ یہ بھی
ضروری نہیں کہ کھڑا کھڑا۔ یا بیٹھا ہوا۔ یا لیٹا ہوا۔ یا رکوع۔ یا سجود کی حالت میں عبادت کرے۔ بلکہ ان میں سے جو طریقہ بھی اس کو پسند ہو۔ اسی طریقہ پر عبادت
کرسکتا ہے۔ اگر وہ ان تمام حالتوں کو یا ان میں سے چند ایک کو ملا کر عبادت کرنا
چاہے۔ تو رب العزۃ کی طرف سے اس کو اجازت ہے کہ وہ اسی طرح اسکی عبادت
کرے۔ ہاتھ باندھکر۔ ہاتھ چھوڑ کر۔ ہاتھ اٹھا کر۔ اونچی آواز سے۔ مدھم آواز سے
یا دل ہی دل میں غرضیکہ جس طرح چاہے۔ خدا کی عبادت کرے۔ رہا رکعتوں کی تعداد
یا فرض و سنت کا معاملہ۔ اگر رب العزۃ کے نزدیک رکعتوں یا فرض و سنت کی
تعداد مقرر کرنی ضروری ہوتی۔ تو وہ قرآن مجید میں یقیناً ان کی تعداد مقرر کر دیتا۔
مگر چونکہ اس کو یہ قید لگانی منظور نہیں تھی۔ اس لئے اس بارے میں بھی اس نے
انسان کو اجازت دی۔ کہ وہ جتنی دیر تک مناسب سمجھے۔ اس کی عبادت میں مصروف
رہے۔ جب رب العزۃ نے تعداد رکعت کا قرآن پاک میں کہیں اشارۃً بھی ذکر نہیں
کیا تو تعداد رکعت یا تعداد فرض و سنت پر ہمارا آپس میں جھگڑنا محض فضول ہے۔
اعتراض۔ مگر مسلمانوں میں ایسا تو کوئی بھی فرقہ نہیں ہے۔ جو نماز میں تعداد رکعت
تعداد فرض و سنت کا قائل و عامل نہ ہو۔

مسلم۔ اگر آپ کو بھی رکعت و فرض و سنت کی تعداد مقرر کرنی منظور [illegible]
آپ [illegible] پورا اختیار ہے کہ ایک دو تین چند ایک سو ایک [illegible]
[illegible] جب کہ سکتے ہیں۔ اور جتنی ان میں سے جتنی کو آپ فرض [illegible]
[illegible] فرض کے نام سے [illegible]
[illegible]
[illegible] بلکہ صرف رکوع یا صرف سجدہ کی حالت [illegible] عبادت کو [illegible]
[illegible] آپ [illegible] اجازت ہے۔ رب العزۃ نے [illegible]

نہیں بتائی۔ کہ جبتک تمہاری نماز میں اتنے قیام۔ اتنے رکوع۔ اتنے سجدے اور اتنے قعدے
اور جلسے نہ ہونگے تب تک وہ مکمل نہیں ہوگی۔ اس قسم کی ترتیب یا تعداد کا قرآن کریم میں پتہ نہیں۔
اعرابی۔ مگر یہ جو کہا جاتا ہے۔ کہ رسول پاک نے جس طریقہ پر نماز پڑھی اسی طریقہ پر پڑھنی چاہئے [illegible]
مسلم۔ اس میں شک نہیں کہ رسول پاک نے بیشمار طریقوں پر نماز پڑھی
اور عبادت کی۔ اس لئے کہ رب العزۃ کی طرف سے ان کو یہ آزادی تھی کہ جس طریقہ
پر بھی چاہو۔ اس کی عبادت کرو۔ چنانچہ یہی عبادت کے متعلق رب العزۃ کی طرف
سے دی گئی۔ اس آزادی پر رسول پاک نے عمل کرکے بھی دکھا دیا۔ مگر یہ کس قدر
افسوس کی بات ہے۔ کہ آج مسلمانوں کا ہر ایک فرقہ رسول پاک کے ایک طریقہ
کو صحیح مانکر باقی طریقوں کو غلط قرار دیتا ہوا دوسرے فرقوں کے ساتھ سر پھٹول
میں مشغول ہے۔ اور اگر خدا کو اپنی عبادت کا کوئی ایک خاص طریقہ ہی مقبول و
پسند ہوتا۔ تو وہ یقیناً اس کا قرآن مجید میں کھلے الفاظ میں ذکر کر دیتا۔ مگر
رب العزۃ تو یہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک فرقہ جس طریقہ پر بھی چاہے میری عبادت
کرسکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے پرندوں اور چرندوں کے طریقہ عبادت کو بھی
ان کی صلوٰۃ و تسبیح کے نام سے پکارا ہے۔ اپنے اپنے طریقہ پر رب العزۃ کی عبادت
و تسبیح کرتے ہوئے پرند و چرند تو آپس میں دنگہ فساد نہ کریں۔ اور مسلمان اپنی
مسجدوں کو دنگل بنائیں۔ اس سے بڑھکر افسوس کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔
اعرابی! اسی لئے میں آپ سے یہ کہتا ہوں۔ کہ جس طریقہ پر بھی کوئی فرقہ خدا کی
نماز ادا کرتا ہو۔ اس پر جھگڑا مت کرو۔

اعرابی۔ اس لحاظ سے یہودیوں۔ عیسائیوں۔ ہندوؤں۔ آریوں۔ سکھوں
وغیرہ کا طریقہ عبادت بھی قابل اعتراض نہیں کہا جاسکتا۔

مسلم۔ دنیا بھر میں جو قوم بھی خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرتی ہے اور انسان
دیوی دیوتا۔ پتھر درخت۔ جانور وغیرہ کو رب العزۃ کا شریک نہ ٹھہرائے۔
بلکہ اسی کو [illegible]
سزا دینے [illegible]
اس کا طریقہ عبادت۔ قیام و رکوع۔ سجدہ [illegible] سے کچھ بھی ہو۔ رب العزۃ کے [illegible]

اس لئے کہ رب العزۃ نے نہایت کھلے لفظوں میں فرما دیا ہے:

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ
فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى
مُّسْتَقِيمٍ - الحج ع

ہم نے ہر ایک امت کو عبادت کے جو بھی طریقے بتا دئے۔ وہ ان ہی طریقوں پر
خدا کی عبادت کر رہے ہیں۔ ان کو بھی چاہئے کہ رب العزۃ کی عبادت کے
بارے میں وہ تمہارے ساتھ کسی قسم کا جھگڑا نہ کریں۔ اور تجھے چاہئے کہ تو
لوگوں کو خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف بلاتا رہے۔ یہہ یقینی امر ہے۔
کہ تیرا لوگوں کو کفر و شرک سے ہٹا کر اسی ایک خدا کی طرف دعوت دینا ٹھیک
ٹھیک ہے۔ میاں اعرابی! قرآن پاک کی جس قدر آیات عبادت کے متعلق
دی گئی ہیں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ان میں سے بعض میں اہل کتاب کی
عبادت کا بھی ذکر ہے۔ کہ وہ کھڑے کھڑے۔ یا سجدے کی ہی حالت میں
خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور خداوند کریم نے اس بات کا اعلان کر دیا ہوا ہے
کہ مسلم ہو۔ یہودی ہو۔ نصاری ہو۔ صابی ہو۔ کسے باشد۔ جو بھی رب العزۃ پر اور
یوم آخرۃ پر ایمان لاتا اور اعمال صالح کرتا ہے وہ خدا کے نزدیک مقبول ہے۔

اعرابی۔ ہندوستان میں یہودی عیسائی اور مسلمان تو ہیں۔ مگر یہہ صابی
لوگ کون ہوئے؟

مسلم۔ سکھ۔ برہمو۔ آریہ وغیرہ جتنے لوگ بھی اس خدا کو علیم خبیر۔ حی و قیوم۔ سمیع بصیر
علیم و قدیر۔ خالق و رازق۔ مالک یوم الدین۔ نور السموات والارض مان کر اس
رب العزۃ کی عبادت کرنے والے ہوں وہ سب صابی کے نقطہ میں شامل ہیں۔ ایسی
ہر ایک قوم کو جو اسی ایک ان دیکھے معبود کی عبادت کرتی ہو۔ رب العزۃ نے
ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے طریقہ پر اس کی عبادت کرتے ہوئے اسلام کے
طریقہ عبادت پر کسی قسم کا جھگڑا نہ کریں۔

اعرابی۔ یہہ تو ٹھیک ہے۔ مگر ہمیں کس طریقہ کو اس کی عبادت کے لئے اختیار
کرنا چاہئے؟

مسلم۔ آپ خوب یاد رکھیں کہ جہاں تک آپ کا اپنے خدا کے ساتھ تعلق ہے
آپ آزاد ہیں۔ اور جس طریقہ پر بھی چاہیں۔ اس کی عبادت کریں۔ لیکن اگر آپ
کسی مسجد میں یا چند مسلمانوں کے مجمع میں شامل ہو کر نماز ادا کرنا چاہیں۔ تو اس
مجمع نے عبادت کے لئے جو طریقہ یا نظام مقرر کر رکھا ہو۔ آپ اس کی پیروی کریں
اور اس میں کسی قسم کا اختلاف پیدا کر کے ان کے مسجدی نظام کو درہم برہم نہ کریں
جس طرف کو ان کا منہ ہو۔ اسی طرف آپ بھی کریں۔ اگر وہ زور سے آمین کہتے
ہیں۔ تو آپ بھی کریں۔ اگر نہیں کہتے۔ تو آپ بھی نہ کریں۔ اگر اس مسجد یا گروہ کا
مقرر کردہ طریقہ یا نظام یا سوشیل سروس آپ کو پسند نہیں ہے۔ تو اس مسجد میں
آپ جا کر گڑبڑ نہ ڈالیں۔ اس لئے کہ انفرادی عبادت اور سوشیل سروس میں
بہت بڑا فرق ہے۔ جہاں مجمع کی نماز ایک مجلسی نظام یا سوشیل سروس بھی ہے
وہاں ایک جنگی یا سپاہیانہ قواعد بھی ہے۔ وہ ایک امام یا کمانڈر کی تابعداری کا
سبق بھی ہے۔ اگر آپ بطور ایک سپاہی کے جنگی قواعد کی پابندی پسند نہیں کرتے
تو آپ کو اس بات کا حق حاصل نہیں ہے۔ کہ آپ سپاہیوں کی پریڈ میں جا کر انکی
سنگین یا بندوق کے کندوں کا نشانہ بنیں اور مفت میں زد وکوب ہوں۔
اس لئے کہ قرآن پاک نے جہاں رب العزۃ کی عبادت کے متعلق انفرادی
حیثیت سے آزادی دی ہے۔ وہاں اس نے یہ بھی حکم دیا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (آلِ عمران ۱۱)

رب العزۃ کی اس رسی کو یعنے اسلام کو تم سب نے مل کر پکڑے رکھنا۔ اور کہیں ایک
دوسرے سے الگ تھلگ نہ ہو جانا۔

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ
الْبَیِّنٰتُ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ (ع ۱۱)

مسلمانو! تمہیں ان لوگوں کی طرح جن کو رب العزۃ نے کھلے طور پر اپنا کلام دے
دیا تھا۔ آپس میں پھوٹ ونفاق کا شکار نہ ہو جانا۔ اور اختلافی مسائل میں
نہ الجھ جانا۔ اگر ایسا ہوا۔ تو جو مار انہیں پڑی۔ وہی تم پر بھی پڑیگی۔
اکرفی۔ میری تو تسلی ہو گئی۔ میں تو سب ہی مسجدوں میں جا کر کسی قسم کا اختلاف نہیں کرونگا

بلکہ جو نیت امام کی وہی میری ہوئی۔ مگر یہ فرمایئے۔ کہ اگر میں نے گھر پر نماز
پڑھنی ہو تو پھر؟
مسلم۔ گھر پر آپ کو آزادی ہے جس طرح جس طریقہ اور ترتیب سے اور جن
الفاظ میں اور جتنی مدت اور جس وقت آپ کا جی کرے۔ آپ عبادت کریں۔
قرآن پاک نے آپ کو اجازت دی ہے۔
اعتراضی۔ لیکن اگر کسی مولوی نے مجھ پر فتوے لگا دیا۔ کہ میری گھر پر ادا کی گئی
نماز چونکہ اس مولوی کے طریقہ کے برخلاف ہے۔ اس لئے غلط ہے۔ اور میں
کافر ہوں۔ تو پھر؟
مسلم۔ جب رب العزۃ کا سب سے بڑا فتوے قرآن پاک آپ کے پاس موجود
ہے۔ تو پھر آپ کو کسی مولوی کے فتوے کی اس وقت تک مطلق پرواہ نہیں کرنی چاہیئے
جب تک کہ آپ اپنی شخصی آزادی، اور مجلسی نظام کو گڈمڈ نہیں کرتے۔
اعتراضی۔ اس کا کیا مطلب؟
مسلم۔ یعنے اگر مسجد میں جاؤ تو مسجدی یا مجلسی نماز کی نگہداشت کرو۔ اور اگر تنہا یا
گھر پر نماز ادا کرنا چاہو تو تم کو مکمل آزادی حاصل ہے۔ خواہ تم وہی مسجدی یا
مجلسی نماز ادا کرو۔ خواہ آزادانہ رب العزۃ کی عبادت کرو۔
اعتراضی۔ بہت ٹھیک۔ مگر یہ تو فرمایئے۔ کہ رب العزۃ کی عبادت میں کونسے
الفاظ استعمال کئے جائیں؟
مسلم۔ مسجدی مجلسی نماز میں تو مقررہ ہی الفاظ استعمال کرو۔ جو اس مسجد یا مجلس کی طرف
سے استعمال کئے جاتے ہوں۔ اگر گھر پر یا تنہائی میں خدا کی عبادت کرو۔ تو تمہیں
اختیار ہے۔ خواہ مسجدی نماز کے الفاظ دہراؤ۔ خواہ قرآن پاک کی آیات کی
ورد کرو۔ خواہ اس خشوع کی حالت میں جب رب العزۃ کے حضور میں تمہارے قلب پر رقت
طاری ہو۔ جو بھی الفاظ تمہاری زبان پر خود بخود جاری ہو جائیں۔ اور اگر تم
اصل حقیقت جاننا چاہتے ہو تو وہ یہ ہے کہ اگر کبھی انسان کو رب العزۃ کی حضوری
حاصل ہو جائے۔ تو اس الفاظ کی دنیا ہی ختم ہو جایا کرتی ہے۔ وہاں نہ الفاظ رہتے
ہیں نہ زبان۔ نہ ان کا ادا کرنے والا۔

اعرابی۔ ایسی حالت انسان پر کب طاری ہوتی ہے؟

متکلم۔ جانے دیجئے۔ اس مضمون کو نہ چھیڑیئے۔

اعرابی بہت بہتر میں آپ کا نہایت مشکور ہوں۔ کہ آپ سے مل کر میری وہ کدورت نفرت۔ بیزاری دور ہوگئی ہے جو میرے دل میں نماز کے بارے میں پیدا ہوگئی تھی مگر آپ اب یہ فرمائیں۔ کہ اگر میں اپنے دفتر میں جاؤں۔ اور مجھے اپنی ملازمت کے وقت میں نماز پڑھنے کی رخصت نہ ملے۔ تو مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

متکلم۔ رب العزۃ نے جمعہ کے دن مسلمانوں کو ایک جگہ جمع ہو کر عبادت کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ جب جمعہ کی نماز کے لئے بلاوا ہو جاوے۔ تو تمام کاروبار معطل کر دینے چاہئیں۔ اگر آپ کا حاکم یا مالک دفتر ایسا بیہودہ ہے۔ کہ وہ آٹھویں دن بھی آپ کو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کی رخصت دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ تاکہ آپ جمعہ کی نماز میں شامل ہو جائیں۔ تو آپ کو فوراً اس دفتر یا ملازمت سے قطع تعلق کر لینا چاہیئے اس لئے کہ رب العزۃ کے حکم کی تعمیل کسی دنیوی آقا کے حکم کی تعمیل سے زیادہ ضروری ہے۔

اعرابی۔ مگر یوں ملازمت چھوٹ جانے سے روٹی کیسے ملیگی؟

متکلم۔ رب العزۃ نے صاف فرما دیا ہے کہ ہم نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ رہا روٹی کا سوال اس کا اس نے اپنے کلام پاک میں یہ فرمایا ہے کہ:-

• وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ (ھود ع)

زمین پر چلنے والا ایک بھی ایسا وجود نہیں ہے جس کی روٹی کا ذمہ خدا نے اپنے اوپر نہ لے رکھا ہو۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۔ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ ۔ (الذاریات ع)

رب العزۃ نے تم سے جو وعدہ کر لیا ہے۔ وہ سب اور تمہاری روٹی خدا کے ہاں موجود ہے۔ آسمان اور زمین کا پرورش کرنے والا اس بات پر گواہ ہے۔ کہ اس کا یہ وعدہ بالکل سچا ہے۔

اعتراض۔ یہ تو بالکل ٹھیک ہے۔ مگر پھر بھی ملازمت کے چلے جانے سے نقصان بھی ہوگا۔

مسلم۔ مطلق نقصان نہیں ہوگا۔ اور روٹی بھی ضرور ملتی رہیگی۔ غور تو کرو۔ فیصدی کتنے انسان ہیں۔ جو ایسے سخت گیر آقاؤں کے ملازم ہوں۔ جو کسی مسلمان کو آٹھ پہر دن میں ایک گھنٹہ کی بھی رخصت دینے کے لئے تیار نہ ہوں؟ غالباً وہ ایک فیصدی بھی مشکل سے ملینگے۔ جب رب العزۃ سو میں سے ۹۹ آدمیوں کو ایسے سخت گیر آقاؤں کی ملازمت کے بغیر روٹی دے رہا ہے۔ تو کیا وہ اس ایک انسان کو جو اُسکی رضاجوئی کے لئے کسی ایسے بدبخت آقا کی ملازمت پر لات مار رہا ہو۔ روٹی نہ دیگا؟

اعتراض۔ میں نے اس کو تسلیم کر لیا۔ مگر یہ جو روزمرہ کی نمازیں ہیں۔ ان کیلئے ہر روز دو دو گھنٹے کی رخصت ملنی نہایت مشکل ہے۔ اگر نوکری نہ بھی ہو۔ تو بھی ان کے لئے اپنا کاروبار بند کر کے مسجد میں جانا بہت مشکل ہے۔

مسلم۔ روزمرہ کی عبادت کے لئے رب العزۃ نے اپنے بندوں کو اجازت دی ہے۔ کہ جہاں اور جس وقت، اور جتنی دیر اور جس شکل میں چاہیں۔ اور یہیں دفتر میں اپنے دفتر میں۔ دوکاندار اپنی دوکان پر۔ زمیندار اپنے کھیت میں غرضیکہ ہر ایک انسان اپنی کاروباری جگہ میں یا جس شکل و طریقہ میں چاہے رب العزۃ کی عبادت کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی مشکل نہیں آسکتی۔

اعتراض۔ واقعی اس صورت میں تو کسی انسان کو رب العزۃ کی نماز پڑھنے یا عبادت کرنے میں ہرگز کوئی مشکل نہیں ہو سکتی۔ مگر کیا اگر کوئی شخص اپنے دفتر میں میز کرسی پر بیٹھا نماز یا عبادت کرنا چاہے؟

مسلم۔ جب اللہ نے عبادت یا نماز کے لئے رب العزۃ نے کوئی ترتیب یا نشست خاص مخصوص ہی نہیں کیا۔ تو پھر اس میں میز کرسی۔ تخت و فرش کا سوال ہی فضول ہے۔ تم میز کرسی کہتے ہو۔ اگر خدا کی کوئی نیک بندی ایک ہاتھ سے چکی چلا رہی ہو۔ اور دوسرے ہاتھ سے غلہ ڈال رہی ہو۔ مگر دل ہی دل میں وہ رب العزۃ کی عبادت بھی کر رہی ہے۔ تو وہ یقیناً اس کو سنیگا۔ اس لئے کہ اس کا فرمان ہے کہ

میرے بندو میرے سامنے نہایت خشوع اور صدق دل سے دعا کرو۔ میں سنونگا

اعرابی۔ (ہنسکر) یہ تو آپ اتنی آزادی دے رہے ہیں کہ اگر مولویوں کو اس کا پتہ لگ جائے۔ کہ آپ چکی چلانے والی کے چکی چلاتے چلاتے بھی نماز ادا کرنے کی تعلیم کے قایل ہیں۔ تو وہ یقیناً آپ کو اپنے کفر کے فتووں کی چکی میں پیس ڈالینگے۔

مسلم۔ مولویوں کے فتووں سے نہیں۔ بلکہ ہمیں صرف خدائے واحد لا شریک کے فتووں سے ڈرنا چاہیئے۔ اور اس پر عمل بھی کرنا چاہیئے چنانچہ وہ فرماتا ہے۔

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ
يُسَبِّحُونَهُ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ
وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَ
يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ۔ (سورہ نور ۵)

رب العزۃ نے اجازت دی ہے۔ کہ گھروں میں اس کے نام کی تقدیس کرو اس کا ذکر کرو۔ اور صبح و شام اس کی حمد و ثنا کے گیت گاؤ۔ کسی انسان کو اس کا کاروبار یا اس کی تجارت رب العزۃ کا ذکر، ہمیشہ اس کی عبادت کرنے، اور زکوٰۃ کی ادائیگی اور اپنے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا پانے کے دن کو یاد کرنے سے نہیں روک سکتے۔ وہ ایسا دن ہوگا کہ دل ڈانوا ڈول ہونگے۔ اور آنکھیں پتھرا رہی ہونگی

اعرابی۔ واقعی وہ دن بڑا سخت ہوگا خدا ہمیں نیک اعمال کی توفیق دے۔ تاکہ ہم اس دن رب العزۃ کے سامنے اپنی بداعمالیوں کے لئے شرمسار نہ ہوں۔

مسلم۔ رب العزۃ نے تو کھول کر بتا دیا ہے۔ کہ مسجد میں جا کر چند سجدے کر لینے کو ہی کافی نہ سمجھ لینا۔ بلکہ اپنے گھروں پر اپنے دفتروں میں۔ اپنے کارخانوں اور دوکانوں میں اور اپنے روزمرہ کے کاروبار میں اس کی عبادت کرو۔ اور اس کی حمد و ثنا کے گیت گاؤ۔ اعمال بد کے ارتکاب سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ اپنے کاروبار میں خیانت مت کرو۔ اگر ایک شخص زنا کرتا ہے۔ شراب پیتا ہے۔ رشوت اور حق تلفی کرتا ہے۔ اپنے کاروبار میں ہر ایک قسم کی بددیانتی کرتا ہے۔ اور اس نے اپنے گھر کو بجائے خدا کی حمد و ثنا اور عبادت کرنے کے شراب نوشی۔ زنا کاری بدمعاشی۔ حرام کاری اور ہر ایک قسم کے گناہوں کا اڈہ بنا رکھا ہے۔ تو اس کا

رسمی طور پر مسجد میں جا کر دو چار سجدے کر لینا۔ اور لوگوں کی نظروں میں اپنے فرضی زہد و
اتقا کی خاک جھونک دینا۔ اس کو رب العزۃ کی گرفت سے نہیں بچا سکیگا۔ پس
ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ ہر ایک گھر خدا کی حمد و ثنا اور عبادت کے لئے پاک ہو
کارخانے۔ دوکان۔ اور مکان میں اس کی عبادت ہو۔ دوکاندار کا ایک ہاتھ ترازو
کو پکڑے ہوئے ہو اور دوسرا ہاتھ سودا دے رہا ہو مگر وہ اسی حالت میں خدا کی
عبادت کرتا ہو۔ زمیندار کا ایک ہاتھ ہل کی ہتھی پر ہو۔ اور دوسرے ہاتھ سے وہ بیلوں کو
ہانک رہا ہو۔ مگر وہ اس حالت میں بھی رب العزۃ کی ثنا ادا کر رہا ہو۔ اس
لئے کہ جب رب العزۃ نے اعلان کر دیا ہے۔ کہ میں نے انسان کو محض اپنی
عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ رب العزۃ کی عبادت
کو دن کے دو تین۔ یا چار یا پنج وقتوں میں ہی محدود کر دیا جاوے۔ اور باقی
وقت میں وہ رب العزۃ سے بغاوت کرتا رہے۔ حالانکہ اس کی زندگی کا مقصد
ہی رب العزۃ نے عبادت بنایا ہے پس اگر وہ اپنے کاروبار میں رب العزۃ
کے احکام کے مطابق دیانتداری سے چلے۔ تو اس کا وہ کاروبار بھی خالی از
عبادت نہیں سمجھا جاوے گا۔ اور وہ دل بیار دست بکار رہتا ہوا بھی جنت
کا مستحق ہے۔ کیونکہ رب العزۃ نے جہنم و جنت کا یوں فیصلہ کر دیا ہے کہ۔

وَامَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ
الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ
عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۔ (النّٰزعٰت ع ۲)

جس شخص نے رب العزۃ کے احکام کی نافرمانی کی اور دنیا کے مشاغل میں
رب العزۃ سے بے پروا رہا۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ مگر جس شخص کا یہ ایمان
ہے۔ کہ اس نے ایک دن رب العزۃ کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ اور وہ
مارے ڈر کے اپنے نفس کو بدکاریوں سے روکتا رہتا ہے بہشت ہی
اس کی آرامگاہ ہوگی۔ عبادت یا نماز کی غرض و غایت بھی رب العزۃ
نے یہی بیان فرمائی ہے۔ کہ وہ انسان کو بدکاریوں اور حرامکاریوں سے
روکتی ہے۔ اگر کوئی شخص ریاکارانہ طور پر مسجد میں جا کر چار سجدے تو کر لے

مگر وہ بدکاریوں اور حرام کاریوں سے باز نہ آئے تو ایسے شخص کی ریاکارانہ
نماز اس کے منہ پر ماری جاوے گی اور وہ جہنم میں دھکیل دیا جاوے گا۔ برعکس اس کے
اگر ایک شخص نے بظاہر کسی مسجد میں جاکر ایک بھی سجدہ نہیں کیا ہوگا۔ مگر وہ رب العزۃ
کے حضور ہمیشہ کھڑے ہونے کے دن کو یاد کر کے ہر وقت خوف الٰہی سے ترساں و
لرزاں رہتا ہو اور دیانتداری اور نیک کرداری کی زندگی بسر کرتا ہو اور فواحشات
منکرات سے بچتا ہوا دنیا سے گذر جائیگا تو وہ یقیناً جنت کا حقدار ہوگا۔ اس لئے
کہ اس کی دیانتداری اور نیک کرداری سے بسر کردہ ساری زندگی ہی عبادت
الٰہی تصور کی جائیگی۔

اعرابی۔ یہ بالکل بجا و درست ہے۔ اب آپ اتنا اور فرما دیجئے کہ رب العزۃ کی
عبادت کرتے وقت کسی خاص زبان کو استعمال کرنا چاہیئے۔ یا ہر ممکن زبان
میں اسکی عبادت ہو سکتی ہے:

مسلم۔ اس بات کا فیصلہ خود رب العزۃ نے ہی کر دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ

(ابراہیم۔ ع۱)

ہم نے دنیا میں جب رسول بھیجا۔ اس کو اس کی قوم کی زبان میں ہی بھیج دیا
تاکہ وہ اپنی قوم کو آسانی سے سمجھا سکے۔ اور رب العزۃ نے قرآن پاک میں اس
بات کا بھی فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ اس نے ہر ایک قوم کی طرف اپنے رسول اور نبی بھیجے
جب رب العزۃ ہر ایک قوم کی آواز کو سنتا اور ان کی زبان کو سمجھتا ہے۔ اور ان
کی زبان میں نبی بھیجتا۔ اور ان نبیوں کو ان کی قومی ہی زبان میں اپنا پیغام دیتا
رہا ہے۔ تو وہ ان کی دعاؤں کو بھی ہر ایک زبان میں سنتا اور قبول کرتا ہے جس جس
شخص کو جس زبان میں رب العزۃ کے آگے دعا کرنی آسان یا مرغوب ہو۔ وہ اس
زبان میں دعا یا عبادت کر سکتا ہے۔ رب العزۃ کا ارشاد ہے۔ کہ وہ سب کی سنتا ہے۔
چنانچہ وہ فرماتا ہے کہ:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ
الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ

اَنْتَ مَولٰینَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ۔ (ع ۴۰)

اے ہمارے مالک! اگر تیرے احکام کی تعمیل کرتے وقت ہم سے کوئی بھول چوک یا خطا ہو جائے۔ تو تو ہم سے درگذر کر۔ اے ہمارے مالک تو پہلی قوموں کی طرح ہم پر ناقابل برداشت یا ناقابل عمل قوانین کا بوجھ نہ ڈال جس کو ہم اٹھا نہ سکیں۔ تو ہماری خطاؤں کو معاف کر۔ اور ہمیں بخشدے اور ہم پر رحم کر۔ تو ہی ہماری فریادوں کو سننے والا ہے۔ اے ہمارے مالک تو ان لوگوں کے مقابلہ پر جو تیرے احکام سے روگردانی کر رہے ہیں۔ ہماری مدد کر۔ تاکہ وہ تیرے احکام کی تابعداری میں ہمارے لئے خلل انداز نہ ہوں۔

اعراقی۔ کیوں صاحب! اگر اس دعائے مغفرت میں رسول بھی شامل ہے۔ تو کیا رسول سے بھی کوئی خطا یا لغزش ہونی ممکن ہے؟

مسلم۔ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ کہ رسول کی ذات میں بشریت اور رسالت دونوں شامل ہیں۔ جہانتک رسالت کا تعلق ہے۔ وہ منزہ عن الخطا و لغزش و سہو و نسیان ہے۔ مگر جہاں اسکی ذات سے بشریت کا تعلق ہے۔ اس سے لغزش کا امکان ہے۔

اعراقی۔ اس کا کیا مطلب؟

مسلم۔ اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ جہاں تک اس کی ذات کا تعلق رب العزۃ کے احکام باتی ہی کے حاصل کرنے سے ہے۔ اس کی ذات ہر ایک قسم کی لغزش، خطا، سہو و نسیان سے پاک اور بالکل صادق و امین ہے۔ وہ رب العزۃ کی طرف سے جو کچھ بھی احکام پاتا یا اس کی آواز کو سنتا ہے۔ وہ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی یا تغیر کرنے کے بغیر اس کو جوں کا توں خدا کے بندوں تک پہنچا دیتا ہے۔ اور خود بھی ان احکام ربانی کی تابعداری کرتا ہے۔ وہ اپنی یا کسی دوسرے انسان کی خاطر ان احکام میں ایک حرف یا لفظ تک کی کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ وہ بالکل صادق و امین ہوتا ہے۔ تو گویا وہ ایک شیشے کی طرح رب العزۃ کی وحی کا اس کے دل پر جو انعکاس ہوتا ہے۔ وہ اس میں ایک شوشہ تک کی بھی کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ بلکہ جیسا کہ رب قدیر کا عکس رب العزۃ اس کے لوح قلب پر ڈالتا ہے بعینہ وہی عکس رسول لوگوں پر ڈالتا ہے۔ اس انعکاس کے وقت رسول کی اپنی شخصیت یا مرضی یا قوت ارادی ...

رب العزۃ میں سلب و جذب و محو ہو جاتی ہے۔ یا ایک لفظ میں "نیست" ہو جاتی ہے۔
اس نیستی کے عالم میں رسول کی ذات من کل الوجوہ منزہ من الخطا ہوتی ہے۔
چنانچہ رب العزۃ نے رسول کی اس حالت کا ذکر یوں فرمایا ہے:۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (النجم۔ع)

احکام الٰہی کے سننے اور سنانے میں رسول کی اپنی مرضی کا کوئی دخل نہیں ہے
بلکہ رب العزۃ کی طرف سے جیسا بھی عکس اس کے دل پر ڈالا جاتا ہے ویسا
ہی وہ اس کو قبول کرتا ہے۔

فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ۔ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا
رَأَىٰ (النجم۔ع)

رب العزۃ نے اپنے بندے یعنے رسول کے دل پر اپنے احکام کا جو بھی عکس
ڈالنا تھا ڈالدیا۔ اس کے شیشۂ دل پر رب العزۃ نے جو بھی عکس ڈالا دل نے اس
میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی نہ کی۔

اعتراض۔ آمنا وصدقنا۔

متکلم۔ اس انعکاس یا نزول وحی کے بعد جب رسول "نیست" سے "ہست" ہوتا ہے۔
یا اس کی ذات میں ربانیت کے ساتھ بشریت بھی شامل ہو جاتی ہے۔ یا اس کی حرکات
سکنات میں اس کی اپنی مرضی یا ارادہ کا بھی دخل ہو جاتا ہے۔ تو اس صورت
میں اس سے کسی قسم کی لغزش یا بھول چوک کا ہو جانا بعید از امکان نہیں ہوتا مگر
حالت "نیستی" میں اس کے شیشۂ دل پر جو انعکاس احکام ربانی کا ہو چکا ہے اس حالت
میں رسول اس میں کسی قسم کی کمی بیشی یا تغیر و تبدل نہیں کر سکتا۔ ایسا کرنا
اس کی پہنچ سے قطعاً بالاتر یا ناممکن ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا مردود
اس میں کسی قسم کی ملاوٹ کرنا چاہے تو رب العزۃ ایسی ملاوٹ کو مٹا دیتا
ہے۔ چنانچہ رب العزۃ اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ
أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ
ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۔ (الحج۔ع)

ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول یا نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے رب العزت کے کلام کو نہ سنا ہو۔ اور پھر جب کبھی اس کلام میں کسی بد ذات نے گڑبڑ ڈالدی ہو۔ تو یقیناً ایسی شیطانی ملاوٹ کو رب العزت نے ہمیشہ مٹا ڈالا ہے۔ اور صرف سچے ہی کلام کو مستقل محفوظ و مصئون رکھا ہے۔ اس لیے کہ رب العزت کو تو خوب معلوم ہے۔ کہ اس کا اپنا کلام کونسا ہے۔ اسی کی تائید و تصدیق دوسری جگہ یوں کی گئی ہے:۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ (الحجر)

ہم نے جس شکل و صورت میں اپنا کلام نازل کیا ہے۔ ہم اسی شکل و صورت میں اس کو ہمیشہ محفوظ رکھنے والے ہیں۔

عراقی میں نے ایک مولوی صاحب کو یہ کہتے سنا ہے۔ کہ تفسیروں میں لکھا ہے۔ کہ حضرت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی بڑی تمنا تھی۔ کہ کسی طرح مشرکین اسلام کو قبول کر لیں۔ مگر وہ شریر و سرکش ہمیشہ نبی کریم کی مخالفت کیا کرتے اور اور ان کو سختی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب رسول کریم ایک مجمع عام میں قرآن پاک کی سورۃ النجم کا وعظ فرما رہے تھے تو بہت سے مشرک بھی جمع ہو گئے اور آپ نے مشرکوں کے دیوی دیوتاؤں کے متعلق یہ آیات پڑھیں:۔

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى۔ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ۔

تو حضور پاک کی زبان سے یہ کلمات بھی نکل گئے۔

تِلْكَ الْغَرَانِيقُ الْعُلَىٰ۔ وَإِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجَىٰ۔

یعنے کیا تم ان دیویوں کو جو لات۔ عزیٰ۔ اور منات کے نام سے پوجی جاتی ہیں دیکھتے نہیں ہو۔ خوب یاد رکھو۔ کہ یہ سراہی والی گردن والی خوبصورت دیویاں یقیناً خدا کے پاس تمہاری شفاعت کرینگی۔ جب کفار و مشرکین نے حضرت رسول کریم کی زبان سے اپنی دیویوں کی یہ تعریف سنی تو وہ از حد خوش ہوئے اور انہوں نے اسی وقت مسلمانوں کے ساتھ مل کر سجدہ کر لیا۔ بعد میں جب حضور

پاک کو اپنی غلطی کا علم ہوا۔ تو وہ بہت غمگین ہوئے۔ اس پر اللہ تعالٰے نے آیت نازل فرمائی۔ کہ تم اپنی غلطی پر کیوں غمگین ہوتے ہو۔ ایسی غلطی پہلے رسولوں سے بھی سرزد ہوئی تھی۔ اس پر اللہ تعالٰے نے تلک الغرانیق العلٰی والی آیت قرآن مجید میں سے منسوخ التلاوۃ یا مرفوع التلاوہ کر دی۔

مسلم۔ جس مولوی سے تم نے یہ قصہ سنا ہے۔ بہتر ہے۔ کہ اس قصے کو اس کے منہ پر دے مارو۔ اس لئے کہ یہ محض بکواس ہے۔

اعرابی۔ کیوں صاحب! اس کے منہ پر کیوں دے ماروں۔ میں تو دیکھتا ہوں۔ کہ ہمارے اکثر علماء کا اب بھی یہی عقیدہ ہے۔ کہ قرآن مجید کی بعض آیات منسوخ التلاوۃ ہیں۔ اور بعض منسوخ الحکم۔

مسلم۔ اس کا کیا مطلب؟

اعرابی۔ وہ اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جو آیات منسوخ التلاوۃ ہیں وہ قرآن مجید میں ہی موجود نہیں ہیں۔ مگر ان کا نزول ہوا تھا لیکن جو منسوخ الحکم ہیں۔ وہ گو قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن وہ متروک العمل ہیں۔

مسلم۔ میاں اعرابی! جن لوگوں کا قرآن مجید کے متعلق یہ عقیدہ ہو۔ ان کو عالم کہنا ہی غلطی ہے۔ وہ عالم نہیں بلکہ جہل لناس ہیں۔ ایسے کسی احمق کی بات کو مت سنو۔ اس لئے کہ رب العزۃ کے نزدیک عالم وہ نہیں ہے۔ جس نے بہت سی کتابوں کا بوجھ اٹھا رکھا ہو۔ بلکہ عالم وہ ہے۔ جو رب العزۃ کے کلام کی قولی و فعلی تابعداری کرتا ہو۔ ورنہ ایسے لوگوں کے متعلق جو اپنی گردن پر کتابوں کا بوجھ مارے پھرتے ہوں۔ اور قرآن پاک کی آیات کو منسوخ التلاوۃ یا متروک العمل کہہ رہے ہوں۔ رب العزۃ نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا۔ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (الجمعۃ ع۱)

جن لوگوں کی ہدایت کے لئے توراۃ نازل کی گئی۔ مگر انہوں نے اس کے احکام

پر عمل نہ کیا۔ ان کا تورات کو اُٹھائے پھرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے گدھے پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا۔ ایسے لوگوں کی یہ حالت بدترین ہو یہ قابل افسوس ہے بعض اس لئے کہ وہ جان بوجھکر اپنے قول و فعل سے احکام ربانی کی تکذیب کرتے ہیں۔ رب العزۃ ایسے پڑھے لکھے جاہلوں کو صراط مستقیم دکھائے تو کیونکر! صرف یہی نہیں بلکہ ایسے لوگوں کے متعلق جو رب العزۃ کے احکام و منسوخ التلاوۃ یا متروک العمل مانتے ہوں۔ دوسری جگہ رب العزۃ یوں فرماتا ہے:۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا
فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ وَلَوْ شِئْنَا
لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ
فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ
يَلْهَثْ ذَٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔ (الاعراف ع ۲۲)

ذرا ان لوگوں کو اس شخص کا حال سنا دو۔ کہ جس کے پاس ہمارے احکام پہنچے۔ مگر اس شخص نے ان احکام کی تعمیل کو پرے پھینک دیا۔ اور وہ شیطان کے پیچھے لگ کر گمراہ ہو گیا۔ اگر ہم چاہیں۔ تو اس شخص کو اس کی گمراہی سے نکال لیں۔ مگر مشکل تو یہ ہے۔ کہ وہ شخص بدترین قسم کا دنیا پرست بن گیا۔ اور اس نے اپنی خواہشات رذیلہ اور خواہشات فاسدہ کو ہی اپنا خدا بنا لیا پس اس شخص کی مثال جو کسی آسمانی کتاب کے بوجھ کو گردن پر اٹھائے پھرتا ہو۔ مگر اس کے احکام پر عمل نہ کرتا ہو۔ ایسی ہی ہے۔ جیسے ایک کتا۔ کتے پر بوجھ لاد دو تو وہ زبان باہر نکالیگا۔ اگر نہ لادو۔ تو بھی وہ یوں ہی زبان باہر نکالے رکھیگا بعینہٖ یہی حالت ان لوگوں کی ہے۔ جو ہمارے احکام کی تکذیب کرتے ہیں۔ ذرا ان لوگوں کو اس قسم کی تمثیلوں سے سمجھاؤ۔ شاید وہ اپنی غلطی پر غور و فکر کرکے اس کی اصلاح کر لیں۔

میاں اعرابی! تم نے سن لیا۔ کہ رب العزۃ نے ایسے لوگوں کے متعلق جو رب العزۃ کے کلام کی کسی آیت یا حکم کی تکذیب کرتے ہوں کیا فرمایا ہے

کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ رب العزۃ تو یہ فرمائے۔ کہ ہم نے جو کچھ اپنے نبی یا رسول پر نازل کیا ہے۔ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور کہ ہماری نازل کردہ آیات میں کوئی شیطان یا بد ذات ذرا سی بھی گڑبڑ ڈالنا چاہے۔ تو ہم اس قسم کی ذرا سی گڑبڑ کو بھی فوراً مٹا ڈالتے ہیں۔ چہ جائیکہ کوئی شخص یہ بکواس کرے۔ کہ قرآن پاک کی آیتوں کی آیتیں ہی منسوخ اللہ وہ یا متروک العمل ہو گئی ہیں۔ اور پھر ایسا بکواس کرنے والا شخص عالم دین بھی کہلائے؟ خوب یاد رکھو۔ کہ ایسے لوگوں کو رب العزۃ نے قرآن پاک میں عالم نہیں۔ بلکہ حمار اور کلب سے تشبیہ دی ہے۔ اور ان کو بدترین مخلوق کہا ہے۔ اس لئے کہ وہ رب العزۃ کی آیات کی اپنے قول و فعل سے تکذیب کرتے ہیں محض اس لئے کہ وہ بدترین دنیا پرست ہیں۔

اعرابی۔ جزاک اللہ میرے شبہ کا آپ نے کما حقہ ازالہ فرما دیا۔ میں اب ایسے بیہودہ لوگوں کی باتوں کو ہرگز نہیں سنونگا۔

مسلم۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ بیان تو عبادت الٰہی یا نماز کا ہو رہا تھا۔ کہ رب العزۃ کے حضور میں کس قسم کی دعا کرنی چاہئے۔ چنانچہ رب العزۃ ہمیں اس قسم کی دعا مانگنے کی تعلیم دیتا ہے۔

(۴)

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ البقرۃ۔ ع

اے ہمارے مالک! تو ہمیں دنیا میں نیک اعمال کی توفیق دے۔ اور آخرۃ میں ہمیں اپنے قرب سے بہرہ اندوز کر۔ اور ہمیں اپنی مفارقت کی جلن سے بچا۔

(۵)

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

اے ہمارے مالک! تو ہماری مصائب کو برداشت کرنے کے لئے ہمیں

حوصلہ دے۔ اور ہمارے قدموں میں مضبوطی دے۔ اور ان لوگوں کے مقابلہ پر
جو تیرے احکام کی بجاآوری سے پہلوتہی کرتے ہیں۔ ہماری مدد کر۔ تاکہ ہم
تیرے احکام کی بلاخوف و خطر تعمیل کر سکیں۔

(۶)

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن
لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ (آل عمران ع)

اے ہمارے مالک! اب جبکہ ایک دفعہ ہمیں تیرے احکام کا پتہ لگ
گیا۔ تو تو ایسی مہربانی کر۔ کہ ہمارے دل تیرے احکام کی بجاآوری سے گریز نہ
کرنے پائیں۔ اے ہمارے مالک تو ہم پر اپنی برکات کا دروازہ کھول دے
اس لئے کہ ہمارے لئے تجھ سے بڑھکر کوئی داتا نہیں ہے۔

(۷)

رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ
النَّارِ۔ (آل عمران۔ ع)

اے ہمارے مالک! ہم تیرے تمام احکام کو تسلیم کرتے ہیں۔ تیرے احکام
کی تعمیل میں اگر ہم سے کوئی کوتاہی ہو جائے۔ تو ہماری ایسی لغزشوں سے
درگذر کر اور ہمیں اپنی مہجوری کی جلن سے محفوظ رکھ۔

(۸)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ
أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (آل عمران ع)

اے ہمارے مالک! تیرے احکام کی تعمیل میں ہم سے جو قصور و لغزشیں ہوں
یا جن امور میں ہم حد اعتدال سے تجاوز کر جائیں۔ ہماری ایسی تمام افراط و
تفریط پر چشم پوشی کر۔ اور ہمیں توفیق دے۔ کہ ہم آئندہ تیرے احکام پر اپنے
قدموں کو مضبوطی سے قائم کریں۔ اور اس قوم کے مقابلہ پر جو تیرے احکام
کی تعمیل سے پہلوتہی کرتی ہے۔ ہماری مدد کر۔

(۹)

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا
لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (الاعراف ع۲)

اے ہمارے مالک! تیرے احکام کی خلاف ورزی سے ہمارے دل تاریک ہو چکے ہیں۔ اگر تو ہمارے دلوں پر سے تاریکی کے ان بادلوں کو دور نہیں کریگا اور تو ہمیں نیکی کی توفیق سے بہرہ اندوز نہیں کرے گا۔ تو ہم یقیناً تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

(۱۰)

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (الاعراف ع۵)

اے ہمارے مالک! تو ہمیں ان لوگوں جیسا نہ بنا۔ جن کے دل تیری نافرمانی کی پاداش میں تاریک ہو چکے ہیں۔

(۱۱)

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ۔ (الاعراف ع۱۴)

اے ہمارے مالک! تو ہمیں زیادہ سے زیادہ توفیق دے۔ کہ ہم تیرے احکام کی بجا آوری میں ہر ایک مصیبت میں ثابت قدم رہتے ہوئے آخری دم تک تیرے لئے وفادار رہیں۔

(۱۲)

لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔
(الاعراف ع۱۸)

اے ہمارے مالک! اگر تو ہم پر نظر التفات نہیں کریگا۔ اور ہماری لغزشوں سے درگزر نہیں کریگا۔ تو ہم یقیناً تباہ و برباد ہو جائینگے۔

(۱۳)

فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ
(الاعراف ع۱۸)

اے میرے مالک! تو نے مجھے اپنی نظر عنایت سے مجدد کرکے بھیجا ہے تو دشمنوں کو میری ہنسی کا موقع نہ دینا۔ اور مجھے ان لوگوں جیسا نہ بنا دینا۔ جو تیرے احکام کی

خلاف ورزی سے تاریکی میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

(۱۴)

اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ۔ اعراف ع ۹

اے ہمارے مالک! تو ہی ہماری پشت پناہ ہے۔ تو ہماری لغزشوں سے درگذر کر۔ اور ہم پر اپنی رحمت کے بازو پھیلا۔ کیونکہ تجھ سے بڑھکر دوسرا کوئی بخشش کرنیوالا نہیں ہے۔

(۱۵)

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ ۔ ع

اے ہمارے مالک! ہم تو اب تیرے ہی دروازہ پر آن پڑے ہیں۔ دنیا و آخرت میں تو نے ہمیں جن نعمتوں سے مالا مال کرنا ہے، وہ سب ہمیں عطا فرما

(۱۶)

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۔ یوسف ع

اے آسمان اور زمین کے بنانے والے، دنیا اور آخرت میں تیرے سوا میرا کوئی دوسرا مددگار نہیں۔ تو مجھے توفیق دے۔ کہ میں آخری دم تک تیرا فرمانبردار رہتا ہوں۔ اور تو مجھے اپنے پاکباز بندوں میں شامل کر

(۱۷)

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ
عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۔ طٰہٰ ع

اے میرے مالک! تو اپنی نور معرفت سے میرے دل کو منور کر دے۔ اور میرے مشن کی تکمیل کو آسان بنا دے۔ اور میری زبان کو ایسا فصیح و شیریں بنا کہ جب میں تیرے کلام کو تیرے بندوں تک پہنچاؤں۔ تو وہ اچھی طرح ان کے دل میں پیوست ہو جائے۔

(۱۸)

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا

وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ۔ (ابراہیم ۶ع)

اے میرے مالک! تو مجھے توفیق دے کہ میں ہمیشہ تیری عبادت کرتا رہوں اور میری اولاد بھی تیری پرستار رہے۔ اے میرے مالک! تو میری اس دعا کو قبول کر۔

(۱۹)

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ۔ (ابراہیم ۶ع)

اے میرے مالک! اعمال کی سزا و جزا کے دن میری، میرے والدین اور جملہ مومنین کی لغزشوں پر چشم پوشی کیجیو۔

(۲۰)

رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا۔ (بنی اسرائیل ۹ع)

اے میرے مالک! تو مجھے بطور صادق کے موت کی گھاٹی میں داخل کر، اور بطور صادق کے اس میں سے نکال، اور اپنی نزدیکی سے بہرہ مند و زور کے مددگار کر۔

(۲۱)

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ

(احقاف ۲ع)

اے میرے مالک! تو مجھے توفیق دے کہ میں ان احسان کے لئے جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا ہے، تیرا شکر ادا کروں، اور توفیق دے کہ میں ایسے نیک کام کروں جو تیری رضامندی کا باعث ہوں، اور تو میری اولاد کو بھی توفیق دے کہ وہ بھی نیک کام کریں۔ اے میرے مالک [illegible] کرنے والوں میں سے ہوں۔

(۲۲)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ
وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ
رَءُوفٌ رَحِيمٌ۔ (الحشر۔ ع)

اے ہمارے مالک! تو ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو جو ایمان لانے میں ہم سے بھی پہلے تھے بخشش دے۔ اور تو ہمارے دلوں میں کسی ایمان کے برخلاف کسی قسم کی رنجش نہ رہنے دے۔ اے ہمارے مالک تو یقینا ہم پر نرمی اور مہربانی کرنے والا ہے۔

(۲۳)

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا
وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ (نوح ع)

اے میرے مالک، تو مجھے، اور میرے والدین کو اور ہر ایک ایسے شخص کو جو مجھ پر ایمان رکھتا ہوا میرے گھر میں آئے، اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخش دے۔

(۲۴)

رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (التحریم۔ ع)

اے ہمارے مالک! تو اپنے نور کا جلوہ کامل طور پر ہمارے دلوں پر ڈال دے اور ہمیں کامل طور پر اپنے سایۂ عاطفت میں لے لے۔ بے شک اے ہمارے مالک، تیرے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اس لئے کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

احوالی۔ قرآن پاک کی یہ دعائیں تو فی الحقیقت نہایت رقت پیدا کرنے والی [illegible] طرز پر [illegible] کہ [illegible] تمام سوز جاتی ہے۔ [illegible] اس قدر کا اثر نہیں ہوتا۔

مسئلہ [illegible] کی ترتیب [illegible]
[illegible]

مسلم دماغ نے اس کو پہلے ہی دن جیسا تراشا خراشا تھا۔ ویسا ہی وہ اب تک چلا آتا ہے۔ ذرا غور تو کرو۔ کہ جب اس سستی نماز پنجگانہ قواعد کے بگل کی جو مسجدوں میں ادا کی جاتی ہے۔ یہ عظمت اور خوبی ہے۔ تو پھر اس حقیقی عبادت کی شان و عظمت کا جس کا رب العزۃ نے اپنے کلام میں ذکر کیا ہے۔ کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ اعرابی اگر آپ اس حقیقی عبادت کا مزہ لینا چاہتے ہیں۔ تو پہلے جیدہ کی بگل قواعد کا بھی مزہ لیجیے۔

اعرابی۔ وہ تو میں لے چکا ہوں۔ اور میری پسلیاں ابھی تک درد کر رہی ہیں۔

مسلم۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ ٹھنڈے پانی کا گلاس اسی شخص کو لطف دیتا ہے۔ جو دھوپ میں جلتا بھنتا آیا ہو۔ جس شخص نے پہلے مسجدوں میں جا کر پسلیاں نہیں تڑوائیں۔ ان کو رب العزۃ کی خالص اور حقیقی عبادت کی عظمت کا کیا پتہ لگ سکتا ہے۔ دو خداؤں کے ماننے والے یا تین کو ایک اور ایک کو تین کہنے والے یا ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کے ماننے والے جب اس فوجی قواعد میں آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو پھر ان کے سامنے نہ دو رہتے ہیں۔ نہ تین۔ نہ ۳۳ کروڑ بلکہ ایک ہی رہ جاتا ہے +

اعرابی۔ یعنی امام صاحب؟

مسلم۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ رب العزۃ۔

اعرابی۔ تو پھر یہ جو نماز پڑھنے سے پہلے کہا جاتا ہے۔ چار رکعت۔ نماز۔ فرض۔ فرض واسطے اللہ تعالیٰ کے۔ منہ طرف کعبہ شریف کی۔ پیچھے اس امام کے۔ اللہ اکبر۔ یہ قرآن مجید کی کونسی آیت کا ترجمہ ہے۔

مسلم۔ یہ قرآن مجید کی کسی آیت کا ترجمہ نہیں ہے۔ رب العزۃ نے تو یہ حکم دیا ہے کہ اے میرے بندے تو دو۔ تین یا ۳۳ کروڑ معبودوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اتنا اعلان کر دے کہ:۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ
حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ (انعام ۹)

میں نے اپنا منہ صرف اس ایک ہی رب العزۃ کی طرف کر دیا ہے جو آسمان

زمین کا بنانے والا ہے۔ میں تو اب اس کے ساتھ قولاً و فعلاً کسی دوسرے
کو شریک ٹھہرانے والوں میں سے ہرگز نہیں ہوں۔

اعرابی۔ اس میں تو نہ رکعتوں کی تعداد۔ نہ فرض۔ نہ امام کا ذکر۔ نہ
کعبہ شریف کا۔

مسلم۔ ہرگز نہیں۔

اعرابی۔ تو پھر یہ امام صاحب کو یوں ہی لیڈر مجلس بنایا جاتا ہے؟

مسلم۔ نہیں نہیں۔ امام صاحب کو لیڈر مجلس مت کہیے۔ کیونکہ وہ اس جنگی قواعد
میں کمانڈر اعظم ہے۔ کمانڈر کے بغیر بڑی چھوٹی سے چھوٹی فوج کا بھی نظام
قائم رکھنا مشکل ہے۔

اعرابی۔ کیوں صاحب جنگی قواعد کیوں؟ کیا سامنے کہیں غنیم کا لشکر ہوتا ہے؟

مسلم۔ ہاں غنیم کا ہی لشکر ہوتا ہے۔

اعرابی۔ وہ کیسے؟

مسلم۔ ایک طرف تو دو خداؤں کے ماننے والوں کی فوج۔ دوسری طرف تین خدا
ماننے والوں کا دل بادل تیسری طرف ۳۳ کروڑ معبودوں کی قطار پوجنے
والے۔ وہ جو یہ کہتے ہیں کہ خدا ہے ہی نہیں۔ اس قدر فوج عقیدے رکھنے والوں کا
مقابلہ ہونے کے لئے زبردست [illegible] اور بہترین کمانڈر کی ضرورت ہے۔
کمانڈر یہ ہے کہ [illegible] کمانڈر لشکریوں میں سب
سے اعلیٰ ہو۔

اعرابی۔ میں آپ کی بات کا قائل نہیں ہوں۔ [illegible]
تعلیمات کے خلاف ہے۔

مسلم۔ وہ کیونکر؟

اعرابی۔ اس لئے کہ جنگی [illegible] ہوتا ہے۔ جو لشکریوں میں سب سے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

عراقی۔ میرے ساتھ تو نہیں۔ بلکہ دو شخص آپس میں الجھ پڑے۔
مسلم۔ خالی الجھے ہی تھے۔ یا دھینگا مشتی بھی ہوئے؟
عراقی۔ پہلے تو الجھے۔ پھر الجھ سلجھے۔ مگر بعد میں ایسے ٹکر ٹکر ہوئے جیسے شاہجہان کے شاہی زمانہ کے مینڈھے۔
مسلم۔ مگر آپ نے ان کو الگ الگ نہ کر دیا؟
عراقی۔ چونکہ اس الگ الگ کرنے کا مزہ مجھے پہلے مل چکا تھا۔ اس لئے میں نے اب کی دفعہ اس جھگڑے میں دخل دینا پسند نہ کیا۔
مسلم۔ تو کیا مسجد کے دوسرے نمازی بھی خاموش رہے؟
عراقی۔ سب خاموش رہے۔
مسلم۔ وہ کیوں؟
عراقی۔ وہ کہتے تھے۔ کہ یہ عالموں کی لڑائی ہے۔ ہمیں اس میں دخل نہیں دینا چاہئے۔ خدا معلوم کون راستی پر ہے۔ اور کون غلطی پر؟
مسلم۔ تو جھگڑا کس بات پر ہوا تھا؟
عراقی۔ جھگڑا اس بات پر ہوا۔ کہ امام کے پیچھے قراءۃ کرنی چاہئے یا نہیں۔
مسلم۔ تو پھر کیا فیصلہ ہوا؟
عراقی۔ موٹے میاں تو یہ کہتے تھے کہ قراءۃ خلف الامام عین فرض ہے۔ مگر چھوٹے میاں بولے۔ کہ یہ سخت گناہ ہے۔
مسلم۔ دونوں کے دلائل کیا تھے؟
عراقی۔ موٹے میاں تو یہ دلیل دیتے تھے۔ کہ قراءۃ خلف الامام قانون قدرت کے مطابق ہے۔ اور کہ دنیا میں جدھر دیکھو۔ ادھر ہی قراءۃ خلف الامام کا ثبوت ملتا ہے۔
مسلم۔ مگر کیا موٹے میاں نے کوئی ثبوت دیا بھی؟
عراقی۔ ہاں صاحب دیا۔ اور بڑے زور سے دیا۔
مسلم۔ اچھا ذرا سناؤ تو!
عراقی۔ موٹے میاں فرمانے لگے۔ کہ چونکہ اسلام فطرتی مذہب ہے۔ اس کی

اعرابی۔ یہی تو مجھے حیرانی ہے۔ کہ آخر یہ کیا معاملہ ہے؟

مسلم۔ معاملہ کچھ بھی نہیں محض فضول جھگڑا ہے۔ رب العزۃ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ۔ (الاعراف ۲۴)

جب قرآن مجید پڑھا جا رہا ہو۔ تو تم خاموشی سے اس کو سنو، دیکھو تاکہ خدا کی رحمت تم پر نازل ہو۔ اور تم اپنے دل ہی دل میں اپنے رب کا نہایت عاجزی اور ڈرتے ہوئے ذکر کرو۔ اور نہ در زور سے آواز مت نکالو۔

اعرابی۔ تو کیا قرآن پاک کی اسی آیت کی بنا پر یہ قرأت خلف امام کا جھگڑا کھڑا کیا گیا ہے۔

مسلم۔ ہاں اسی آیت کو دیکھ کر یہ قرأت خلف امام کے جھگڑے بڑھائے جاتے ہیں۔ حالانکہ دوسری جگہ رب العزۃ نے اس کی ایک مثال دے کر اس کو واضح بھی کر دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ۔ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ۔ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۔ (الاحقاف ۴)

اور جب ہم نے تیری طرف جنوں کا ایک گروہ بھیجا تاکہ وہ قرآن مجید کو سنیں۔ تو وہ تیرے نزدیک آکر آپس میں کہنے لگے۔ خاموش۔ غور سے سنتے جاؤ۔ پس ...

کو غور سے سننے دیکھنے کے بعد جب اپنی قوم کی طرف واپس لوٹے۔ تو وہ اپنی
قوم کو رب العزۃ کے احکام کی نافرمانی سے ڈرانے لگے۔ اور کہنے لگے۔ اے
ہماری قوم ہم نے موسیٰ کے بعد ایک ایسی کتاب کی آیات سنی ہیں۔ جو منزل من اللہ
ہے۔ اور وہ رب العزۃ کی پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے۔ اور سننے والوں کو
حق حقانیت کا سیدھا راستہ بتاتی ہے۔ اے ہماری قوم خدا کے اس
پکارنے والے کی آواز کو سنو۔ اور اس پر ایمان لاؤ۔ تاکہ رب العزۃ تمہاری
خطاؤں سے درگذر کرے اور تم عذاب الیم سے محفوظ رہو۔ اور جو شخص
خدا کے اس پکارنے والے کی آواز کو نہیں سنیگا تو وہ خدا کی گرفت سے بھاگ
کر کہیں چھپ جانے سے رہا۔ اور خدا کے سوا اس کا کوئی یار و مددگار نہیں
ہوسکتا۔ یقیناً یہ نافرمان شخص تاریکی یا گمراہی میں ٹھوکریں کھائیگا۔

عرفی۔ یہ تو بالکل صاف حکم ہے۔ کہ جب قرآن مجید پڑھا جاوے۔ تو چپ چاپ
اس کو سننا سمجھنا اور اس پر تدبر کرنا چاہئے۔ پھر نہیں معلوم۔ یہ قرأت خلف
الامام وغیرہ کے جھگڑے کیوں کھڑے کئے جاتے ہیں؟

مسلم۔ اس میں قرآن پاک کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب ہمارے علماء کا
قصور ہے۔ کہ وہ جمعہ وغیرہ کے خطبوں میں بجائے قرآن مجید پڑھنے اور
سامعین کے سامنے اس کی شرح و تفسیر کرنے کے محض کہیں سے رٹی ہوئی
چند آیات بغیر سمجھے سمجھانے کے پڑھ لیتے ہیں یا چند اردو فارسی کے شعر
گا کر منبر سے اتر آتے ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک کی آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے
کہ لوگ سامنے موجود ہوں۔ ان کو قرآن مجید اس طرح سمجھایا جاوے۔ کہ جب
وہ مسجد سے باہر نکلیں۔ تو غیر مسلموں یا دوسرے لوگوں کو بھی حق مطلب سمجھا سکیں۔

عرفی۔ واقعی اگر امام صاحب قرآن مجید کی آیات کی شرح کر رہے
ہوں تو کسی کی کیا مجال ہے کہ وہ دوسری طرف کا خیال تک بھی کر سکے۔ وہ
یقیناً اس کو خاموشی اور غور سے سنیگا۔ مگر یہ تو بتائیے کہ جب امام
صاحب بلند آواز سے قرأت کر رہے ہوں۔ اور وہ اس کو سن نہ سکیں نہ سمجھ
سکیں۔ تو نمازی کیا کریں؟

مسئلہ۔ نمازیوں کو چاہئے کہ وہ قرآن پاک کی ان آیات کے معانی و مطالب پر خود غور و تدبر کرتے جائیں۔ جو امام پڑھ رہا ہے۔ اور نہایت توجہ سے ان کو سنیں۔

اعتراض۔ لیکن ہر ایک نمازی میں اتنی قدرت کہاں کہ وہ ان آیات کے معانی کو سمجھے یا غور تدبر کرے۔

مسئلہ۔ اگر نمازی ان آیات کے معانی کو جو امام پڑھ رہا ہے۔ نہیں سمجھتا۔ تو قرآن پاک کی جو آیات بھی اس کو بامعنی یاد ہوں۔ وہ ان پر ہی تدبر کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریگا۔ تو اس کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ اس کا دل نماز میں ڈانواں ڈول ہو جائیگا۔ اور ادھر ادھر منتشر رہیگا۔

اعتراض۔ لیکن اگر اس کو قرآن مجید کی کوئی آیت بھی یاد نہ ہو تو پھر؟

مسئلہ۔ ایسی صورت میں وہ اپنی ہی زبان میں رب العزۃ کے حضور میں دعا و زاری کرتا رہے یہ بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ قرأت خلف الامام کے طور پر مخالف ہو کر اپنے دل کو فواحشات و منکرات میں آوارہ پھرنے دے۔

اعتراض۔ لیکن اگر وہ اپنی زبان کی بجائے کسی دوسری زبان کی ایسی عبارت پڑھتا رہے جس کے مطلب و مفہوم کا اس کو کچھ پتہ نہ ہو؟

مسئلہ۔ رب العزۃ کے حضور میں کھڑے ہو کر ایسا ایک بھی کلمہ نہیں کہنا چاہئے جس کے مطلب و مفہوم کا کہنے والے کو خود علم و یقین نہ ہو کہ وہ کیا کہتا ہے یا رب العزۃ کے حضور میں کس بات کا طالب ہے۔ رب العزۃ کے حضور میں اپنے کہنے یا جاننے بوجھنے کے بغیر کوئی کلمہ کہنا اس کی سخت بے ادبی اور گستاخی ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ کہ جب کوئی شخص معمولی سے دنیوی حاکم کے پاس کوئی درخواست لیکر جاتا ہے۔ تو اس کو بھی تو علم و یقین ہوتا ہے کہ وہ کس مطلب کی درخواست کر رہا ہے۔ دنیوی حکام کے سامنے درخواست کرتے وقت تو ہمیں اپنی درخواست کے لفظ لفظ کا علم و یقین ہو کہ ہمارا اس سے مطلب و مدعا کیا ہے لیکن رب العزۃ کے حضور میں جب ہم کوئی دعا یا درخواست کرنے کے لئے جائیں۔ تو ہمیں اتنا بھی پتہ نہ ہو کہ ہماری زبان سے جو کلمے نکل رہے ہیں۔ ان کا کیا مطلب ہے؟ یا ہم رب العزۃ کے حضور

میں تم کسی قسم کی تنگی پسند نہیں کی۔ پس معاملہ صاف ہے۔ کہ رب العزت ہم سے تزکیہ نفس۔ تزکیہ روح۔ تزکیہ جسم۔ تزکیہ مال۔ غرضیکہ ہر ایک معاملہ میں پاکیزگی کا طالب ہے۔

اعرابی۔ سبحان اللہ! خداوند کریم نے تمام مذہبی مسائل کی غرض و غایت کو صرف ایک لفظ یعنے پاکیزگی میں ختم کر دیا۔ واقعی مذہب کا مدعا اس کے سوا دوسرا کوئی ہے بھی نہیں۔ اور ہو سکتا بھی نہیں۔

مسلم۔ اب آپ سمجھ گئے۔ اور خوب سمجھ گئے مجھے امید ہے۔ کہ اب آپ کسی کافر گر کے کفر و تکفیر کے کسی فتوے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسلام پر قائم رہیں گے۔

اعرابی۔ پرواہ کیا! آپ دیکھینگے کہ میں کفر پروف بن جاؤنگا۔ کیونکہ آجکل مسلمانوں کو چھتری یا واٹر پروف کی بجائے کفر پروف کی بھی ضرورت ہے۔

مسلم۔ بہت خوب! اچھا اب آپ آرام فرمائیں۔ کل پھر آ جانا۔

اعرابی۔ بہت بہتر۔ خدا حافظ!

دسویں فصل

متفرقات

اعرابی۔ السلام علیکم۔

مسلم۔ وعلیکم السلام۔ فرمایئے۔ اب تو آپکا کسی سے کہیں جھگڑا وغیرہ نہیں ہوا۔

اعرابی۔ ہرگز نہیں کیونکہ مسجدی اور شخصی نماز کی تشریح کر کے آپنے بالکل لاجواب کر دیا ہے۔ رات کا واقعہ سنئے میں جو آپ کے پاس سے گھر کو چلا۔ تو راستہ میں آریہ سماج کا مندر تھا وہاں لوگوں کا انبوہ کثیر جمع تھا۔ وہ ایک پنڈت جی لیکچر دے رہے تھے۔ میں بھی ذرا سننے بیٹھ گیا۔ وہ شخص اسلام پر ایسے ایسے اعتراضات کر رہا تھا کہ میں سنکر حیران رہ گیا۔

مسلم۔ ذرا مجھے بھی بتاؤ۔ کہ پنڈت صاحب کیا فرماتے تھے۔

اگر کسی جگہ تین آدمی آپس میں گفتگو کرتے ہوں۔ تو انہیں چوتھا رب العزۃ موجود ہوتا ہے۔ اگر پانچ آدمی ہوں تو چھٹا رب العزۃ موجود ہوتا ہے۔ غرضیکہ جہاں کہیں اور جس حالت میں بھی انسان باتیں کر رہے ہوں۔ خواہ وہ کم ہوں۔ خواہ زیادہ۔ رب العزۃ انہیں موجود ہوتا ہے۔

اعرابی۔ سبحان اللہ کیسی صاف تعلیم ہے۔ واقعی ایسی تعلیم سے تو ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ مسلمانوں کا خدا صرف آسمان پر ہے۔ زمین پر نہیں ہے۔ تو اسکی حماقت اور جہالت میں کیا شبہ ہے۔

متکلم۔ اور سنو! رب العزۃ فرماتا ہے:۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (الانفال ع۳)

اے انسانو۔ خوب جان لو۔ کہ رب العزۃ انسان کے جسم میں اور اسکے دل کے خفیہ رازوں میں بھی موجود ہے تم سب یقین رکھو کہ تم سب ایک دن اسکے حضور میں جمع کئے جاؤ گے۔ ذرا قرآن مجید کا بغور مطالعہ کرو۔ تمہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ رب العزۃ کو قرآن پاک میں جا بجا فاطر السموات والارض کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں کسی شخص کا یہ کہنا کہ مسلمانوں کا خدا صرف آسمان پر ہی ہے۔ زمین پر یا انسان کے جسم میں۔ یا اسکے دل کے خفیہ رازوں میں موجود نہیں ہے کسقدر جہالت ہے۔

اعرابی۔ واقعی یہ سخت حماقت اور جہالت ہے۔

متکلم۔ رہا یہ معاملہ۔ کہ چونکہ مسلمان قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں بنا بریں وہ سمت پرست ہیں یہ بھی اعتراض کرنیوالے کی جہالت کو ظاہر کرتا ہے۔ اسلئے کہ رب العزۃ نے صاف فرما دیا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (البقرہ ع۲۲)

یہ کوئی دہرم ادہرم کی بات نہیں ہے کہ خدا کی عبادت کرتے وقت تمہارا منہ ضرور مشرق یا مغرب کی طرف ہی ہوا کرے۔ بلکہ امر واقعہ کیا ہے:۔

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (البقرہ ع۱۴)

مشرق اور مغرب تمام سمتیں خدا کیلئے ہی ہیں تم عبادت کے وقت جس طرف بھی منہ کروگے وہاں خدا کا منہ ہوگا۔ رب العزۃ محیط کل و علیم کل ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ مسلمانوں کا نماز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ قبلہ نہ مشرق ہے۔ نہ مغرب۔ نہ شمال، نہ جنوب۔ وہ ان تمام سمتوں کا سمت ہے۔ بلکہ زمین کا مرکزی نقطہ ہے۔ اور وہ تحت و فوق سے بھی معرّا ہے۔ وہ خود کوئی سمت نہیں ہے۔ مگر ہر ایک سمت کا مرکز ہے۔ نمازیوں یا عابدوں کیلئے رب العزۃ کا فرمان ہے کہ جب وہ خدا کی عبادت کرنے لگیں تو اپنا دل

سوئے یا فوق وتحت کے خیال سے قطعاً خالی ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

حَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ۔ (بقرہ ع ۱۷)

شمال جنوب مغرب مشرق۔ غرضیکہ جہاں کہیں بھی تم ہو کعبہ کی طرف منہ کر لیا کرو۔ سمت کے جھگڑے میں ہرگز نہ پڑو۔ کیونکہ:۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ بقرہ ع

دوسری جتنی قومیں ہیں انہوں نے عبادت کیلئے کوئی نہ کوئی سمت مقرر کر رکھی ہے جس کی طرف وہ منہ کرتے ہیں مگر تم سمت پرست نہ ہو۔ بلکہ اعمال صالح میں پیشقدمی کرو۔ تم خواہ کہیں بھی ہو رب العزۃ تم سب کے اعمال کو و تمہیں بھی اپنی طرف کھینچ لینے والا ہے۔ یقیناً وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔

اعتراض۔ یہ تو بالکل صاف بات ہے۔ اسمیں تو شمال جنوب مشرق و مغرب کا کہیں جھگڑا ہی نہیں رہنے دیا۔

مسلم۔ حرج ہی نہیں۔ بلکہ جب مسلمانوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کی مرغوب سمت کیطرف نماز پڑھنی شروع کی۔ تو ان لوگوں نے خیال کر لیا کہ یہودیت یا مسیحیت کا قبلہ ہی مقبول الٰہی ہے رب العزۃ نے ان لوگوں کے ایسے خیال فاسدہ کا قلع قمع کرنے کیلئے فوراً حکم دے دیا کہ

وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ۔ ع

کہ تم ان لوگوں کی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا فوراً چھوڑ دو تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ تم سمت پرست نہیں ہو۔ بلکہ خدا پرست ہو۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے اس حکم الٰہی کی تعمیل کی تو کیا ہوا:

سَيَقُوْلُ السُّفَهَاۗءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ
الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ ع

ان بیوقوفوں نے اس پر یہ شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ دیکھو صاحب اتنی مدت سے تو یہ مسلمان ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے چلے آ رہے تھے۔ مگر اب انہوں نے دوسری طرف کو منہ کر لیا۔ انکو بتادو کہ مسلمان سمت پرست نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مشرق و مغرب سب خدا کی ہی سمتیں ہیں۔ بنابریں وہ محض خدا پرست ہی ہیں۔

اعتراض۔ جب ان آیات میں خداوند کریم نے کیسی صراحت سے [illegible] تو [illegible] فرما دیا ہے۔

مسلم۔ تو وہ لوگ جو اپنے آپ کو نئی روشنی یا نئی تعلیم کے [illegible] سمجھتے ہوئے

مسلمانوں پر قبلہ یا سمت پرستی کا الزام لگا رہے ہیں۔ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ جب
وہ زمین کو گول مانتے ہیں۔ تو گول چیز پر جو بھی نقطہ لگا دو وہی اس کا مرکز ہو
اور وہ نکات سمت سے بالکل مبرا ہوگا۔ اور کہ اس گول چیز پر جتنے بھی جاندار
ہونگے۔ ان سب کا منہ ہر حالت میں اس مرکزی نقطہ کی طرف ہی رہے گا۔ اور
کسی جاندار میں یہ طاقت نہیں ہے۔ کہ اس مرکزی نقطہ سے اپنے منہ کو کسی دوسری
طرف کر سکے۔ ایسا کرنا ناممکن ہے۔ بس روئے زمین کا ہر ایک شخص خواہ وہ
مسلم ہو خواہ غیر مسلم۔ یہاں تک کہ درندہ پرندہ چرند تک کا بھی منہ ہمیشہ اور ہر حالت
میں قبلہ کی طرف ہی رہتا ہے۔ اور قبلہ جیسا کہ میں نے کہا ہے نکات سمت اور جہت و
فوق سے قطعاً مبرا ہے۔ اور کہ وہ محض ایک مرکزی نقطہ ہے۔ اور بس۔ کیا آپ
قبلہ کی حقیقت کو سمجھ گئے؟

اعرابی۔ میں خوب سمجھ گیا ہوں۔

مسلم۔ اچھا تو اب آپ ان لوگوں کے اس اعتراض پر غور کریں کہ روزہ کا روحانیت
سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور کہ وہ محض جسمانی صحت درست کرنے کا ہی ایک ذریعہ ہے
بہت اچھا صاحب۔ اگر روزہ رکھنے سے انسان کی صحت درست ہو جائے تو سمجھنا
چاہئے۔ کہ اس نے ایک بڑی بھاری نعمت کو حاصل کر لیا۔ مگر جس طرح نماز کا تعلق
جسم۔ دل۔ دماغ۔ اور روح کی اصلاح سے ہے۔ اسی طرح روزہ کا تعلق بھی
جسم۔ دل۔ دماغ اور روح کے تزکیہ سے ہے۔ جس نیت سے روزہ رکھا جائے گا
اسی کے مطابق اس کا نتیجہ برآمد ہوگا۔ اگر جسم کی اصلاح مدنظر ہے تو رطوبات فاسدہ
کے تحلیل ہونے سے صحت اور اگر دل و دماغ کی اصلاح کیلئے ہے تو [illegible]
کے کم ہونے سے دماغ اگر روح کی اصلاح کیلئے۔ تو شخص [illegible] روزہ رکھ کر [illegible]
روح مقام محمود کی طرف بڑھیگی۔

اعرابی۔ یہ بالکل بجا و درست ہے۔

مسلم۔ اچھا تو آپ ان لوگوں کے ذرا اس اعتراض پر غور کریں کہ مسلمان دوزخ سے ڈرتے
ڈرتے ہیں۔ قرآن پاک نے صاف طور پر اعلان کر دیا ہے کہ [illegible]
[illegible] بلکہ [illegible] کو دیکھتا ہے کہ آیا تم دنیا یا دنیا کی [illegible]

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا. قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ۔

اب ان لوگوں نے یہ حجت کھڑی کی۔ کہ ذرا اپنے رب سے پتا اور پوچھ آؤ۔ کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہے؟ موسیٰ نے کہا۔ رب العزت فرماتا ہے کہ وہ زعفرانی رنگ کی روشنی گائے ہے۔ جو دیکھنے والوں کے دل کو باغ باغ کر دیتی ہے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ. قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ فِيهَا

اب ان لوگوں نے یہ پتہ دیا۔ کہ ذرا اپنے رب سے اتنا اور پوچھ آؤ۔ کہ وہ کونسی گائے ہے کیونکہ بہت سی گائیں والا تو ہم رہے ہاں ایک سانڈ ہے۔ موسیٰ نے کہا۔ خدا کہتا ہے کہ سانڈ نہیں بلکہ وہ یقیناً سانڈ گائے ہی ہے۔ نہ تو اسکی گردن پر زمین جوتنے کیلئے کبھی جوا رکھا گیا۔ نہ وہ کھیتی باڑی پانی دینے کیلئے رہٹ میں لگائی گئی۔ بلکہ وہ کھلے بندوں چرتی چگتی پھرتی ہے۔ اور وہ بھی بے عیب بے داغ۔ جب ان لوگوں نے دیکھا۔ کہ ہمارے اس گائے کو بچانے کے لئے جس قدر حیلے بہانے کرتے ہیں۔ وہ سب رائگان جاتے ہیں۔ تو کہنے لگے۔

قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ۔ البقرہ ع ٦

اے موسیٰ اب تو تو نے عین پتہ کی بات کہدی۔ اب کیا تھا۔ ان لوگوں نے اس روشنی گائے کو ذبح کر دیا۔ گو انکا دل تو نہیں چاہتا تھا۔ کہ اس کو ذبح کرتے۔

اعترافی۔ یہ بنی اسرائیل بھی بڑے کٹ حجتی واقع ہوئے تھے۔ مگر جناب ابھی آپ نے فرمایا تھا۔ کہ جو شخص خدا کے راستہ میں ذبح کیا جاتا ہے۔ اسکو مردہ مت کہو کیونکہ وہ زندہ رہتا ہے۔ تو کیا یہ جانور جو خدا کے راستہ میں ذبح کئے جاتے ہیں انکو زندہ نہیں سمجھنا چاہیے۔

مسلم۔ اس سوال سے آپکا کیا مطلب؟

اعترافی۔ میرا مطلب اس سے یہ ہے۔ کہ اگر یہ جانور بھی بیل بھیڑ بکری۔ خدا کے ہاں زندہ رہتے ہوں تو پھر کسی شخص کو [illegible] ذبح [illegible] نہیں کرنا چاہیے [illegible] [illegible] سمجھا [illegible] گے۔

مسلم۔ یہاں [illegible] رب العزت فرماتا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ [illegible]

[illegible]

نہیں ہے۔ اور کہ رب العزت کے حضور میں شاہ و گدا سب ایک ہیں۔ اس اجتماعی نماز کی ادائگی میں نہ کسی قبر کی پرستش ہوتی ہے۔ نہ کسی پتھر کی عبادت۔ بلکہ اسی ایک بے نیاز و بے ہمتا معبود کے حضور میں شاہ و گدا سر بسجود ہوتے ہیں۔

اعرافی۔ جزاک اللہ آپ نے میرے شک کا خوب ازالہ فرما دیا۔ مگر یہ جو مردہ کو جلانے یا دبانے کا سوال ہے۔ اس کا جواب؟

مسلم۔ مردہ بدست زندہ جسطرح بھی چاہو۔ اسکی مٹی کو ٹھکانے لگا دو۔ مگر اسکو جلانیکا طریقہ نہایت لغو بیہودہ۔ مہنگا اور غیر قدرتی ہے۔ ذرا غور تو کرو۔ کہ مردہ کو جلانے میں جسقدر روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اسقدر دبانے میں نہیں لگتا۔ دبانے میں جس عزت اور احترام سے اسکو ٹھکانے لگایا جاتا ہے۔ جلانے میں وہ احترام نہیں ہو سکتا۔ دبانے میں زمین کی قوت جاذبہ اسکی تمام رطوبات کو اندر ہی اندر جذب کر کے اسکو مٹی بنا دیتی ہے۔ جلانے میں اسکی بدبو سے ہوا خراب ہوتی ہے۔ دبانے میں زمین کی زرخیزی میں مدد ملتی ہے۔ جلانے میں راکھ کے ذریعہ زمین زرخیز نہیں بلکہ شور یا بنجر ہوتی ہے۔ دبانے میں ہڈیوں کا چونا۔ پوٹاش اور فاسفورس وغیرہ زمین کا جزو بنجاتے ہیں۔ اور زمین زرخیز بنجاتی ہے۔ مگر مردہ کو جلا دینے میں زمین کی اندرونی تہہ ان قیمتی چیزوں سے محروم رہ جاتی ہے۔ مردہ کو دبانے سے ایک نہایت بھاری بات قومی احساس کا زندہ رہنا اور نشو و نما پانا ہے۔ جن قوموں میں مردہ کو دبانیکی رسم بہترین طریقہ میں موجود ہے۔ ان ہی قوموں میں قومی احساس بھی پایا جاتا ہے۔ اسلئے کہ انکے مرحوم قومی لیڈروں یا بزرگوں کی نشانی ہمیشہ انکے سامنے موجود رہتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ زندگی کی حالت میں وہ بیدار تھے۔ اور اب وہ قوم کے سامنے خواب کی حالت میں سو رہے ہوتے ہیں۔ ایسے بزرگوں کی قبر پر سے جب گذر ہوتا ہے۔ تو یکدفعہ وہی ولولہ۔ اور جوش یا رقت نسبت انکے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو کہ انکی زندگی میں تھے۔ جبکہ وہ بزرگ اس قوم کے درمیان زندہ حالت میں وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔ قومی جوش کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کیلئے قبرستان ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوئے ہیں۔ اسکے برعکس جن قوموں میں مردہ کو جلانیکا طریقہ جاری ہے۔ انمیں قومی احساس بھی جلجاتے ہیں۔ اور وہ قوم مردہ بنتی چلی جاتی ہے۔ اسکی بڑی بھاری مثالیں ایک طرف تو یورپ کی اقوام اور مسلم قومیں ہیں جو اپنے مرحوم بزرگوں کی لاش کو قبرستان میں محفوظ رکھتی ہیں

مسلم۔ میاں کسی مولوی یا پنڈت سے مت الجھو۔ قرآن پاک کے احکام پر چپ چاپ عمل کئے جاؤ۔ ہاں اگر کوئی تمہارے عقائد یا تمہاری روش پر اعتراض کرے تو اسکا فوری جواب

اعرابی۔ بہت بہتر۔

گیارھویں فصل

نتیجہ

مسلم۔ میاں اعرابی! اسلام کے متعلق جو ہماری آپس میں اس قدر گفتگو ہوتی رہی آخر اس سے تم نے کیا نتیجہ نکالا۔ کہ اسلام کیا چیز ہے؟

اعرابی۔ جناب! میں نے تو اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ اسلام ایک یا دو لفظوں کی تشریح و تفسیر ہے۔

مسلم۔ وہ کیا؟

اعرابی۔ "تزکیہ" یا "ایمان و عمل"۔

مسلم۔ شاباش۔ تم نے نہایت صحیح نتیجہ نکالا۔ مجھے تم سے یہی امید تھی۔ کہ تم ٹھیک نتیجہ پر پہنچ جاؤ گے۔ فی الحقیقت قرآن مجید یا اسلام صرف ایک لفظ تزکیہ کی تشریح و تفسیر ہے۔ جسکو نجات کہا جاتا ہے۔ اسکا دارومدار بھی تزکیہ پر ہی ہے۔ جیسا کہ رب العزۃ نے فرمایا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی (الاعلیٰ ع) جس نے تزکیہ کر لیا۔ وہ نجات پا گیا۔ تزکیۂ نفس۔ تزکیہ روح۔ تزکیہ اعمال۔ تزکیہ افعال۔ غرضیکہ ہر ایک ظاہری و باطنی حرکت میں تزکیہ کا ہونا ضروری باعث نجات ہے۔ ایمان و عمل بھی تزکیہ کی تکمیل کے ہی طریقے ہیں۔ مگر ایمان سے تم کیا مراد لیتے ہو؟

اعرابی۔ میں تو ایمان یہی سمجھتا ہوں۔ کہ قرآن مجید رب العزۃ کی کتاب ہے۔ اور اس میں جو کچھ بھی ہے میں اسکی صداقت کا قائل ہوں۔

مسلم۔ بہت ٹھیک۔ مگر کیا آپکو معلوم ہے۔ کہ قرآن مجید کے دو حصے ہیں؟

اعرابی۔ نہیں۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ قرآن مجید کے دو حصے کون سے ہیں؟

حقیقی یا صحیح علم تو رب العزة کو ہی ہے۔ ہاں انسان بھی ان کے متعلق غور و فکر کو دوڑاتا رہتا ہے مگر
یہ ضروری نہیں کہ انسان جو بھی تھیوری ان کے متعلق گھڑتا یا قائم کرتا ہے۔ وہ یقینی یا آخری
ہو۔ یا دنیا بھر کے انسانوں کو اس تھیوری کا پابند کیا جا سکے۔ اور جو اس سے انکار کر دیں
انکو تباہ و برباد و نیست و نابود کر دیا جائے۔ ایسے امور کے متعلق جو لوگ فتنہ و فساد برپا
کرتے ہیں۔ رب العزة کے نزدیک وہ غلطی پر ہیں۔

اعرابی۔ بہر حال ایسے متشابہات یا تھیوریز کے متعلق ہمیں کونسا پہلو اختیار کرنا چاہیے۔

مسلم۔ اسکا جواب خود رب العزة نے ہی دیدیا ہے۔

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ
كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ (آل عمران ۷)

ایسے متشابہات کی صحیح حقیقت تو خدا ہی جانتا ہے۔ مگر وہ جو راسخ العلم یا صاحب عقل ہیں وہ ان
متشابہات کے متعلق غور و فکر کرتے ہوئے آخیر میں یہی ایمان رکھتے ہیں کہ باوجود ہماری کوششوں کے
آخر یہ سب رب العزة کی باتیں ہیں۔ انکی حقیقت وہی جانے۔ یہ ایسا فطرتی جواب ہے۔ جو دنیا کے بڑے سے
بڑا سائنسدان بھی باوجود اپنی تحقیقات کے اپنی زندگی کے اخیر میں دینے کیلئے مجبور ہوتا ہے۔

اعرابی۔ اس کا تو یہی مطلب ہوا کہ ہمیں متشابہات یا تھیوریز میں بھی عقل و فکر سے کام لینے کی
اجازت دی گئی۔

مسلم۔ اجازت تو ہے مگر یہ نہیں کہا گیا کہ متشابہات کے متعلق جو نتیجہ تم نے نکالا ہے۔ وہ آخری یقینی ہے
اور جو لوگ تمہاری رائے سے اتفاق نہیں رکھتے۔ وہ کافر و مرتد یا واجب القتل ہیں۔ متشابہات
پر ایسا فتنہ و فساد کرنے کی رب العزة نے اجازت نہیں دی۔

اعرابی۔ یہ سب درست ہے۔ مگر کیا آپ مثال کے ذریعہ مسئلہ کی وضاحت کر دیں گے۔

مسلم۔ قرآن کی آیات میں تو کئی شروع میں حروف مقطعات آتے ہیں۔ [illegible]
[illegible]
[illegible] مثلاً آیہ میں ایک لفظ الٓمٓ [illegible]
[illegible] اللہ نے اپنے رسول محمد پر یہ کتاب نازل کی [illegible]
[illegible]
[illegible]

جھگڑا اگر ہے تو ایسے ہی امور کے متعلق جو قسم بہانت ہیں اور جنہیں ہر شخص کو اجازت دیگئی ہے
کہ وہ اپنے عقل و فکر فہم و قیاس، تدبر و تفقہ سے کام لے۔ مگر اپنی رائے یا قیاس کو
آخری یا قطعی سمجھ کر مخالفوں کے ساتھ دنگہ فساد نہ کرے۔

اعرابی۔ میں سمجھ گیا۔ آپ کا یہ مطلب ہے کہ حدیثوں فقہ یا تفسیر کی کتابوں میں جو
اس قسم کے مسائل کے متعلق جو کچھ بھی لکھا گیا ہے۔ وہ محض شخصی رائے کا اظہار ہے اور وہ
جزو ایمان نہیں ہے۔ اور کہ انکی بنا پر مسلمانوں کا آپس میں دنگہ فساد یا جھگڑا کرنا محض فضول اور
تضیع اوقات ہے۔

مسلم۔ بالکل درست ہے۔ قرآن پاک یا ما انزل اللہ کے سوائے جو بھی انسانی کتاب ہے
وہ محض انسانی رائے کے اظہار کا مجموعہ ہے۔ اس کا غلط یا صحیح ہونا ہمارے ایمان
میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرسکتا نہ ہی ہم مجبور ہیں یا مجبور کئے جا سکتے ہیں۔ کہ ما انزل اللہ
کے سوائے ہم کسی دوسری انسانی کتاب کو بھی جزو ایمان بنائیں۔ یہ ہماری مرضی پر منحصر ہے
کہ اگر ہم ایسی کتابوں کو اپنے لئے مفید سمجھیں تو انکو جزواً یا کلاً پڑھنے لئے دستور العمل بنائیں
اور اگر ہم غیر مفید سمجھیں تو انکو جزواً یا کلاً اٹھا کر کسی اونچی جگہ طاق یا الماری میں بند کرکے
قفل لگا دیں۔

اعرابی۔ جزاک اللہ۔ آپ نے ایک نہایت ہی مہتم بالشان مسئلہ کو بہت سہل کر دیا
اب ذہن بالکل صاف ہوگئی۔ میں آپ کا نہایت ممنون و مشکور ہوں کہ آپ نے میرے بہت
سے شکوک کا ازالہ فرما دیا۔ میں نے آپ کا بہت سا قیمتی وقت لیا۔ اب آپ مجھے
اجازت دیں کہ میں رخصت ہو جاؤں۔

مسلم۔ آپ تشریف لے جائیں۔ مگر رب العزت کی طرف سے اس نہایت صاف اور واضح
فرمان کلیہ کو ہر وقت اپنے مدنظر رکھنا۔ یعنی

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ
أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (اعراف ع ۱)

کیونکہ ہمیں [illegible] رب العزت کی طرف سے متعارف [illegible] بات کہنے ہوگا [illegible]
لیا ہے [illegible] کی پیروی کرنے [illegible]
انسانی [illegible] رہ کر بہک جانے کی ضرورت نہیں

ریویوز

۱۔ عالمگیر یہ اخبار حکیم محمد یعقوب اور خواجہ محمد ضیاء اللہ صاحب کی زیر ادارت امرتسر سے دو روزہ شائع ہوتا ہے۔ عالمگیر کا تازہ پرچہ اکالی نمبر اکالیوں کی ان حرکتوں کے برخلاف ایک زبردست پروٹسٹ ہے۔ جو کہ اکالیوں کی طرف سے بعض دیہات میں مسلمان مردوں، اور عورتوں کے برخلاف روا رکھی جاتی ہیں۔ اکالیوں کے متعلق اب تک ہمارا یہ حسن ظن تھا کہ یہ ایک مرنجان مرنج گروہ ہے۔ جو اپنے مذہب کی خاطر قربانیاں کر رہا ہے۔ مگر عالمگیر میں اکالیوں کی مسلمانوں کے برخلاف جو بد عنوانیوں کی طویل کہانی شائع ہوئی ہے۔ اگر اس میں پانچ فیصدی بھی صداقت ہے تو مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ یہ گروہ اسلام اور مسلمانوں کا بدترین دشمن ثابت ہوگا۔ اور کہ اکالیوں کے اس قسم کے مظالم کے برخلاف مسلمانوں کو متفقہ طور پر آواز بلند کرنی چاہیئے۔ تاکہ اکالیوں کے ذمہ دار لیڈر ان مظالم کی تحقیقات کرکے انکا سدباب کرنیکے لئے مجبور ہوں۔ مسلم پریس کو چاہیئے۔ کہ وہ عالمگیر میں شائع شدہ اس قسم کے مضامین کا بغور مطالعہ کرکے ان کی صداقت کا پتہ لگا کر شرارت کا سدباب کرنیکی کوشش فرمائیں۔ عالمگیر کا سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہے۔ اور اکالی نمبر کی قیمت ۴ر ہے۔

۲۔ بلاغ یہ ایک ہواری رسالہ ہے جو زیر ادارت حکیم شہاب الدین صاحب امرتسر سے شائع ہوتا ہے اسکے مضامین شوخ زدہ بیہودہ سے پاک اور خالص اسلامی سپرٹ میں رنگے ہوئے ہونے میں نومبر کے پرچہ میں جتنے بھی مضامین ہیں وہ بہت ہی اعلیٰ ہیں۔ مگر ارتداد کے مسئلہ پر ایڈیٹر صاحب نے جو مضمون سپرد قلم کیا ہے وہ اس قابل ہے کہ مسلمان اسکا بغور مطالعہ فرمائیں۔ اور جو لوگ کسی کلمہ گو کو کسی ذرا سی اختلاف کی بنا پر کافر و مرتد کہدیتے ہیں وہ بھی اس لغو حرکت پر ذرا شرمائیں۔ ملک کو اس قسم کے جانباز مذہبی رسالوں کی سخت ضرورت ہے۔ بلاغ کی لکھائی چھپائی بھی عمدہ ہے۔ سالانہ قیمت عہ۔

۳۔ ہزار داستان ہندوستان کی مسلم اور غیر مسلم دنیا میں اردو علم ادب کی ترقی و ترویج کے متعلق اسوقت کتنے ہی رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ ہزار داستان جو زیر ادارت حکیم احمد شجاع صاحب بی۔ اے لاہور سے باتصویر شائع ہوتا ایسے تمام ادبی رسالہ جات پر ادبی، تنقیدی۔ اور لطافت و نفاست کے لحاظ سے گوئے سبقت لے گیا ہے۔ قصے کہانیاں، درس آموز افسانہ جات دیگر ادبی رسائل میں بھی شائع ہوتے ہیں مگر ان میں جو شہوانیت اور سوقیانہ جھلک دیکھنے میں آتی ہے۔ ہزار داستان کے افسانہ جات اس قسم کی تصنع اور سوقیت سے بالکل پاک و صاف ہوتے ہیں۔ کاغذ و طباعت کے لحاظ سے بھی ہزار داستان قابل داد و قابل دید ہے۔

سالانہ قیمت چھ روپیہ ہے۔

واتبعوا ملة ابراهيم حنيفا

حنیف

جلد دوم	جنوری سنہ ۱۹۲۵ء	نمبر ا

[illegible] اسلام احمدیہ

ایڈیٹر غازی محمود دھرمپال بی اے

لدھیانہ

کام کی باتیں

۱۔ حنیف ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو لدھیانہ سے شایع ہوتا ہے۔

۲۔ حنیف کی سالانہ قیمت چھ روپیہ ششماہی تین۔ ممالک غیر ۸ شلنگ۔ فی پرچہ [illegible]

۳۔ حنیف کا معمولی حجم ایک سو صفحہ ماہوار ہے۔ مگر اس میں کمی بیشی بھی ممکن ہے۔

۴۔ حنیف کا ہر ایک پرچہ دوسرے پرچے سے مختلف ہوگا۔ نمونہ دیکھکر اسکی خریداری کا فیصلہ کرنا غلط فیصلہ ہے۔

۵۔ قیمت بذریعہ منی آرڈر آنے پر پرچہ فوراً جاری کر دیا جاتا ہے۔ مگر وی۔پی کی صورت میں جبتک وی۔پی کا روپیہ وصول نہ ہو۔ پرچہ جاری نہیں ہوگا۔

۶۔ کسی ایسے منی آرڈر یا وی۔پی کی رقم کے لئے جو ڈاکخانہ کی غفلت کیوجہ سے حنیف کے دفتر میں نہ پہنچے۔ ایڈیٹر جواب دہ نہیں ہوگا۔

۷۔ حنیف کا ہر ایک پرچہ ایڈیٹر کی زیر نگرانی ڈاکخانہ میں ڈالا جاتا ہے۔ اگر کسی کو وقت پر نہ ملے تو وہ اپنے ڈاکخانہ میں شکایت کریں۔

۸۔ کسی مہینہ کی پندرہ تاریخ تک اگر کسی کو پرچہ نہ ملے اور وہ دفتر حنیف میں اطلاع دے تو اسکے صحیح ہونیکی صورت میں دوسرا پرچہ بیرنگ بھیجا جا سکتا ہے۔ ۲۰ تاریخ کے بعد شکایت کی سنوائی نہ ہوگی۔

۹۔ ایسے خط کا جسکے جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ نہ بھیجا گیا ہو کوئی جواب نہیں دیا جاویگا۔

۱۰۔ حنیف میں کسی قسم کا ادویہ کا اشتہار کسی بڑی اجرت پر نہیں چھپیگا۔ دیگر اشیاء کا اشتہار باجرت دس روپیہ ماہوار فی صفحہ چھپ سکتا ہے بشرطیکہ ایڈیٹر کو یہ یقین دلایا جائے کہ جن اشیاء کا اشتہار ہے ان میں کسی قسم کی دھوکہ بازی نہیں ہے۔

۱۱۔ اگر حنیف میں کسی اشتہار دہندہ کے برخلاف کسی خریدار کی کوئی شکایت آئیگی تو وہ ان کے پاس بھیجدی جائیگی۔ اگر وہ دو ہفتہ کے اندر اندر خریدار کی تسلی نہیں [illegible] تو شکایت کو درج رسالہ کر دیا جاویگا۔

۱۲۔ اشتہار کی بابت اشتہار کے مسودہ یا مشتہر کی کتابت شدہ کاپی بھیجنی چاہئے۔

ایڈیٹر

لبند راگرہ سے تحریر فرماتے ہیں:۔

میں آپکا بہت مشکور ہوں کہ آپنے حنیف کے تازہ پرچہ میں قادیانی بحث کے بارہ میں
مجھے دوستانہ نصیحت فرمائی ہے۔ میں اس پر غور کرونگا کہ اس پہلو میں میں کونسا رویہ اختیار
کرنا چاہیے۔ مگر پیشتر اس کے کہ میں اس بات پر بحث کروں میں یہ جاننا چاہتا ہوں
کہ آیا آپ ایک ایسی خط و کتابت کیلئے جو دس سال تک فریقین کیطرف سے باقاعدہ [illegible]
میں ہے۔ تیار ہیں یا نہیں؟ میں آپکو یہ بھی اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں [illegible] بانی محمد
بہائی بھائی کمیٹی تبلیغ و اشاعت کا انچارج ہوں۔ اندریں صورت آپکا [illegible]
کے [illegible] باقاعدہ [illegible] کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کریگا جس سے کہ آپ محبت [illegible]
میں یہ بھی آپکو اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ کہ میں شروع جنوری سے دہلی سے ایک ماہوار
میگزین جاری کرنیوالا ہوں۔ جو کہ مجلسی اور مذہبی مسائل کا بیڑہ اٹھائیگا۔ کیا آپ [illegible] پہلے
پرچہ کے لئے اپنی زندگی کا مختصر سا حال عنایت فرما دیجئے۔ آپکا صادق [illegible] +

جواب مشتری۔ میں آپسے معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپکا خط [illegible]
میرے نزدیک مذہب کا کوئی مسئلہ صیغہ راز میں نہیں رکھا جا سکتا۔ بے شک کہ میں تو
اپنے عقیدہ کو بھی صیغہ راز میں رکھنا پسند نہیں کرتا۔ آپ مجھے جو کچھ بھی لکھنا ہو کھلے
دہلی الاعلان لکھیں۔ بابیوں کے متعلق میں نے اپنے حسن عقیدت اور محبت کا [illegible]
میں ذکر کیا ہے کیونکہ جہانتک میں نے بابی تحریک کا مطالعہ کیا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ
اسکا مقصد نیک خلوص و جماعت۔ جھوٹ و نفاق کو دور کرنے کے لئے ہوا۔ لیکن میں
میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا۔ کہ آپ اپنے صحیح حسن کو نظر انداز کر کے قادیانیوں کے ساتھ اب
فضول مسائل پر بحث کر کے کیوں تضیع اوقات کر رہے ہیں۔ کیا آپکی جماعت اس بات پر غور
کرنے کے لئے تیار ہے۔ کہ آپکو بابی یا بہائی کی بجائے مسلم یا اہل اسلام کہلانے کیلئے [illegible]
یا بصورت دیگر کیا آپکی جماعت یہ بتا سکتی ہے کہ وہ کونسی صداقت ہے جسکی تعلیم قرآن مجید
نے نہ دی ہو۔ اور جس کو آپکی جماعت پورا کر رہی ہو؟ تاکہ میں بھی اس پر غور کر سکوں
مجھے امید ہے۔ کہ آپ میرے سوال کا جواب بذریعہ اخبار دینگے + (ایڈیٹر)۔

ڈاکٹر کرپال سنگھ جسا کا خط

ملک کے مختلف مقامات سے بعض صاحبان کے متواتر
خطوط آرہے ہیں کہ وہ میرے پاس [illegible]

میری تمام عمر مذہب کے مطالعات میں بیتی اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام سائنس ہے
اور سائنس اسلام ہے۔ اسلئے کہ سائنس اب بلفظ مشتق ہے اسکے معنے ہیں علوم
تب بھی علم یا سائنس سب سے بڑی نعمت تھی جو جناب خالق کی طرف سے ہمارے
جدامجد کو ملی تھی۔ وہ جسکی بدولت وہ فرشتوں پر فوقیت لے گئے تھے اگر آپ نے
سائنس کو سمجھ لیا ہے تو اسلام کا سمجھنا آپ کے لئے مشکل نہیں ہوگا۔ میں آپ کو
اپنے پاس آنے سے نہیں روکونگا۔ مگر مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ فی الحال کچھ عرصہ حنیف
کے جملہ مضامین کا مطالعہ کرتے جائیں۔ جو کچھ مدت تک حنیف کے ذریعہ شائع ہوتے
رہینگے۔ اگر ان مضامین کا مطالعہ کرنیکے بعد آپ یہ دیکھیں کہ ہم کس حد تک مفید ثابت
ہو سکتے ہیں۔ تو بسم اللہ آپ نے تشریف لے آنا۔ (ایڈیٹر) +

پیغام صلح کی تنگدلی

مذہبی تعصب یا تنگدلی کا گرا ہے لوگوں کی طرف
سے اظہار ہو۔ جو تنگدلی کے بحد اثر ثابت
کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ تو بڑا افسوس ہوتا ہے۔ لاہور کی احمدی پارٹی تعلیمیافتہ ہونیکی
جتنی سمجھی جاتی ہے۔ مگر اس پارٹی کے اخبار پیغام صلح کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ یہ جو تعلیمیافتہ ہونے کے مدعی ہیں یہ لاہوری فرقہ بھی کتنا تنگدل واقع ہوا ہے
ہم نے حنیف کے گذشتہ پرچہ میں بابی فرقہ کے پیشرو جو سلطنت فارس میں بغاوت
اپنے عقائد کی بنا پر قتل کئے گئے۔ شہیدان صادق یا شہدا لکھا تھا۔ اور اسکے بعد
اخبار تنظیم نے میرے اس نوٹ کو لفظ بلفظ نقل کر دیا۔ مگر کسی ضمنی تعصب سے
فاضل ایڈیٹر نے حنیف کا حوالہ نہ دیا۔ اس نوٹ کو پڑھ کر پیغام صلح تنظیم پر برس
پڑا کہ ہاں ہاں تم نے بابیوں کے مقتولوں کو شہیدان صادق کیوں لکھدیا۔ یہ تو نرا
کفر ہوا۔ بہتر ہو کہ تم اس کی فوراً تردید کرو۔ مگر تنظیم نے پیغام صلح کو کوئی جواب نہیں
دیا اور اسکو جواب دینا بھی نہیں چاہئے تھا۔ کیونکہ اسکی ذمہ واری ہم پر عاید ہوتی ہے
مگر تنظیم پر کس قدر حیرت کا مقام ہے۔ کہ نعمت اللہ خان کو کابل میں سنگسار کیا گیا
اور اسکو حنیف کے کالموں میں علانیہ قتل عمد سے تعبیر کیا گیا۔ اور اس قتل کے برخلاف
حنیف کے کالموں میں نہایت زبردست الفاظ میں پروٹسٹ کیا گیا۔ اور پیغام صلح
بھی اسکو نقل کر دیا۔ مگر جب اسی قسم کے قتل کے برخلاف جو فارس کی سلطنت کی طرف

بارھویں فصل

پیچیدہ سوال

اشرافی۔ السلام علیکم۔

مسلم۔ وعلیکم السلام۔ کہیے! اتنے دن کہاں کہاں کی سیر کی؟

اشرافی۔ جناب سیر تو کیا کرنی تھی۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ چاروں طرف سیاسی اور مذہبی جلسوں کی بھرمار رہی۔ ان ہی میں میں بھی سرگرداں رہا۔

مسلم۔ تو کیا کانگرس یا خلافت کے جلسے میں تشریف لے گئے تھے؟

اشرافی۔ سیاسی معاملات سے تو مجھے چنداں دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں مذہبی جلسوں میں گھومتا رہا۔

مسلم۔ تو کیا آپ کسی انجمن کے جلسے میں جا گھسے تھے؟

اشرافی۔ ایک نہیں بلکہ کئی جلسوں میں گیا۔ مگر پریشان اور مایوس ہو کر ہی آیا۔

مسلم۔ مایوسی کی وجہ کیا تھی؟

اشرافی۔ وہی آپس کی تکرار، کھینچا تانی اور لفظی بازی۔

مسلم۔ لفظی بازی [illegible] کیا مطلب؟

اشرافی۔ [illegible]

مسلم۔ [illegible]

اشرافی۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اکثر کھٹک جاتا ہے۔

نوجوان۔ ہم اس کو بغیر باپ کے پیدائش نہیں مانتے۔ جو مانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں
پادری صاحب۔ (مسلمانوں کو مخاطب کر کے) کیوں بھائی مسلمانو! کیا یہ نوجوان
ٹھیک کہتا ہے؟

مسلمان۔ بالکل جھوٹ بکتا ہے۔ یہ شیطان ابھی ایک مجلس سے کھڑ پیچ کھا کر آ رہا ہے
اور یہاں بھی کھڑ پیچ کھانا چاہتا ہے۔ نوجوان نے جب دیکھا کہ سب مسلمان
پادری صاحب کے طرفدار ہو گئے ہیں تو وہ چپکے سے وہاں سے کھسک گیا
اب تو پادری صاحب نے مسلمانوں کو خوب ترڈالے دیے۔

مسلم۔ وہ کیا؟

اعرابی۔ پادری صاحب نے کہا کہ مسیح انسان کے نطفہ سے نہیں تھے۔ اسی لئے وہ خدا کے
بیٹے ہیں۔ وہ نہ صلیب دیا گیا۔ نہ قتل کیا گیا۔ بلکہ زندہ آسمان پر چڑھ گیا۔ جیسا
کہ قرآن مجید میں لکھا ہے۔ اسلام کی تکمیل مسیح کے ہاتھ سے ہو گی۔ جبکہ وہ قیامت
کے قریب آسمان سے نزول فرمائیگا۔ اور دمشق کے منارہ پر فرشتوں کے ساتھ
نازل ہوگا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ ہر ایک وہ بچہ جو مرد کے نطفہ سے
پیدا ہوتا ہے شیطان سے مس کیا جاتا ہے۔ مگر مسیح مرد کے نطفہ سے نہیں تھے
اس لئے اس کو شیطان نے بھی مس نہیں کیا جیسا کہ احادیث و تفاسیر میں لکھا ہے۔

مسلم۔ پادری صاحب نے بڑا خطرناک دھوکہ دیا۔ کیا کسی مسلمان نے ان
باتوں کا جواب نہ دیا؟

اعرابی۔ جواب کون دیتا جبکہ پادری صاحب حدیث و تفسیر کی عبارتیں پڑھ کر سناتے تھے۔

مسلم۔ پھر آپ نے کیا نتیجہ نکالا؟

اعرابی۔ شکوک تو میرے دل میں بھی پیدا ہو گئے تھے۔ چنانچہ میں تو میں اسی لئے
آپ کے پاس آیا ہی اس نیت سے تھا کہ آپ سے پوچھوں۔ یہ کیا معاملہ ہے۔

مسلم۔ دراصل مسیح کی پیدائش اور موت اور نزول بہت بڑا پیچیدہ سوال ہے۔
مسلمان خود بھی ان باتوں پر الجھ رہے ہیں۔ اچھا اس پر غور کیا جاوے گا۔

اعرابی۔ بہت بہتر۔

یہ کلام "جو ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا" اور "جو خدا تھا"۔ "جس سے
سب چیزیں موجود ہوئیں" اور "جس کے بغیر کوئی چیز نہ ہوئی"۔ "وہ جو جہان
میں تھا" اور "جہان اسی سے موجود ہوا" اور "اپنوں کے پاس آیا" "اپنوں نے
قبول نہ کیا" کیونکر مجسم ہوا۔ اور وہ کس شکل میں ہمارے درمیان رہا۔ اس کے
متعلق لوقا کی انجیل کے ابتدا میں لکھا ہے۔

"جبرائیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا
نام ناصرت تھا۔ ایک کنواری لڑکی کے پاس جس کا نام مریم تھا اور
جس کی یوسف نامی داؤد کی نسل کے آدمی سے منگنی ہوگئی تھی بھیجا گیا۔ اس
فرشتے نے مریم کے پاس اندر آکر کہا کہ اے پسندیدہ عورت! خدا تیرے
ساتھ ہے۔ اور تجھ پر سلام ہو۔ تو عورتوں میں مبارک ہے۔ مگر مریم
اس فرشتے کو دیکھ کر ڈر گئی۔ اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے۔
تب فرشتے نے اس سے کہا۔ کہ اے مریم! مت ڈر۔ تو نے خدا کے
حضور فضل پایا۔ اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی۔ اور اسکا نام
یسوع رکھیگی۔ تب مریم نے فرشتے سے کہا۔ کہ یہ کیونکر ہوگا۔ کیونکہ میں
تو کسی مرد کو جانتی نہیں ہوں۔ فرشتے نے جواب میں کہا۔ کہ روح
القدس تجھ پر نازل ہوگی۔ اور خدا تعالیٰ کی قدرت کا سایہ تجھ پر ہوگا۔" لوقا ۱: ۳۵-۲۶

متی کی انجیل میں کلام کے اس تجسم کو ذرا مختلف پیرائے میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

"یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی
منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی۔ تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ
روح القدس سے حاملہ پائی گئی۔ تب اس کے شوہر یوسف نے جو راستباز
تھا۔ نہ چاہا کہ اسے تشہیر کرے۔ اس نے ارادہ کیا کہ اسے
چپکے سے چھوڑ دے۔ وہ ان باتوں کی سوچ میں ہی تھا کہ خداوند
کے فرشتے نے خواب میں اس پر ظاہر ہو کے کہا۔ ای یوسف
ابن داؤد! تو اپنی جورو مریم کو اپنے ہاں لانے سے مت ڈر
کیونکہ جو اس کے رحم میں ہے۔ وہ روح القدس سے ہے۔"

بیٹا جنیگی اور تو اُس کا نام یسوع رکھیگا کیونکہ وہ اپنے لوگوں کو اُنکے
گناہوں سے بچائیگا۔ یہ سب کچھ ہوا۔ تاکہ جو خداوند نے نبی کی
معرفت کہا تھا پورا ہو کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی۔ اور بیٹا
جنیگی۔ اور اُس کا نام عمونوایل رکھینگے جس کا ترجمہ یہ ہے خدا
ہمارے ساتھ۔ تب یوسف نے سوتے سے اُٹھکر جیسا کہ خداوند کے
فرشتے نے اُسے فرمایا تھا کیا۔ اور اپنی جورو کو اپنے یہاں لے آیا۔
پر اُس کو نہ جانا جب تک کہ وہ اپنا پلوٹھا بیٹا نہ جنی۔ اور اُس نے
اُس کا نام یسوع رکھا۔ (متی ۱: ۲۵)

مرقس کی انجیل میں کلام یا خدا کے تجسم کے متعلق اس قسم کا کوئی قصہ ادا
نہیں کیا گیا۔ بلکہ صرف اسی پر اکتفا کی گئی ہے کہ:-

یسوع نے ناصرۃ گلیل سے آکر یردن میں یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا
اور جونہی وہ پانی سے باہر آیا۔ اُس نے آسمان کو کھلے۔ اور روح کو کبوتر
کی مانند اپنے اوپر اُترتے دیکھا۔ اور آسمان سے ایک آواز آئی
کہ تو میرا عزیز بیٹا ہے جس سے میں راضی ہوں۔ اور روح اُسے فی الفور
بیابان میں لے گئی۔ اور وہ وہاں بیابان میں چالیس دن تک [illegible]
شیطان سے آزمایا گیا۔ اور جنگلی جانوروں کے ساتھ رہتا تھا اور
فرشتے اس کی خدمت کرتے تھے۔ (مرقس ۱: ۱۳)

مسیح کے ساتھ روح القدس کا جو تعلق مرقس بیان کرتا ہے۔ وہ اس تعلق
سے بالکل جدا ہے جو متی یا لوقا نے بیان کیا ہے۔ [illegible] مسیح کی
ذات مقدس سے روح القدس کا تعلق بپتسمہ کے بعد بیان کیا ہے [illegible]
حالی پیدائش کے متعلق مرقس نے بوالفضول [illegible]
[illegible] ذات [illegible] مفصلہ ذیل ہیں:-

"پھر وہ وہاں سے روانہ ہوا اور اپنے وطن میں آیا۔ اور اس کے
شاگرد اس کے پیچھے ہو لئے۔ جب سبت کا دن ہوا تو وہ عبادتخانہ میں تعلیم
کرنے لگا اور بہت لوگ سنکر حیران ہو کر کہنے لگے [illegible]

اسے یہ باتیں کہاں سے پائیں۔ اور یہ کیا حکمت ہے۔ جو اسے ملی ہے۔ کہ ایسی کرامات اس کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ کیا یہ مریم کا بیٹا بڑھئی نہیں ہے۔ اور یعقوب اور یوسیس اور یہوداہ۔ اور شمعون کا بھائی نہیں۔ اور کیا اس کی بہنیں ہمارے پاس یہاں نہیں ہیں۔ اور انہوں نے اس سے ٹھوکر کھائی۔ تب یسوع نے انہیں کہا۔ نبی بےعزت نہیں ہے مگر اپنے وطن میں۔ اور اپنے کنبہ اور اپنے گھر میں۔ اور وہ کوئی معجزہ وہاں نہ دکھلا سکا۔ سوا اس کے کہ تھوڑے سے بیماروں پر ہاتھ رکھ کے انہیں چنگا کیا۔ اور اس نے ان کی بےایمانی سے تعجب کیا۔ اور آس پاس کے گاؤں میں وعظ کرتا پھرا۔" مرقس ۶ : ۲-۶

مرقس کے مذکورہ بالا الفاظ سے جو کہ اس نے گاؤں کے لوگوں کے منہ میں ڈالے ہیں۔ اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ وہ لوگ جو مسیح کی پیدائش۔ اس کے والدین اور اسکے دوسرے بھائی بہنوں سے بخوبی واقف تھے۔ مسیح کی پیدائش کے ساتھ کوئی فوق العادت واقعہ جوڑنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ بلکہ وہ اس کو اس کے دوسرے بھائی بہنوں کی طرح "بڑھئی کا بیٹا" ہی سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اس کی حکمت کی باتوں کو سنکر حیرانی سے اس بات کا اظہار کیا کہ اس نے یہ باتیں کہاں سے پائیں۔ کیونکہ ان کے خیال کے مطابق مسیح بھی اپنے دوسرے بھائی بہنوں کی طرح ایک بڑھئی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ مرقس کہتا ہے کہ مسیح نے اپنے گاؤں والوں کی اس بات کو انکی بےایمانی سمجھا اور تعجب کیا۔ مگر یہ درحقیقت بےایمانی کی بات نہ تھی۔ بلکہ یہ ایک ایسا اظہار تھا۔ جو مسیح کی عظمت اور بزرگی کو تسلیم نہ کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔ اگر بغور دیکھا جاوے۔ تو گاؤں والوں کے سیدھے سادے الفاظ میں ایک عظیم الشان صداقت پوشیدہ تھی جو ان کی عظمت اور بزرگی پر مہر لگاتی تھی۔ کیونکہ اگر یوحنا کے قول کے مطابق یہ مان لیا جائے کہ خدا ہی مجسم ہو کر مسیح کی شکل میں ظاہر ہوا تو اس میں خود مسیح کی عظمت یا بزرگی کیا ہوئی اگر خدا نے مجسم ہو کر حکمت کی باتیں سنائیں۔ تو اس میں مسیح کی بزرگی میں کیا اضافہ ہوگیا جبکہ وہ پہلے ہی علیم مطلق ہے۔ اگر خدا نے مجسم ہو کر اندھوں کو آنکھیں بخشیں

وہ پیش کرنا پسند کرتا ہو۔ ہمارے ایمان و علم میں جو کہ ہم اس کے متعلق رکھتے ہیں
شمہ بھر بھی، اضافہ نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ بالکل ممکن ہے کہ اس کے اپنے مجسم ہو جانے پر اس کی
بعض ایسی کمزوریوں کا انکشاف ہو جائے۔ جو کہ عام انسانوں میں دیکھی جاتی ہیں، اور
یہ انکشاف اس کے متعلق ہمارے ایمان کو کم کرنے یا ہمیں اس کے متعلق بالکل بے
ایمان بنانے کا موجب ہو۔ غالباً اس صورت میں خدا کو ہمارے قلب میں ایمانی ترغیب دینے
کی بجائے اپنے مجسم پر تعجب کرنا یا افسوس کرنا پڑے گا۔ اس سے کہ ہم جو پہلے ہی
ہی اس کی صفات کاملہ کے قائل تھے، اور اس کو اپنی عبادت و بندگی دکھانے کے
لئے مجسم ہو کر ہمارے سامنے آنا۔ اور اپنے وطن میں، اپنے مذہب اور اپنے گھر
میں بے عزت ہونا! ہمارے یہ خیالات اس صورت میں ہوں گے۔ اگر ہم اس بات کو تسلیم
کرنے کے لئے مجبور کئے جائیں کہ خدا ہی مسیح کی شکل میں ایک معجزانہ طریقہ سے مجسم ہوا۔ لیکن
اگر ہم اس اعتقاد کی بجائے یہ تسلیم کریں۔ کہ نہ تو مسیح کی پیدائش معجزانہ طریقہ پر ہوئی تھی
اور نہ ہی وہ خدا مجسم تھا۔ بلکہ وہ اپنے دوسرے بھائی بہنوں کی طرح ایک غریب
مگر خدا ترس و خدا پرست بڑھئی کے خاندان میں پیدا ہوا تھا۔ اس نہایت ہی ادنیٰ
حالت میں پیدا ہو کر اس نے غیر معمولی کام کر دکھائے۔ تو ہمارے دل میں اس
کے لئے از حد عزت، جوش، اور اخلاص کا دریا موجزن ہو جاتا ہے۔ اور ہم نہ صرف
مسیح کے سامنے ہی سر خم کر دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ بلکہ خداوند قدوس
کی عظمت و جبروت کے سامنے بھی بے اختیار سربسجود ہو جاتے ہیں۔ جو ایک بچہ کو
گھوڑوں کی چرنی میں پیدا کر کے اس قدر جلال بخشتا ہے۔ کہ مشرق و مغرب کے بادشاہ
اسکے نام پر جھکتے ہیں۔ اس صورت میں یہ بات کہ خدا نے مسیح کو ایک بڑھئی کے گھر میں
پیدا کیا، مسیح کے لئے ہتک کا باعث نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس سے مسیح کی عظمت و برتری
کا ثبوت ملتا ہے۔ چونکہ اس نے بڑھئی کے گھر میں پیدا ہو کر وہ وہ کام کئے کہ
جو بادشاہوں کے محلوں میں پیدا ہونے والے بچے کر کے نہیں دکھا سکتے۔ اس سے دل
دنیا کے اس خیال کی بھی تردید ہو جاتی ہے۔ جو کسی شخص کو محض اس لئے عزت
کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ کسی اونچے گھر میں پیدا ہوا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس
خیال کی سرکوبی سے دنیا میں اخوت و مساوات کے مسئلے کے حل کرنے میں بڑی

نہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ مہاتما بدھ کا جنم ایک ایسے ملک میں ہوا تھا۔ جہاں اوتار وغیرہ ماننے کا مرض پھیلا ہوا ہے۔

اس بات پر روشنی ڈالنے کے لئے ہم سری کرشن جی کے بارے میں بھگوت پوران کی کہانی کی طرف اشارہ کرنے سے بے خبر نہیں رہ سکتے۔ وہ یہ کہ جب وشنو جی مہاراج نے دیکھا۔ کہ دنیا میں پاپ بہت پھیل گیا ہے۔ اور پاپ سے پیڑت ہو کر بنی نوع انسان دکھی ہو رہے ہیں۔ تو انہوں نے ارادہ کیا کہ انسان کو ان دکھوں سے آزاد کرنے کے لئے میں متھرا میں یادو خاندان میں اوتار دھارن کروں۔ اور دیوی دیوکی کے شکم سے پیدا ہوں۔ اور کہ اب وقت آگیا ہے کہ میں دنیا کو دکھ ساگر سے نجات دوں۔ چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے بقول وشنو پران وشنو جی مہاراج دیوی دیوکی کے رحم میں داخل ہوئے۔ دیوکی کا چہرہ وشنو جی مہاراج کو حمل میں لینے کے جلال سے اس قدر روشن ہو گیا کہ کوئی انسان ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جب تک وشنو جی مہاراج دیوی دیوکی کے شکم میں رہے۔ سورگ کے دیوتا ہمکر ان کی مدح کے گیت گاتے رہے۔ ایک خاص عرصے کے بعد وشنو جی مہاراج نے جنم لیا۔ اور ان کا نام سری کرشن رکھا گیا سری کرشن اپنی پیدائش کے متعلق بھاگوت گیتا میں فرماتے ہیں۔ کہ جب [illegible] دھرم گھٹ جاتا ہے [illegible] کو دور کرنے کے لئے [illegible] اوتار دھارن کرتا ہوں۔ اور ظاہر ہوتا ہوں [illegible] لوگ جو یہ نہیں جانتے۔ کہ میں ہی سب [illegible] انسانی جامہ میں [illegible] مجھ سے نفرت کرتے ہیں [illegible] کوشش کرتے کہ میں [illegible] آزاد [illegible] دوسری باتوں سے [illegible] سری کرشن [illegible]

انسانی آلائشوں سے پاک تصور کرتے اور اُن کی پیدائش کے لئے بھی کوئی نئی
سی کہانی گھڑنے پر مجبور ہوتے۔ بدھ مت والوں نے گوتم بدھ کی ماتا مہا مایا کی
ایام حمل کی وہی حالت بیان کی ہے۔ جو کہ پرانوں نے سری کرشن کی ماتا دیوکی
کے متعلق بتائی ہے۔ اس پر اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ کہ شاید بھاگوت اور
شیو پران بدھ کی پیدائش کے بعد لکھے گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ پرانوں کی کہانی
بدھ مت والوں کی گھڑنت ہو لیکن ان کے مقابلے میں جب ہم بھاگوت گیتا پر
نظر مارتے ہیں۔ جو بہرصورت بدھ کی پیدائش سے پہلے کی تصنیف ہے۔ اور
وہ بھی ہمیں سری کرشن کے اوتار دھارن کرنے کی خبر دیتی ہے۔ تو ہمارے
اس اعتراض کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اور ہم اس بات کو ماننے
کے لئے مجبور ہوتے ہیں۔ کہ بدھ مت والوں نے پیدائش بدھ کا سبق
سری کرشن کی معجزانہ پیدائش سے حاصل کیا۔

ایشیاٹک ریسرچ کی جلد دہم کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سب سے
پہلا یورپین سیاح جو ہندوستان کے انتہائے جنوب میں راس کماری تک
پہنچا تھا۔ وہ وہاں کے باشندوں کے خیالات کو پاکر حیران ہو گیا۔ اس نے
دیکھا۔ کہ وہ لوگ شالباہن کو اپنا نجات دہندہ تصور کرتے ہیں۔ اور مانتے
ہیں کہ شالباہن کی پیدائش ایک کنواری لڑکی کے پیٹ سے ہوئی تھی۔
اور وہ وشنو جی مہاراج کا اوتار تھے۔

اہل سیام میں بھی اسی قسم کی کہانی مشہور تھی۔ ان کا خداوند اور نجات
دہندہ بھی ایک کنواری لڑکی کے پیٹ سے ہی پیدا شدہ تصور کیا جاتا تھا۔ اس
کا نام فاؤدم تھا۔ وہ بتاتے ہیں کہ فاؤدم کی ماتا ابھی بالکل کنواری ہی تھی کہ اسکو
الہام ہوا کہ تیرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جو کہ دنیا کو تکلیف سے رہائی دیگا
اس الہام کو پاکر شہر کو چھوڑ کر جنگلوں اور بیابانوں میں گھومنے اور آسمانی قاصد
یا روح القدس کے آنے کی انتظاری کرنے لگی۔ ایک دن جبکہ وہ خداوند سے
پرارتھنا کر رہی تھی تو روح القدس سورج کی کرن کا روپ بنا کر اسکے شکم
میں داخل ہوا۔ اور وہ حاملہ ہوگئی۔ حاملہ ہونے کے بعد وہ بیابان ورا ہو ڈیکنے مبتی

علاقے میں چلی گئی۔ وہاں ایک جھیل کے کنارے پر اس کے ہاں روح القدس نے جنم لیا۔ اس آسمانی بچہ کا استقبال کرنے کے لئے جھیل کے اندر سے ایک کنول کا پھول نکلا۔ ماتا نے بچے کو اس کنول کے پھول میں لٹا دیا۔ لڑکا بڑھتا رہا۔ بڑا ہو کر اس نے عجیب و غریب معجزے دکھائے۔ اور عظمت کا ثبوت دیا۔

سیام کے ساتھ لگتا ہوا چین کا ملک ہے۔ چلئے ذرا چین والوں میں بھی روح القدس کے ذریعہ پیدائش کا ملاحظہ کیجئے۔ ڈرتن ہیمین صاحب اپنی مشہور کتاب ہسٹری آف کرسچینٹی یا تواریخ عیسائیت کی جلد اول صفحہ ۹۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ چینیوں کے مشہور پیغمبر فوہی کی نسبت چینیوں میں یہ روایت مشہور ہے۔ کہ وہ ایک کنواری لڑکی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ چین میں سب سے پہلے جانے والا ایک عیسائی پادری اس بات کو دیکھکر ششدر رہ گیا۔ کہ کنواری مریم کی طرح چینیوں میں بھی ایک کنواری کی کہانی مشہور ہے۔ جس نے روح القدس کی مدد سے بچہ دیا تھا۔

مسٹر تھارنٹن صاحب اپنی کتاب تواریخ چین میں لکھتے ہیں۔ کہ چینیوں کے خیال کے مطابق فوہی پیغمبر مسیح سے ۳۴۶۸ برس پہلے پیدا ہوا تھا۔ جب اس کی ماتا نے اس کو اپنے رحم میں دھارن کیا۔ تو اسی وقت قوس و قزح کا حلقہ اس کے ارد گرد محیط ہوگیا۔ لیکن مسٹر سکاٹ صاحب فوہی کی پیدائش کے متعلق ایک اور مشہور کہانی پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ تین کنواریاں آسمان سے زمین پر کسی دریا میں نہانے کے لئے آئیں۔ وہ ابھی نہا ہی رہی تھیں۔ کہ اتنے میں ان کی نہانے کی پوشاک پر کنول کا ایک پھول پیدا ہوگیا۔ اور اس کو پھل لگ گیا۔ وہ کنواریاں اس پھول کو دیکھکر سخت متعجب ہوئیں۔ وہ نہیں جانتی تھیں۔ کہ یہ پھول اور اس کا پھل کہاں سے نمودار ہوگیا۔ وہ پھول کو توڑنے۔ یا پھل کو کھانے سے جھجکتی تھیں۔ کہتے ہیں ان میں سے ایک لڑکی نے اس پھل کو توڑ کر چکھا۔ چکھنے کی دیر تھی۔ کہ وہ حاملہ ہوگئی۔ بعد ازاں

اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام فوہی مشہور ہوا۔ یہ بڑا مشہور پیغمبر حاکم
اور مقنن تھا۔ اس کے علاوہ مسٹر تھ رنٹن صاحب ہیں ایک چینی پیغمبر کی
کہانی سناتے ہیں جو کہ روح القدس کی مدد سے ایک کنواری کے پیٹ سے
پیدا شدہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نام آڈلین یالاوزی ہے۔ اس کی پیدائش
خاندان چو کے تیسرے سال یا مسیح سے ۶۰۴ برس پہلے ہوئی تھی۔ جیسے
بھاگوت گیتا میں سری کرشن جی کہتے ہیں۔ کہ میں ہمیشہ سے ہوں۔ اور کہ دنیا
میں اس وقت جنم لیتا ہوں۔ جب پاپ بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح آڈلین
پیغمبر کی بابت بھی یہی کہا جاتا ہے۔ کہ اس نے دنیا کو دکھ سے نجات دینے
کے لئے ایک سیاہ فام مگر خوبصورت کنواری کے شکم سے جنم لیا۔ یہ شخص
دل درجے کا موحد تھا۔ اور محض ایک خدا کی پرستش کیا کرتا تھا جس کو
کہ وہ اپنی زبان میں تاؤ کہتا تھا۔ چنانچہ اس موحد کے معتقد اب تک چین
میں تاؤشی کے نام سے لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں چین
کا دوسرا پیغمبر بنام یو بھی ایک کنواری کے پیٹ سے پیدا شدہ تسلیم
کیا جاتا ہے۔ ایک اور چینی پیغمبر ہاؤکی کی بابت بھی اسی قسم کی کہانی مشہور
ہے۔ کہ روح القدس نے ایک کنواری لڑکی کے سامنے اپنے پاؤں کے انگوٹھوں
کا نشان لگا دیا۔ لڑکی انگوٹھوں کے ان نشانوں پر باہر چل پڑی۔ روح القدس
اس کو باہر لے گیا۔ باہر جا کر وہ حاملہ ہو گئی۔ اور باہر ہی رہی۔ آخر کار اس کے ہاں
ہاؤکی پیدا ہوا۔ جو کہ بعد ازاں بڑا مشہور و معروف آدمی بنا۔ چین میں روح القدس کے
تمام بچوں میں سب سے زیادہ مشہور و معروف کانفوشش ہے۔ یہ وہ فلاسفر ہے
جس کو چینی لوگ شاہ بے تاج کہتے ہیں۔ اس شخص کی تعلیم نے صرف چینیوں ہی کو گرویدہ
نہیں بنایا۔ بلکہ اہل یورپ میں بھی تہلکہ مچا دیا۔ اگر یہ کہا جاوے کہ کانفوشش
کی تعلیم کے مطالعے نے ہی اہل یورپ کو چین کی پرانی تواریخ جاننے کیلئے بیتاب
کر دیا ہے۔ تو شاید مبالغہ نہیں ہوگا لیکن کانفوشش جیسا فلاسفر بھی جو عمر بھر
تک توہمات کے برخلاف جنگ کرتا رہا بعد از مرگ اپنے مقلدوں کے ہاتھ سے
اس وراثت سے محروم نہ رہ سکا۔ جو کہ دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کے حصے میں پڑی آئی

بے بیٹے ان کو بجائے جسمانی باپ کی اولاد ماننے کے دیوتا یا روح القدس
کا عمل قرار دیا گیا۔

اب ذرا تھوڑی دیر کے لیے چین سے شکر فارس کی طرف آئیے۔ آپکو پتہ
لگیگا۔ کہ پارسی مذہب کے بانی مبانی زرتشٹر یا زردشت کی پیدایش بھی بالکل اسی
ڈھنگ کی مانی گئی ہے۔ پارسیوں کی مشہور کتاب دینکرت میں اس کا حال یوں لکھا ہے
کہ آہرمزد کے پاس سے ایک نورانی کو۔ فروآسی یا روح القدس کہتے ہیں
نازل ہوا۔ وہ اس گھر میں آکر ٹھہرا۔ جہاں کہ زردشت کی ماتا کا جنم ہونے والا
تھا۔ اس لڑکی کا جنم ہوا۔ اس کی پندرہ برس کی عمر تھی کہ وہ نور اس میں داخل
ہوگیا۔ اس سے اس کا چہرہ اتنا دمک اٹھا کہ اس کے والدین نے خیال کیا۔
کہ اس کو آسیب ہوگیا ہے۔ چنانچہ اس نے آہرمن یا شیطان کے کہنے سے اس
لڑکی کو گھر سے نکالدیا۔ لڑکی گھومتی گھومتی عراق کے علاقے میں آئی۔ وہاں پرشاسپ
سے اس کی شادی ہوگئی۔ مگر آہرمن جانتا تھا۔ کہ اس لڑکی سے وہ بچہ پیدا ہوگا۔
جو کہ بدی کی بادشاہت کو خراب کرے گا۔ وہ ہر وقت اس کی ہلاکت کے درپے رہتا
تھا۔ اس بات کو دیکھکر دیوتاؤں بنام بہمن اور اشووہشت نے پرشاسپ
کو آدمی کے قد کے برابر درخت ہوم (سوم) کی ایک شاخ دی جس کے ذریعہ
کہ اس نے اپنے بچہ کی آہرمن کے ہاتھ سے حفاظت کی۔ زردشت کے بارے
میں خود ظاہر ہمیں بتاتا ہے کہ وہ اہرمزد کا بیٹا کہا جاتا تھا۔ اور پارسیوں کے
مذہب اہرمزد سب سے بڑے دیوتا یا خدا کا نام ہے۔ بس زردشت مسیح کی طرح
خداوند کا بیٹا یا ابن اللہ مانا جاتا تھا۔ خود یہ فلاطون بھی جو کہ زردشت کو خدا کا بیٹا
کی خبر دیتا ہے۔ خدا کا بیٹا کہلائے جانے کی رسم سے نہ بچ سکا۔ مسٹر [illegible] کی کتاب
پاگن ورسامئنش میں ہمیں بتاتے ہیں۔ کہ افلاطون صاحب مسیح سے ۴۲۹ برس
پہلے یونان کے دارالخلافہ ایتھنز میں پیدا ہوئے۔ انکی پیدائش کی بابت عجیب [illegible]
ہے۔ وہ یہ کہ انکی ماں پیرکشن کی منگنی اریس سے ہوئی۔ مگر پیشتر اس کے کہ ان کی
[illegible] گئے ہوں۔ وہ اپولو سے حاملہ پائی گئی۔ اپولو یونانیوں کا روح القدس
[illegible] اس دیوتا نے اریس کو خواب میں آکر [illegible] کہ وہ [illegible]

کے رحم میں ہے۔ وہ میرا بچہ ہے۔ تو اپنی منگیتر کے پاس مت جائیو۔ کیونکہ تجھے روح القدس کی عزت کرنی چاہیئے۔ افلاطون کے ابن اللہ یا خدا کا بیٹا ہونے کا خیال افلاطون کے مصری شاگردوں میں اس حد تک گھر کر چکا تھا کہ وہ موجودہ زمانہ کے عیسائیوں کی طرح اس شخص کو سخت حقارت اور غصے کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جو اس کہانی کو سچ ماننے میں تامل کرتا تھا +

ہندؤں کی مشہور مذہبی کتاب "مہابھارت" اس قسم کی کہانیوں سے بھری پڑی ہے۔ مہابھارت کے آدی پرب میں لکھا ہے۔ کہ کنتی ابھی کنواری تھی۔ کہ اس نے دُرواسا رشی کی سیوا کی۔ رشی نے خوش ہو کر اس کو ایک منتر سکھا دیا کہ جس کے پڑھنے سے جس دیوتا کو بھی بلانا منظور ہو۔ وہی دیوتا فوراً حاضر ہوگا۔ اور اگر آرزو ظاہر کی جاوے تو وہ فرشتہ یا دیوتا حسب پسند لڑکا بھی عطا کر سکیگا چنانچہ اسی منتر کے ذریعہ کنتی نے دیوتا کو بلایا۔ اور دیوتا نے اس کو لڑکا دیا۔ جس کا نام کرن رکھا گیا۔ اسی منتر کے ذریعہ کنتی نے راجہ پانڈو کی اجازت سے دھرم راج یا روح القدس کو بلایا۔ اور اس نے کنتی کو یدھشٹر کی خوشخبری سنائی۔ کنتی نے فرشتہ یا دیوتا کا یہ پیغام راجہ پانڈو کو سنایا۔ مہابھارت میں لکھا ہے کہ راجہ پانڈو اس خوشخبری کو سنکر بہت خوش ہوا۔ ساڑھے نو مہینے کے بعد دوپہر کے وقت شبھ ساعت میں کنتی نے بچہ جنا۔ جس کے نور سے تمام گھر منور ہو گیا۔ اسی وقت آسمان سے ایک آواز آئی جو سب حاضرین نے سنی کہ یہ فرزند تمام فرزندوں اور آدمیوں سے زیادہ تر نیکو کار ہوگا۔ اس کا نام یدھشٹر ہوگا اور تینوں زمانوں کے لوگ اسکی خوبیوں کے گیت گائینگے اور اس کو سراہینگے"۔ راجہ پانڈو اس فرزند کے پیدا ہونے سے نہایت خوش ہوا۔ اور مستحقوں اور محتاجوں کو بہت خیرات دی۔ پھر ایک دفعہ راجہ نے کنتی سے کہا کہ ہم چھتری ہیں ایک فرزند ہمیں کفایت نہیں کرتا۔ ایک فرزند ایسا چاہیئے جو نہایت قوی زبردست پرزور اور شجاع ہو تو ایک اور فرزند جیسا کہ میں چاہتا ہوں میرے لئے حاصل کر کنتی خلوت میں گئی اور وہی منتر پڑھکے دیوتا یا فرشتہ کو طلب کیا۔ دیوتا ایسے شخص کی صورت میں نمودار ہوا جو ہرن پر سوار تھا اس نے کہا اے کنتی تو مجھ سے کیا چاہتی ہے۔ کنتی نے تبسم کر کے کہا کہ میں تجھ سے ایک فرزند

چاہتی ہوں جو نہایت قوی زبردست شجاع و پُرزور ہو۔ اور زور و قوت میں کوئی
اس کا حریف نہ ہو۔ چنانچہ دیوتا نے اس کو ایسے ہی بچہ کی خوشخبری دی مدت معین
کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ اسی وقت آسمان سے آواز آئی کہ یہ فرزند ایسا پرزور ہوگا
کہ کوئی اس کا حریف نہ ہو سکیگا۔ راجہ پانڈو نے اس کا نام بھیم رکھا۔ اسکی ولادت
کے روز ایک امر عجیب و غریب وقوع میں آیا اور وہ یہ تھا کہ کنتی بھیم کو گود میں لیکر
ایک جگہ سے چلنے لگی۔ بچہ اس کی گود سے گر پڑا نیچے ایک پتھر تھا بھیم اس پتھر
پر گرا۔ پتھر بالکل ریزہ ریزہ ہو گیا اور بھیم کو کچھ آسیب نہ پہنچا لوگ اس امر سے تعجب و
حیران ہو گئے۔ راجہ پانڈو نہایت خوش ہوا۔ کہ یہ میرا فرزند ایسا قوی و پُرزور
ہے کہ دنیا میں کوئی اُسکا حریف نہ ہو سکیگا۔ مہابھارت بتاتی ہے کہ پھر ایک روز
راجہ پانڈو نے کنتی سے کہا کہ تیری برکت سے دو فرزند شایستہ حاصل ہوگئے
میری آرزو ہے کہ میرے لئے ایک اور بیٹا حاصل کرے جو شجاع اور عقل
در تیرانداز اور نیک خصال ہو۔ کنتی نے پوچھا کہ ایسا فرزند کس سے حاصل ہو سکتا ہے
راجہ نے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ دیوتاؤں میں اندر دیوتا سب سے بڑا۔ ایسا فرزند
اسی سے حاصل ہو سکتا ہے اگر اندر کو تو حاضر کر سکتی ہے تو اسے بلا۔ پھر راجہ
پانڈو اور کنتی دونوں عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے۔ راجہ پانڈو کا ایک
سال تک یہ وطیرہ رہا کہ طلوع آفتاب سے پہر روز تک ایک پاؤں کے بل کھڑا
ہو کر عبادت کرتا۔ کنتی بھی ایک سال تک اسی زہد و ریاضت میں مشغول رہی۔ اس
ریاضت کے بعد اندر راجہ پانڈو کو دکھائی دیا۔ اور کہا اے راجہ تم دونوں نے
فرزند کی آرزو میں اس قدر ریاضت کی ہے میں تمہیں ایسا فرزند دونگا کہ دنیا
میں ویسا کوئی کم ہوگا وہ سب دشمنوں کو ہلاک کریگا اور دوستوں اس سے خوش
خوشحال ہونگے۔ اندر یہ بات کہکر نظر سے غائب ہو گیا۔ راجہ پانڈو نے کنتی سے
کہا کہ ہم نے جو ریاضت کی ہے اس کی برکت سے اندر مجھے دکھائی دیا اور مجھے
بشارت دی کہ ایسا بیٹا دونگا کہ اس کے برابر دو سرا نہ ہوگا [illegible]
[illegible] مانند ہوگی و شجاعت و دانائی و کمال عقل [illegible]
[illegible] ہو رہیگا اور دوستوں کو سرفرازی دیگا۔ [illegible]

اندر کو بلا اور اس سے فرزند حاصل کر کنتی نے اشنان کر کے زرق برق کا لباس پہنا اور خوب بناؤ سنگار کر کے خلوت میں گئی اور منتر پڑھکر اندر کو بلایا اندر بھی نہایت پاکیزہ اور مقبول صورت اختیار کر کے ظاہر ہوا اور کنتی کو ارجن کی پیدائش کی خبر دی۔ چنانچہ کنتی نے مدت معین کے بعد بچہ جنا۔ اس وقت آسمان سے آواز آئی کہ "یہ فرزند ایسا ہوگا جیسا کہ کارت بیرج ہوا تھا۔ اور زور و قوت میں مہادیو کی مثل ہوگا آدمیوں میں کوئی اس کا حریف نہ ہوگا۔ دشمنوں کو ہلاک و تباہ کریگا تمام ہتھیار جو دیوتا رکھتے ہیں انسے چھین لیگا۔ اور جس طرح دیوتا ان ہتھیاروں کو استعمال کرتے ہیں وہ بھی کریگا۔ جس طرح اندر سب پر غالب ہے یہ بھی غالب ہوگا۔ جہان میں باپ کا نام روشن کریگا تمام راجاؤں کو جو اس کے ہمعصر ہونگے مغلوب و زبون کریگا اور جگ کریگا جس طرح پرسرام تمام چھتریوں پر غالب آیا تھا یہ بھی سب پر غالب آویگا"

الغرض مہابھارت میں اس قسم کی معجزانہ پیدائش کی کہانیاں کثرت سے بھری پڑی ہیں۔ جن میں بڑے بڑے راجوں اور مہاراجوں کو سورج دیوتا۔ اندر دیوتا کی اولاد بتایا گیا ہے۔ نہ صرف راجوں مہاراجوں کی پیدائش معجزانہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ بلکہ بعض مذہبی مہاتماؤں کو بھی اسی ڈھنڈے سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے بعض صورتوں میں یہ کوشش بہت بھدے طریقہ پر کی گئی ہے ۱۹۱۵ء میں لاہور سے "شگوفہ بھگت" ایک پرچہ شایع ہوتا تھا۔ اس میں بھگت کبیر جی کی پیدائش کو معجزانہ طریقہ پر ثابت کرنے کا جو مضمون نکلا تھا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"بنارس میں ایک وشنو سادھو رہتا تھا۔ ایک بیوہ لڑکی جس کی ٹہل سیوا کرنے جایا کرتی تھی۔ ایک دن سادھو جی کے دل میں خیال آیا کہ اس لڑکی کو لڑکا دے دوں۔ وہ پرسن ہوکر بولے جا۔ تیرے لڑکا ہوگا۔ لڑکی بولی۔ میں بال ودھوا ہوں۔ مجھے تو کسی پرش کا سنگ تک نہیں ہوا۔ میرے لڑکا کیسے پیدا ہوگا؟ سادھو اس بات کو سنکر بڑا چکرایا۔ آخر بولا۔ اب تو ہم کہہ چکے۔ بھلا جا تیرے ہاتھوں سے لڑکا پیدا ہوگا۔ یہ کہتے ہی لڑکی کا ہاتھ سوج گیا۔ اور

جو کہ بنی نوع انسان کی خدمت بجا لائیگا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ فیثا غورث نے بڑی پاکیزہ تعلیم سے بنی نوع انسان کی بڑی بھاری خدمت کی بیشتر جن باتوں کے وہ برخلاف تھا۔ اس کے مقلدوں نے بعد از مرگ دی توہمات اس کے سر تھوپ دیں۔ اس کو روح القدس کا بیٹا قرار دیدیا۔ فیثا غورث کو بھی جانے دیجئے۔ بقول مسٹر بنسیج کی کہانی سے ملتی جلتی اسکیولیپس کی کہانی ہے۔ اس شخص کے مسیح کی طرح اپنی زندگی میں بڑے بڑے معجزے کر کے دکھلائے۔ بیان اس کی بابت یہ مشہور ہے۔ کہ اس کی ماں کارونس ابھی بالکل کنواری ہی تھی کہ وہ روح القدس سے حاملہ ہوگئی۔ اس بات سے اس کو سخت شرمندگی ہوئی۔ اپنے حمل کو چھپانے کے لئے مارے شرم کے وہ اپنے باپ کے گھر سے بھاگ کر اپی ڈارس میں چلی گئی۔ ادھر لوگوں کو یہ خبر دی جا چکی تھی۔ بنی نوع انسان کو دکھوں سے نجات دینے والا اسکیولیپس جلدی ہی اپی ڈارس میں روح القدس کی مدد سے کنواری کارونس کے ہاں جنم لینے والا ہے۔ کارونس شرمندہ تو تھی ہی۔ بچے کو جنم دے کر وہ ایک پہاڑ کے اوپر چھوڑ کر بھاگ آئی۔ ادھر اسٹھینز ایک چرواہا اپنی ایک گم شدہ بھیڑ ڈھونڈنے کو تلاش کرتا ہوا اس پہاڑ پر آ نکلا۔ دیکھتا کیا ہے۔ کہ ایک نوزائیدہ بچہ پڑا ہے۔ وہ اس کو گود میں اٹھانے اور گھر لے جانے کے لئے آگے بڑھا۔ بچے کو ہاتھ ہی لگایا تھا۔ کہ اس کے سر کے اردگرد نورانی شعلے محیط ہوگئے۔ اس نے سمجھا۔ کہ یہ تو دیوتاؤں کا بچہ ہے۔ اس بات کا چاروں طرف چرچا ہوگیا۔ لوگ دور دور سے اس غیر معمولی بچے کو دیکھنے کے لئے جمع ہوئے۔ بڑے ہو کر اس شخص نے ایسے ایسے معجزے دکھلائے کہ تمام یونان اور روم کے علاوہ مصر اور فینیشیا میں بھی اس کی پرستش ہونے لگی +

معجزانہ پیدائش کا یہ سلسلہ صرف روم اور یونان تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ یورپ کے تمام شمالی ممالک مثلاً ناروے۔ ڈنمارک۔ سویڈن۔ آئس لینڈ تک اس کا دائرہ وسیع تھا۔ ان شمالی ممالک کے لوگ اپنی زبان میں خداوند کو اوڈن کہتے تھے۔ اس اوڈن کا سب سے پہلا پہلوٹھا بیٹا

تھا۔ اور Thor تھا۔ یہ لوگ اپنے تمام سورماؤں یا بادشاہوں کو اُسی اُوڈن
کے بیٹے کہکر پکارا کرتے تھے۔ چنانچہ بالڈ جس کو کہ ناروے کے قدیم
لوگ مسیح یعنی اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے جس طرح کہ آجکل کے اہلِ یورپ
مسیح کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں عین مسیح کی طرح پیدا شدہ تسلیم کیا جاتا
تھا یہی روح القدس یا اوڈن دیوتا اس کا باپ مانا جاتا تھا۔ اور فریگا
اُس کی ماں سمجھی جاتی تھی۔ بعد میں جب وہ لوگ عیسائی ہوگئے تو انہوں نے
اوڈن کی جگہ تو روح القدس اور کنواری فریگا کی جگہ کنواری مریم کو دیدی گویا
پرانے تخت پر نئے دعویداروں کو بٹھا دیا۔ یا مسیح کے الفاظ میں
انہوں نے "پرانی بوتلوں میں نئی شراب" بھر دی۔ اور اس طرح جو اعتقاد
کہ وہ پہلے رکھتے تھے۔ اسی کو انہوں نے مسیحی ہوکر اب بھی نئے نام
کے ساتھ قائم رکھا +

مگر جس طرح مسیح سے پیشتر اس قسم کے لوگ موجود تھے۔ جو اپنے آپ کو
خدا کا بیٹا کہتے تھے اسی طرح عین مسیح کے زمانے میں بھی بعض لوگ اس قسم کے موجود
تھے۔ جو کہ روح القدس کی مدد سے پیدا ہونے کا دم بھرتے تھے چنانچہ ان
میں سے ایک شخص سائمن تھا۔ یہ شخص اپنی کرامات کے باعث سے مشہور تھا۔
چنانچہ جسٹن سے پہلے کہ یہ شخص روم میں پہنچا۔ وہاں اس نے ایسے ایسے عجیب
[illegible] اہل روم اس کو اپنے دیوتاؤں میں سے ایک دیوتا ماننے لگ گئے
[illegible] دیوتاؤں کی مورتوں کے ساتھ اس کی مورت بھی مندر میں رکھی
جانے لگی جس [illegible] مشہور تھا۔ جس کی بابت [illegible]
[illegible] ہے۔ اس شخص کی بابت تحریر کرتا ہے۔ کہ اہل روم اس کو دیوتا
تسلیم کرکے اس کی پرستش کرتے تھے۔ چنانچہ [illegible]
[illegible] اس شخص کے نام کا یہ کتبہ کندہ کیا ہوا ہے کہ

Simoni Deo Sancto

جس کا مطلب یہ ہے۔ سائمن خدا [illegible] کے [illegible]
[illegible]

برس پہلے پیدا ہوا تھا۔ فلاسٹریس کے صفحہ ۵ پر لکھا ہے کہ روح القدس نے اپولونیس کی ماں سے آکر کہا۔ کہ میں خود ہی تیرے گھر جنم لوں گا۔ روح القدس نے ایک عرصہ کے بعد اس لڑکی کے ہاں جنم لیا۔ اور اُنھوں نے بچے کا نام بعد میں اپولونیس مشہور ہوا۔ یہ شخص بھی بڑا مذہبی ریفارمر اور کرامات نبی سمجھا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزانہ پیدائش کے خیال نے یورپ میں بھی تقریباً ویسا ہی کام کیا ہے جیسا کہ اس نے ایشیا میں کیا تھا یورپ میں اس قسم کے بچے ایشیائی بچوں سے بھی زیادہ معلوم ہوتے ہیں بلکہ یورپ کے ملکوں میں تو بقول پادری جسٹن اس قسم کے بچوں کے بنڈل کے بنڈل موجود تھے۔ جو کہ بقول صاحب موصوف لوگوں کے کانوں میں اس غرض سے پھونک مار کر پیدا کر دئے تھے کہ خداوند کے اصلی بیٹے کے بارے میں گڑبڑ مچ جائے۔ پادری جسٹن کا شیطان کے متعلق یہ خیال خواہ کیسا ہی ہنسی دلانے والا ہو۔ مگر اس میں شک نہیں کہ خداوند خدا کے اس قدر فرزندوں کی موجودگی میں مسیح کو اس کا اکلوتا بیٹا تسلیم کر لینا ایک منصف مزاج شخص کے لئے سخت مشکل ہے۔ جس صورت میں کہ دنیا بھر میں اس قدر انسان روح القدس کے فرزند یا بغیر باپ کے پیدا شدہ مانے جاتے ہوں۔ اس صورت میں اگر مسیحی لوگ مسیح کو ابن اللہ مان کر اس کی بزرگی کے گیت گاتے اور اس کو اپنا نجات دہندہ تصور کرتے ہوں تو اس میں کونسی خوبی کی بات ہے جس پر کہ مسیحی اس قدر فخر کر رہے ہیں؟

اعرابی۔ واقعی یہ ایک بالکل معمولی سی بات ہے۔ اور کہ مسیحیوں کا اس پر فخر و ناز کرنا ان کی سخت غلطی ہے۔

مسلم۔ مگر ذرا اور آگے چلئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ افریقہ کے جنگلوں اور ریگستانوں کے اندر بھی روح القدس کے فرزند بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں۔

اعرابی۔ بہت خوب! ذرا اس کو بھی واضح کر دیا جائے۔

ہیں۔کہیں ہنومان جی کھڑے ہیں۔کہیں بھیروں اور کالی منہ کھولے کھڑی
ہیں۔کہیں چترگپت اور کہیں اشٹ بھجی پراتمائیں ہیں۔کہیں برہما جی کنول
پھول پر لیٹے پڑے ہیں۔کہیں وشنو جی مہاراج ہیں۔کہیں شو جی بیٹھے ہیں
کہیں گنیش جی چار ہاتھ کھولے بیٹھے ہیں۔کہیں سیتا رام جی ہے کہیں [illegible]
کی ننگی تصویریں ہیں۔کہیں ٹھاکر جی مہاراج مندر میں لیٹے پڑے ہیں غرضیکہ
تمام مندر اسی قسم کے معبودوں سے بھرے پڑے نظر آئیں گے مصر کے پرانے
مندروں میں گھسنے پر ہو بہو یہی نظارہ نظر آتا ہے۔کہیں سن دیوتا کی تصویر ہے
کہیں مات۔کفتی۔نیفت۔منتو۔شو۔نوط۔آئی سس وغیرہ کی کہیں سیتینفس
ہورس۔قا۔بخت۔طوم۔پشت۔آنوک۔تفاتف۔انوبیس وغیرہ دیوتا
ہیں۔کہیں کھیم۔استس۔نفیس۔آمن۔ہرماکس۔ناجسس۔پتنفت وغیرہ
دیوتا کھڑے ہیں۔کہیں سیکمی۔کھپر۔لغنت۔ستتسو۔منتی وغیرہ دیوی اور دیوتا
آسن لگائے بیٹھے ہیں۔غرضیکہ سینکڑوں چھوڑ ہزاروں دیوی دیوتاؤں
کی تصویریں مصری مندروں کی دیواروں پر منقش نظر آتی ہیں چارلس [illegible]
صاحب اپنی کتاب اینشنٹ ایجپٹ یا مصر قدیم میں مصریوں کے دیوی دیوتاؤں
کی فہرست دیتے ہوئے قدرتاً اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔کہ پرانے مصری قدرت
پرست تھے۔لیکن اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ بعض مصری دیوتا
مختلف طاقتوں کا مظہر سمجھتے تھے۔ان میں سے کوئی روشنی کا دیوتا سمجھا
جاتا تھا۔کوئی اندھیرے کا۔کوئی آرام کا۔کوئی دکھ کا۔کوئی بچوں کا۔کوئی
زمین کا۔کوئی جانوروں کا۔کوئی بارش کا۔غرضیکہ ہر ایک دیوتا [illegible]
طبیعت کا مظہر کہا جاتا تھا۔لیکن پرانے مصری ان تمام دیوتاؤں پر ایک لاثانی طاقت
بالاتر کی دیوتا کو حکمران خیال کرتے تھے۔اس خدا کے ماتحت ہی یہ تمام دیوتا اپنے
فرائض کو پورا کرتے تھے۔مسٹر رالنسن صاحب کسی بڑی کتاب کا حوالہ دیتے
ہوئے جو کہ ان کے نزدیک مصر کے پروہتوں کے سوائے کسی دوسرے کو معلوم
نہیں تھی۔[illegible] دیوتا کے بارے میں یہ [illegible] کر گئے ہیں کہ وہ دیوتا [illegible]
[illegible] وحدہ لاشریک ہے۔اور [illegible] کی تمام کائنات کا [illegible] وہی [illegible]

فرعون مصر کا بت

کہا جا سکتا ہے کہ سانپ کا مصری بادشاہوں کے تاج پر موجود
ہونا بعینہ وہی معنے رکھتا ہے۔ جو کہ شہنشاہ برطانیہ کلاں کے تاج پر شیر در
یونیکارن یا فلیور ڈی لیس (Fleur-de-lis) کا موجود ہونا۔ یا
سلطان ٹرکی کے جھنڈے پر ہلال کا ہونا یا ریاستہائے متحدہ کے نقد
پر عقاب کا ہونا یا بعض ہندوستانی ریاستوں کے سکوں پر گائے کا ہونا
یا یونانی حکمرانوں کے سکوں پر چوتی ٹرد غیرہ کا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن
اس میں شک نہیں کہ ہر ایک قوم اپنے لئے وہی نشان مقرر کرتی ہے
جو اُن کی نظروں میں زیادہ مقدس یا طاقت و شجاعت کا مظہر ہو۔ اہل
مصر نے سرپ دیوتا کو خاص طاقت کا مظہر اس لئے سمجھا تھا کہ اس نے
اُن کے خیال کے مطابق ان کے نور دیوتا راجیت اور اسی میں
کے درمیان جنگ کرا کر سیت کو فتح دلائی تھی ؛
یورپ کے شمالی ممالک کے قدیم باشندوں نے قوم تج لندس کے

اوڈن (Odin) کا نام پسند کرتا تھا۔ مگر اہل مصر اس کو اپنی زبان میں را (Ra) اور ہورس (Horus) کہتے تھے۔ جیسے یونانی اپنے بہادروں کو جوپیٹر وغیرہ دیوتاؤں کے بیٹے پکارتے تھے۔ اور خود جوپیٹر کو بھی کسی بڑے دیوتا کا پوتا یا بیٹا تصور کرتے تھے۔ اسی طرح مصر کے تمام بادشاہ اسی را اور ہورس کے بیٹے کہے جاتے تھے۔ خود یہ دیوتا یا بہ الفاظ دیگر روح القدس بھی بالکل انوکھے ڈھنگ پر پیدا شدہ مانے جاتے تھے۔ مسٹر بانک صاحب اپنی کتاب آکی جپٹین بیلیف (عقاید مصر) میں فرماتے ہیں۔ کہ را دیوتا کا باپ نہیں تھا۔ اس کی پیدائش بھی دیگر انسانوں کی طرح نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ یہ دیوتا اپنی ماں کے پہلو سے پیدا ہوا تھا۔ اسی طرح ہورس کی بابت کہا جاتا تھا کہ وہ کنواری آئی سس کے بطن سے پیدا ہوا۔ اہل مصر اس کی پیدائش کو نظر استعجاب سے دیکھتے تھے۔ اور اس کو آمن دیوتا کا بیٹا خیال کرتے تھے۔ مصری مندروں میں جو اس دیوتا کی تصویریں ہیں۔ ان میں دکھایا گیا ہے۔ کہ اسکی ماں آئی سس اس کو اپنی گود میں لئے بیٹھی ہے۔ جن لوگوں نے کبھی رومن کیتھولک عیسائیوں کے گرجوں میں حضرت مریم کی تصویر کو لٹکتے دیکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ حضرت مریم بھی اسی مصری کنواری کی طرح خداوند خدا کے اکلوتے اور پیارے بیٹے مسیح کو گود میں لئے بیٹھی ہوئی دکھائی گئی ہے۔ بچہ ماں کی گود سے چمٹا ہوا ہے۔ اور پیاری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔

مسٹر ہمبلین صاحب نے مصر کے ایک مندر میں ہورس دیوتا کی تعریف میں ایک عبارت لکھی ہوئی دیکھی جس کا ترجمہ ہم اپنی زبان میں یوں کر سکتے ہیں:-

"اے بدلہ لینے والے خداوند کے بیٹے۔ اے بدلہ لینے والے آئیسس جس کو کہ اوسی رس نے ظاہر کیا ہے۔ جو دیوی آئسس کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔

صرف یہی نہیں۔ بلکہ اہل مصر اپنے بادشاہوں کو بھی خداوند خدا
سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک مصری دربارہ بادشاہ کے حضور میں آکر یہ کہتا ہوا
دیکھا جاتا تھا:۔

"حضور آپ خداوند خدا ہیں۔ خدائے اعظم ہیں۔ را دیوتا کے
بیٹے ہیں۔ میں حضور کے ہی طفیل سے زندہ ہوں"۔ ایسی بادشاہ کے
دربار میں آکر اس کی خوشامد یوں کیا کرتے تھے:۔

"آپ اپنے تمام کاموں میں را یا خداوند خدا کے برابر ہیں۔ آپ
کا دل جو چاہتا ہے۔ وہی ہو جاتا ہے۔ اگر آپ یہ کہیں۔ کہ پتھر میں سے پانی
نکل آئے تو آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلنے کے ساتھ ہی پتھر میں
سے پانی کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔ خداوند خدا یا را اپنے تمام صفات
میں آپ کی ہی طرح ہے۔ وہ خداوند پھر اپنی خالقیت میں آپ سے
ملتا ہے۔ آپ اپنے باپ توم کی زندہ تصویر ہیں۔ آپ کے تمام حکم
روزمرہ پورے ہوتے ہیں"۔

صرف یہی نہیں تھا کہ بادشاہوں کو خداوند خدا اور خداوند خدا کے
بیٹے کہا جاتا تھا بلکہ بعض اوقات مصریوں کے مختلف خداوند خداوندوں
عیسائیوں کے خداوند کی طرح خود بھی جسم اختیار کر لیتے تھے۔ چنانچہ مسٹر
راولنسن صاحب مصریوں کی اس بارے میں یہ کہانی بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ
"کہا جاتا ہے۔ کہ جب خداوند آسمان پر حکومت کرتے کرتے تھک گئے
تو انہوں نے ارادہ کیا کہ آسمان کی بجائے زمین پر چل کر حکومت کریں
چنانچہ انہوں نے انسانی جامہ اختیار کر کے ملک مصر پر قبضہ کر لیا جب چار ...
حکومت کر چکے۔ تو خداوند آسی رس اور نیوط نے شمالی اور جنوبی مصر پر قبضہ
پایا۔ آسی رس بڑا فیاض اور نیک تھا۔ اس نے اہل مصر کو اچھے اچھے علوم
و فنون سکھلائے۔ ان کو مہذب بنایا۔ اور کھیتی باڑی کرنی سکھائی۔ مگر آسی رس
کا بھائی خداوند ست بڑا شریر تھا۔ اس نے آسی رس کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ اور
مسکرا کر اس کی لاش ایک صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں بہا دی۔

یہ سمندر میں جا گری۔ آسی ریس کی بیوہ بہن آئی سس اور نفتیس اپنے خاوند
کی نعش کو تلاش کرنے کے لئے باہر نکلیں۔ مگر کچھ پتہ نہ نکلا۔ آخر شام کے
کنارے پر جہاں کہ سمندر کی لہروں نے اس کو پھینک دیا تھا یہ لاش
مل گئی۔ آئی سس اپنے خاوند کی لاش کو دفن کرنے کیلئے واپس لا رہی تھی
کہ سیت نے اسکو راستے میں ہی اس سے چھین لیا۔ اور اسکو چودہ ٹکڑوں میں
کاٹ کر مختلف جگہوں میں چھپا دیا۔ بیچاری آئی سس ان ٹکڑوں کو دوبارہ تلاش کرنے
کیلئے نکلی اور انکو تلاش کر کے مصر کی سرزمین میں دفن کیا۔ بعد ازاں اس نے
اپنے بیٹے خداوند ہورس کو بلایا۔ اور کہا۔ کہ اپنے باپ کا انتقام لو
ہورس نے سیت کو قید کر لیا۔ مگر آئی سس کو رحم آیا۔ اور اس
نے سیت کو چھڑوا دیا۔ اس سے ہورس ایسا خفا ہوا کہ اس نے
اپنی ماں آئی سس کا سر کاٹ دیا۔ لیکن تھاتھ دیوتا نے اس کے
دھڑ پر ایک گائے کا سر کاٹ کر لگا دیا۔ ہورس نے اپنے چچا سیت سے
دوبارہ لڑائی کی۔ اور اس کو مار ڈالا۔

اس اور اس قسم کی دوسری کہانیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصری
دیوتا بھی بعض ہندو دیوتاؤں کی طرح آپس میں خوب لڑا کرتے تھے۔ اگر
تھاتھ نے آئی سس کے دھڑ پر گائے کا سر کاٹ کر لگا دیا۔ تو ہندوؤں
کے شیو جی نے اپنے بیٹے کے دھڑ پر ہاتھی کا سر لگا کر اس کو گنیش بنا دیا۔
[illegible] خدا کے [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

شکل دے رکھی تھی۔ وہ یہ کہ مصر کے لوگ سرکش ہو کر رایا خداوند
خدا کو بُرا کہنے لگے۔ اس خداوند نے تمام دیوتاؤں کو جمع کیا۔ اور
اُن سے مشورہ پوچھا۔ کہ انسانوں کو کیا سزا دینی چاہئے؟ سب نے
یک زبان ہو کر کہا۔ کہ بنی نوع انسان کا تخم صفحۂ ہستی پر سے مٹا ڈالنا چاہئے
یہ خوفناک کام آتھر اور سخمت دیوتاؤں کے سپرد ہوا۔ جنہوں نے انسانوں کو
ذبح کرنا شروع کیا۔ اس کشت و خون کو دیکھ کر تمام انسانوں پر دہشت
چھا گئی۔ اپنے غضبناک دیوتا کے غضب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے انہوں
نے نہایت ہی لذیذ پھلوں کا رس نچوڑا۔ اور اس میں انسانوں کا خون
ملا کر ایک مزیدار شراب بنائی۔ اس شراب سے انہوں نے سات ہزار
مٹکے بھرے۔ اور اپنے خداوند خدا کے سامنے پیش کئے۔ خداوند خدا
اس خونی شراب کو پی کر بڑا ہی خوش ہوا۔ کچھ تھوڑی سی شراب
باقی رہ گئی وہ پھینک دی گئی۔ اس کے پھینکتے ہی ایک طوفان عظیم برپا
ہو گیا۔ اور تمام مصر غرقاب ہو گیا۔ دوسرے دن آتھر دیوتا انسانوں کو
مارنے کے لئے باہر نکلا۔ مگر اس کو کوئی انسان نظر نہ آیا۔ چاروں طرف
پانی ہی پانی تھا۔ اس نے تمام پانی کو پی لیا۔ اور بڑا خوش ہوا وغیرہ
وغیرہ کہانیوں کو نظرانداز کر کے ہم نفس مضمون کی طرف توجہ ہوتے
ہیں۔ اور بتاتے ہیں کہ جس [illegible] دیوتا کا اوپر ذکر کیا ہے [illegible]
کی تصویر تھیبیا کے بعض پرانے مندروں میں دیکھی جاتی ہے۔ چنانچہ [illegible]
[illegible] کی تحقیقات کے مطابق ایک مندر میں اس دیوتا کی [illegible]
[illegible] یہ بنائی گئی ہے۔ کہ وہ کنواری ملکہ طامس کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے۔
[illegible] روح القدس کا بچہ جنم دے گا۔ اور وہ بادشاہ ہو گا چنانچہ
جب [illegible] لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام عینو آمعت رکھا گیا۔ تواریخ میں
[illegible] آمعت سوم کے نام سے مشہور ہے۔ مصر کا ایک [illegible] مشہور
[illegible] بادشاہ [illegible] رامیسس سوم بھی کنواری کے پیٹ سے ہی پیدا [illegible]
[illegible] Ra-me-ses [illegible] کا نام [illegible]

کی نسل میں سے تھا۔ اس کی ماں کو قدرتاً اپنے آباؤ اجداد کی تواریخ مذہب شایستگی کے بارے میں بہت کچھ زبانی یاد تھا۔ اور اس نے اپنے بچے کو وہ سب باتیں بتائی تھیں۔ خاصکر جبکہ وہ خود بھی ایک پڑھی لکھی شہزادی تھی چنانچہ گارسی لیسو اپنے آباؤ اجداد کے مذہبی خیالات کا ذکر کرتے ہوئے شاہ انکا توپک یپانکوئی Inca-tupec-upanque کے بارے میں لکھتا ہے۔ کہ وہ یہ دیکھ کر کہ لوگ سورج کو زندہ دیوتا سمجھ کر اس کی پرستش کر رہے ہیں۔ ان کے اس غلط عقیدے کا یوں کھنڈن کرنے لگے۔

"لوگ کہتے ہیں کہ سورج زندہ ہے اور وہی سب کام کرتا ہے۔ مگر ان کو جاننا چاہئے۔ کہ جب کوئی شخص کوئی کام کیا کرتا ہے۔ تو وہ کرتے وقت اس کام یا چیز کے عین پاس ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ دنیا میں بہت سے کام اس وقت ہوتے ہیں۔ جبکہ سورج غائب ہوتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ سورج ہر ایک کام کو نہیں کرتا۔ پھر اگر سورج زندہ چیز ہوتا۔ تو کیا وہ روز روز کے لمبے سفر سے تھک نہ جاتا۔ اگر وہ زندہ ہوتا۔ تو ہماری طرح تکان محسوس کرتا۔ اگر وہ آزاد ہوتا تو وہ آکاش کے دوسرے حصوں میں بھی سیر کو جایا کرتا۔ لیکن سب کو معلوم ہے کہ وہ کبھی نہیں جاتا۔ سچ یہ ہے۔ کہ وہ ایک ایسی چیز ہے جس کو کام پر لگا دیا ہو۔ اور وہ اپنے مقررہ راستے پر گردش کرتا ہو وہ ایک تیر کی طرح ہے جس کو جس طرف تیر انداز چلا دیتا ہے۔ تیر اسی طرف جایا کرتا ہے۔ تیر کی اپنی مرضی کچھ نہیں ہے"

اس بیان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پرانے زمانے کے [illegible] سورج کو محض ایک خدمتگار اور کسی بڑی طاقت کے حکم کا تابع [illegible] اس کو زندہ سمجھ کر نہیں پوجتے تھے [illegible] Inca [illegible] Huayna-Capac کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ صاف [illegible] سورج کے زندہ ہونے سے منکر تھا [illegible]

اُن کے وہم کو مٹانے کے لئے ایک دن جبکہ بڑا جشن منایا جا رہا تھا۔ بادشاہ ہیو ناکیپک میدان میں کھڑا ہو کر سورج کی طرف دیکھنے لگ گیا۔ وہ اتنی دیر تک دیکھتا رہا۔ کہ ایک بڑے پجاری پروہت نے ہیبت زدہ ہو کر بادشاہ سے کہا: "آپ کا سورج دیوتا کی طرف اس طرح گستاخی اور بے عزتی سے آنکھیں اُٹھا کر دیکھنا لوگوں میں سخت ہل چل مچا دے گا!" بادشاہ نے اس پروہت کو جواب دیا: "میں تم سے سوال پوچھتا ہوں تم مجھے اُن کا جواب دو۔ دیکھو میں تمہارا بادشاہ ہوں۔ کیا تم میں کوئی ایسا گستاخ اور نڈر شخص ہے جو مجھ سے یہ کہہ سکے۔ کہ اُٹھو اور ہماری خوشی کے لئے اتنا چکر لگاؤ؟ دوسرے کیا میرے تمام مالداروں اور زبردست جاگیرداروں میں سے کوئی ایسا بہت سرکش ہے۔ کہ میں اس کو کہوں کہ تم اسی وقت فوراً چلی صوبے کی طرف جاؤ۔ اور وہ نہ جائے؟" پروہت نے بادشاہ کی دونوں باتوں کا جواب نفی میں دیا۔ اس پر بادشاہ نے فرمایا: "میں تم سے کہتا ہوں کہ اس سورج سے بھی ایک زبردست خدا ہے۔ جو کہ اس سورج کو اپنا روزانہ چکر لگانے کے لئے حکم دیتا ہے۔ کیونکہ اگر یہی سورج خدا یا حاکم واحد ہوتا۔ تو وہ اپنی مرضی سے بیچ بیچ میں اس سفر کو چھوڑ بھی دیا کرتا۔ خواہ اُس کو ترک سفر کی کوئی ضرورت بھی نہ ہوتی"

اس تعلیم سے صاف عیاں ہے۔ کہ امریکہ کے بیدار مغز بادشاہ سورج پرست نہیں تھے۔ بلکہ وہ ایک زندہ خداوندی ہستی کے قایل تھے۔ وہ بہت معقول انسان تھے۔ چنانچہ پیرو کے بادشاہ انکا بادشاہوں میں سے آخری بادشاہ اتھالپہ (Ate.halp) کو جب پزارو نے یہ کہا کہ عیسائی ہو جاؤ۔ ورنہ تمہارا ملک تم سے چھین لیا جاوے گا۔ تو بادشاہ نے پزارو کو جواب دیا۔ کہ "میں جدی قانون کے مطابق اپنے ملک پر حکومت کرتا ہوں میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا۔ کہ ایک غیر ملک کا پادری کسی شخص کو اُس کے اپنے ملک سے بے دخل کرنے کا کیا حق رکھتا ہے۔ میں اپنا دین نہیں چھوڑ سکتا" پادری کے ساتھیوں نے بادشاہ کو صلیب دکھا کر کہا کہ اس پر ایمان لاؤ

بہشت میں جاؤ گے؟" اتھالپہ جواب دیتا ہے "کیا میں، اپنے زندہ معبود کو چھوڑ
کر تمہاری اس مردہ چیز پر ایمان لے آؤں؟ میں دیکھتا ہوں۔ کہ میرا خدا زندہ
ہے۔ مگر تمہاری صلیب مردہ ہے" بعد ازاں یہ معقول پسند بادشاہ پوچھتا ہے
کہ تم نے یہ سب باتیں کہاں سے سیکھی ہیں؟ پادری ولورڈ بائبل نکالکر جواب
دیتا ہے کہ "اس میں سے" بادشاہ کتاب کو ہاتھ میں لیتا ہے کھول کر
دیکھتا ہے پھر اس کو کان سے لگاتا ہے مگر یہ جانکر کہ وہ بولتی نہیں ہے۔
اس کو زمین پر رکھ دیتا ہے۔ اور مسیحی ہونے سے انکار کر دیتا ہے۔

لیکن یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ کہ کیا امریکہ میں توہمات پرستی بالکل
نہیں تھی۔ تواریخ بتاتی ہے۔ کہ وہاں توہمات پرستی بھی تھی۔ اور وہ اسی قسم کی تھی
جس قسم کی ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً وہ مختلف دیوی دیوتاؤں
کو مانتے اور پوجتے تھے۔ ان میں سے کوئی سردی کا دیوتا تھا کوئی گرمی کا کوئی
بارش کا۔ کوئی آندھی کا۔ کوئی فصلوں کا کوئی اولاد کا۔ جیسے کہ مکئی، آلو کی
زرپ کانوپہ Zarap-Canop اور پاپاپ کنوپہ Papap-Canopa
وغیرہ دیوتاؤں کے نام سے پرستش کرتے تھے۔ بلکہ وہ تمام [illegible]
سمجھتے تھے۔ وہ مانتے تھے۔ کہ زمین کے اندر [illegible]
بند ہوا ہے جس کی دم [illegible] زنجیروں سے جکڑی ہوئی ہے جس کا [illegible]
[illegible] ہے۔ وہ اس کو [illegible] کے Qrcaquay کے نام سے [illegible]
[illegible] رہنے والے باشندے مچھلیوں، مگرمچھوں، مینڈکوں کی پرستش کیا کرتے
تھے۔ امریکہ کے بیدائش بادشاہوں میں سے کتنے ہی بادشاہ زندہ [illegible] کی
پرستش کرتے تھے۔ مگر بہت سے دیوی دیوتاؤں کو [illegible]
ان دیوتاؤں میں سے وہ ہادی [illegible] کو بڑا جانتے تھے [illegible]
میں گناہ بڑھ جاتے ہیں۔ تو وہ مسیح دیوتا انسان کا جسم [illegible]
کسی انسان کے گھر میں پیدا ہوتا ہے۔ [illegible]
[illegible] وہاں کے باشندوں کی [illegible]
[illegible]

کوٹ پیک کے نزدیک ایک بیوہ لڑکی تھی جس کا نام کوٹ لیق (Coaat-Izana) تھا۔ ایک دن جبکہ وہ سورج دیوتا کی پوجا کرنے کے لئے مندر کو جا رہی تھی۔ تو سورج دیوتا ایک چھوٹے سے جانور شکر خورے کی شکل بن کر اس کے راستے میں آ پڑے۔ لڑکی نے اس خوبصورت ننھی سی چیز کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ تاکہ اسے مندر میں بطور چڑھاوے کے پیش کرے۔ مندر میں جا کر اس نے اس کو سینے سے باہر نکالنا چاہا۔ تو سورج دیوتا غائب ہو گئے۔ مگر لڑکی کو اپنی طبعیت بگڑتی ہوئی معلوم ہوئی۔ اس کو پتہ لگا کہ میں حاملہ ہو گئی ہوں۔ لوگوں نے اس کو مار ڈالنا چاہا۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس نے برا کام کیا تھا۔ مگر وہ بچہ جو رحم میں تھا جو سورج دیوتا ہی تھا رحم کے اندر سے ہی چلا اٹھا:۔

"ماتا مت ڈرو۔ میں تم کو بچاؤں گا۔ تیری بڑی عزت ہوگی۔ دیوی کی بڑی ماتا ہوگی"۔ لڑکی بچ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ویزو پاکٹلی (Uzzo-peteley) رکھا گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں [illegible] دوسرے میں نیزہ تھا۔ اس نے اپنی ماں کے دشمنوں کی خوب خبر لی اور [illegible] قسم کے کرشمے دکھائے۔ آخر کار وہ آسمان کو واپس چلا گیا اور اپنی ماں کو بھی ساتھ ہی لے لیا۔

رڈکنگس بروا اپنی کتاب میکسیکان انٹی کوئیٹیز (Me.i.can Antiquitie) میں روح القدس کی ایک کہانی اور بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ کولمبس کے امریکہ جانے سے پیشتر اہل میکسیکو ایک نجات دہندہ کی [illegible] کرتے تھے۔ وہ نجات دہندہ ان کے نزدیک ایک کنواری لڑکی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ آسمان سے ایک فرشتے نے اس لڑکی کو آکر خبر دی تھی کہ تیرے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے آسمان سے روح القدس نازل ہوا اور اس لڑکی کے پاس آیا۔ اس لڑکی کی دو بہنیں تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام زکٹلیق (Czochitlique) اور دوسری کا نام [illegible] (Canatilique) دونوں بہنیں نورانی، غیر [illegible] ساتھ ہی بسی دہشت زدہ ہوئیں کہ مارے ڈر کے مر گئیں [illegible]

کوانگگپ (Quaia Gap) تھا۔ خداوند نے اپنے اکلوتے بیٹے کو زمین پر بھیجا۔ اس نے ایک کنواری لڑکی کے ہاں جنم لیا۔ اور لوگوں کو مذہب کی تعلیم دی۔ مگر اُنہوں نے اُس کو مار ڈالا۔ اگرچہ وہ مر گیا۔ مگر پھر بھی وہ زندہ اور خوبصورت ہے۔ وہ اُن کا اپنے باپ کے پاس شفیع ہے۔ جزیروں کے لوگوں میں اس قسم کے ایک اور بچے کی کہانی مشہور ہے اس کا نام مقی نورستو (Mazzto) ہے۔ وہ ایک کنواری لڑکی کے پیٹ سے پیدا شدہ مانا جاتا ہے۔ اُن کے نزدیک تمام دنیا کا نجات دہندہ یہی تو ہے۔ الغرض معجزانہ پیدائش کا سلسلہ امریکہ میں بھی اس قدر پھیلا ہوا تھا۔ کہ جس کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور ہم پادری جسٹن کے اس خیال کو دہرانے کے لئے مجبور ہوتے ہیں۔ کہ پہلے رسولوں نے خداوند کے بیٹے کے آنے کی خبر دے رکھی تھی۔ اس خبر کو شیطان نے بھی سن لیا۔ شیطان نے یہ چال چلی۔ کہ کافروں اور ملحدوں کے درمیان جا کر ان کے شاعروں کو اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ چونکہ خداوند کا بیٹا پیدا ہونے والا ہے۔ اس لئے تم پہلے سے ہی خداوند کے بہت سے بیٹے بنا کر ان کے گیت گھڑ رکھو۔ تاکہ لوگ یہ کہیں کہ خداوند کا یہ بیٹا کوئی نیا بیٹا نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے اور بھی سینکڑوں ہی بیٹے ہو چکے ہیں پس شیطان کا یہ جادو چل گیا اور گمراہی پھیل گئی ◆

• گو پادری جسٹن صاحب نے ایک مضحکہ خیز طریقہ پر اس مشکل کو حل کر لیا۔ مگر ہمیں اس مشکل کو کیونکر حل کرنا چاہیے۔ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے ◆

اعتراضی۔ تو پھر آپ نے اس مشکل کا کیا حل سوچا ہے؟

مستشرق۔ ذرا دانا ہیں کی ورق گردانی کریں ◆

یہ سمجھ کر وہ قافلہ میں ہے۔ ایک منزل آگے نکل گئے اور اسے
رشتہ داروں اور جان پہچانوں میں ہر جگہ ڈھونڈا۔ اور نہ پا کر اسکی
تلاش ہر جگہ کرتے ہوئے یروشلم کو پھرے۔ اور ایسا ہوا۔ انہوں
نے تین روز پیچھے اسے ہیکل میں استادوں کے بیچ میں بیٹھے
ہوئے انکی سنتے اور انسے سوال کرتے پایا۔ اور سب جو اسکی
سنتے تھے اسکی سمجھ اور اسکے جوابوں سے دنگ تھے تب وے
اسے دیکھکر حیران ہوئے۔ اور اسکی ماں نے اس سے کہا:
اے بیٹے! کس لئے تو نے ہم سے ایسا کیا؟ دیکھ تیرا باپ اور میں
کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے۔ لوقا ۲: ۴۴-۴۸

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یسوع مسیح معجزانہ طور پر روح القدس
کا بیٹا نہیں تھا۔ بلکہ جیسا کہ اسکی ماں کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ یوسف ہی کا
بیٹا تھا۔ یہ کہنا کہ یوسف کو مسیح کا باپ کہنے میں مریم نے غلط بیانی کی ہوگی۔ سو
یہ [illegible] مریم کے قول کے علاوہ انجیل دوسری جگہ کہتی ہے:

"جس وقت ماں باپ اس لڑکے یسوع کو اندر لائے تاکہ اسکے
لئے شریعت کے دستور پر عمل کریں۔ لوقا ۲"

یہاں پر انجیل میں صاف طور پر یوسف کو ہی مسیح کا باپ کہا ہے۔
دوسری جگہ پھر لکھا ہے:

"اور اسکا باپ اور اسکی ماں ان باتوں پر جو اسکے حق میں کہی جاتی
تھیں تعجب کرتے تھے۔ لوقا ۲"

[illegible] بھی انجیل نے صاف الفاظ میں یوسف کو مسیح کا باپ [illegible]
[illegible] اور جگہ پر انجیل کہتی ہے:

"اسکے ماں باپ ہر برس عید فسح پر یروشلم کو جایا کرتے تھے۔ لوقا ۲"
اس جگہ بھی یوسف کو مسیح کا باپ قرار دیا [illegible] ایک اور جگہ [illegible]
[illegible] یروشلم میں رہ گیا اور اسکے ماں باپ کو معلوم نہ [illegible] لوقا ۲
یہاں بھی انجیل نے یوسف کو ہی مسیح کا باپ کہا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے [illegible]

پہچانتا نہ تھا۔ مگر جس نے مجھے پانی سے بپتسمہ دینے کو بھیجا۔ اسی نے مجھ سے
کہا۔ کہ جس پر روح القدس کو اترتے اور ٹھہرتے دیکھے۔ وہی
روح القدس سے بپتسمہ دینے والا ہے۔ چنانچہ میں نے دیکھا
اور گواہی دی کہ یہ خدا کا بیٹا ہے۔ یوحنا ۱ : ۳۲-۳۴"

یوحنا کی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح کا روحانی باپ خدا یا خدا کی روح تھی۔ نہ کہ یوسف۔ ان حوالہ جات سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انجیل میں یوسف کو جو مسیح کا باپ کہا گیا ہے۔ وہ روحانی معنوں میں نہیں ہے۔ بلکہ یوسف کو مسیح کا باپ جسمانی معنوں میں کہا گیا ہے۔ اس بات کی شہادت کہ یوسف جسمانی معنوں میں مسیح کا باپ تھا۔ اس نسب نامہ سے بھی ملتی ہے جو متی اور لوقا کی اناجیل میں مسیح کی بابت دیا گیا ہے۔ متی کی انجیل میں ابراہیم سے لیکر مسیح تک ۴۲ پشتیں دکھلائی ہیں۔ مگر لوقا کی انجیل میں ابراہیم سے لیکر مسیح تک ۵۶ پشتیں دکھلائی ہیں۔ اگرچہ دونوں اناجیل میں ۱۴ پشتوں کا فرق ہے۔ مگر پھر بھی دونوں نسب ناموں میں مسیح کو یوسف کے ذریعہ داؤد کے خاندان میں شمار کیا گیا ہے۔ متی کی انجیل میں ابراہیم سے پشت شماری کرتے ہوئے آخیر میں لکھا ہے:-

"متان سے یعقوب پیدا ہوا۔ یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ یہ اس
مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا۔ جو مسیح کہلاتا ہے۔ متی ۱ : ۱۵-۱۶"

مگر لوقا کی انجیل میں مسیح کے نسب نامہ کو یوسف کے ذریعہ ابراہیم تک پہنچاتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"جب یسوع خود تعلیم دینے لگا۔ تو برس تیس ایک کا تھا اور جیسا کہ
سمجھا جاتا تھا یوسف کا بیٹا تھا اور وہ عیلی کا اور وہ متات کا۔ الخ لوقا ۳ : ۲۳"

دونوں اناجیل میں مسیح کے نسب نامہ کو یوسف کے ذریعہ ابراہیم سے ملایا گیا ہے۔ اور لوقا نے تو صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ وہ یوسف کا بیٹا سمجھا جاتا تھا۔ اگر مسیح یوسف کا بیٹا نہیں تھا۔ جیسا کہ اناجیل شہادت دیتی ہیں۔ یوسف مسیح کا جسمانی باپ نہیں تھا تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ مسیح کے نسب نامہ کو ابراہیم تک پہنچانے کے لئے یوسف کا نام کیوں بیچ میں لایا گیا۔ اناجیل کی اندرونی شہادت سے یہ تو ثابت ہو چکا ہے۔

کہ یوسف کو مسیح کا باپ روحانی معنوں میں نہیں کہا گیا جب اناجیل کی دوسری
اندرونی شہادت پر نظر ماری جاتی ہے تو یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے کہ یوسف
کو جسمانی معنوں میں مسیح کا باپ تسلیم کیا گیا ہے۔ لوقا کی انجیل میں اس بات
کی تصدیق میں ایک اور شہادت ملتی ہے۔ لکھا ہے کہ:۔

"جبرائیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس
کا نام ناصرۃ تھا۔ ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جس کی منگنی داؤد کے
گھرانے میں ایک مرد یوسف نام سے ہوئی تھی۔ اور اس کنواری کا
نام مریم تھا۔ اور فرشتہ نے اسکے پاس اندر آ کے کہا سلام تجھکو جس پر
فضل ہوا ہے۔ خداوند تیرے ساتھ ہے۔ وہ اس کلام سے بہت گھبرا گئی
اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے۔ فرشتے نے اس سے کہا اے مریم
خوف نہ کر کیونکہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے۔ اور دیکھ تو حاملہ
ہوگی۔ اور بیٹا جنیگی۔ اس کا نام یسوع رکھنا۔ وہ بزرگ ہوگا۔ اور
خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائیگا۔ اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا
تخت اسے دیگا۔ اور وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کریگا
اور اسکی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا۔ مریم نے فرشتے سے کہا یہ کیونکر ہوتا ہے
حال میں کہ میں مرد سے واقف بھی نہیں۔ اور فرشتے نے جواب میں
اس سے کہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ کی قدرت
تجھ پر سایہ ڈالیگی۔ اور اس سبب سے وہ پاکیزہ جو پیدا ہونے والا ہے
خدا کا بیٹا کہلائیگا۔ اور دیکھ تیری رشتہ دار الیشبع کے بھی بڑھاپے
میں بیٹا ہونیوالا ہے۔ اور اب اس کو جو بانجھ کہلاتی تھی چھٹا مہینہ ہے۔ کیونکہ
جو قول خدا کی طرف سے ہے وہ ہرگز بے تاثیر نہ ہوگا۔ مریم نے کہا دیکھ
میں خداوند کی بندی ہوں میرے لئے تیرے قول کے موافق ہو۔ تب
فرشتہ اس کے پاس سے چلا گیا" (لوقا ۱: ۲۶-۳۸)

[illegible]
[illegible]

نے اسکی رشتہ دار الیشبع کی مثال دی ہے جو خاوند والی تھی مگر اس کے ہاں عرصے
کوئی بچہ نہیں ہوا تھا۔ الیشبع کی شادی ذکریا سے اور مریم کی منگنی یوسف سے
ہو چکی تھی۔ ایسی صورت میں فرشتہ کا مریم کے سامنے اس کی رشتہ دار الیشبع کی
مثال دینا اس بات کی تشریح تھی کہ تیرے ہاں جو بیٹا ہوگا۔ وہ بھی الیشبع کے بیٹے
کی طرح قدرتی طریقہ پر ہوگا۔ ان تمام شہادتوں سے اس بات پر کافی روشنی پڑتی
ہے کہ یوسف مسیح کا جسمانی معنوں میں باپ تھا۔ اناجیل کی ان اندرونی شہادتوں
کے علاوہ جب ہم تاریخی شہادت پر نظر مارتے ہیں تو ہمیں مسیح کی بلا باپ پیدائش
کے مسئلہ کو حل کرنے میں بڑی مدد مل جاتی ہے۔ مسیح کی موت کے بعد جب ان کے
حواری اور رشتہ دار یروشلم میں جمع ہوئے تو سب نے اس کے نام سے منادی
کا تہیہ کیا۔ یہ سب سے پہلی کونسل تھی۔ جو کہ عیسائیوں نے دین عیسوی کو پھیلانے
کے لئے کی۔ اس کونسل میں طے شدہ باتوں کا وعظ کرنے کے لئے مسیح کے تابع
پیرو چاروں طرف پھیل گئے۔ ان ابتدائی مقلدوں کو یہودی لوگ حقارت کی وجہ
سے نصرانی یا ابی نائیٹس کہتے تھے کیونکہ مسیح خود ناصرت گاؤں کی طرف منسوب
کیا جاتا تھا۔ ابی نائیٹس کے معنے غریب آدمی کے ہیں۔ نصرانی اس لئے کہ حضرت
مسیح ناصری کہے جاتے تھے۔ مسیح کے بارے میں ان لوگوں کے اعتقادات بہت
سیدھے سادے تھے۔ چنانچہ پادری ہیگیسپس جو کہ ۲۶۳ء میں پیدا ہوا تھا
پہلا عیسائی مورخ تھا۔ نصرانیوں یا ابی نائیٹس لوگوں کی تواریخ لکھتے ہوئے بیان کرتا
ہے کہ ابی نائیٹس لوگ بڑے غریب اور منکسر المزاج ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ مسیح
ایک بڑا سیدھا سادہ آدمی تھا۔ اس کی پیدائش بھی عام انسانوں کی طرح
مریم اور یوسف سے پیدا ہوا تھا۔ نصرانیوں یا ابی نائیٹس لوگوں کو جو یہ مانتے
تھے کہ مسیح دوسرے انسانوں کی طرح یوسف اور مریم سے پیدا ہوا تھا۔ دوسرے ملکوں
سے آئے ہوئے عیسائی لوگ جو کہ مصر اور روم کے عیسائی کافر کہتے تھے۔ کیونکہ
جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ روم مصر اور یونان وغیرہ میں دیوتاؤں کی اولاد
ہونے کا تصور عام طور پر ترقی پر تھا۔ اب تو ان نصرانی یا ابی نائیٹس لوگوں کی شامت
آگئی۔ ان کو مجبور کیا گیا کہ وہ اس اعتقاد سے باز آجائیں۔ جن لوگوں نے ...

تواریخ روم میں ان مسلوسوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کے معبد تباہ کر دیئے گئے۔ ان کی کتابیں جلا دی گئیں۔ اور ان کو انواع اقسام کی اذیتیں دی گئیں۔ وہ لوگ مسیح کو عام آدمیوں کی طرح ایک نیک آدمی تصور کرتے تھے۔ اور اس کو انسانوں سے بڑھکر خدا کا مرتبہ دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ نصرانیوں کا یہ عقیدہ مدت تک جاری رہا۔ لارڈنر صاحب فرماتے ہیں کہ بی ناکس کہتا ہے۔ ابتدائی عیسائیوں میں ایک فرقہ بھی تھا جنکو کارپوکریشن کہتے تھے۔ دوسرے مسیحی ان کو بھی کافروں کے نام سے یاد کرتے تھے۔ کارپوکریشین لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جو کچھ ہم کو مسیح کے حواریوں اور رسولوں نے بتایا ہے۔ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اور کہ حواریوں اور رسولوں کے یہی اعتقادات تھے۔ جو کہ ہم رکھتے ہیں۔ اور یہی سچی باتیں ہیں۔ یہ صداقت دو نسلوں تک جاری رہی۔ اور روم کے تیرھویں بشپ وکٹر کے زمانے تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ مگر اسکے جانشین زیفرائنس کے وقت اس وقت اس میں کئی رد و بدل اور مختلف تغیرات ہو گئے۔ چنانچہ یوسیبیس ہی نہیں اور اس کے مقلدوں کا ذکر کرتا ہوا مسیح کے خداوند کا بیٹا ہونے کے بارے میں ان لوگوں کے اعتقادات کا یوں بیان کرتا ہے۔

"ان کا عقیدہ ہے کہ ہمارے تمام بزرگوں اور رسولوں کی یہی رائے تھی جو کہ ہم رکھتے ہیں۔ اور انہوں نے یہی تعلیم دی۔ اور یہ صداقت وکٹر کے زمانہ تک جو کہ روم کے تیرھویں بشپ تھا جاری رہی۔ مگر زیفرائنس نے اس میں تحریف کر دی۔"

کارپوکریشین عیسائیوں کی طرح ایک دوسرا گروہ عیسائیوں کا بھی یہی اعتقاد رکھتا تھا۔ اس گروہ کو سیرنتھین کہتے تھے۔ اور ان کے بانی سیرنتھس کا یہ عقیدہ تھا کہ مسیح یوسف اور مریم سے عام انسانوں کی طرح پیدا ہوا تھا۔ مگر اس کا خیال تھا کہ مسیح دوسرے انسانوں کی نسبت زیادہ پاک اور مقدس تھا۔

اسی طرح عیسائیت کے ابتدائی زمانے میں ڈاسٹنس عیسائیوں کا ایک گروہ موجود تھا۔ جو ایشیا کے مختلف حصوں میں پھیلا ہوا تھا۔ ان لوگوں کا بھی یہی خیال تھا کہ مسیح معجزانہ طور پر پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ اسکا باپ یوسف تھا۔ لارڈنر صاحب فرماتے

ہیں۔ کہ جب ان پرانے ٹائپ کے عیسائیوں کا نئے ٹائپ کے عیسائیوں سے مقابلہ ہوا۔ تو بڑی گڑبڑ مچ گئی۔ اور بہت سے کشت و خون ہوئے۔ آخر نئے ٹائپ کے عیسائیوں کا پلہ بھاری رہا۔ اور اُن کی بات چل گئی۔ پس مسیح بجائے یوسف کا بیٹا کہلانے کے روح القدس کا بیٹا مشہور کیا گیا۔ پانچویں صدی عیسوی میں نہ صرف روح القدس کا بیٹا ہی کہلانے لگ گیا بلکہ تثلیث کے مسئلے نے بھی زور پکڑا۔ اور مسیح کو خدا کے درجے تک پہنچا کر باپ بیٹا روح القدس کا جھنڈا بلند کر دیا گیا +

مذکورہ بالا مختصر سے بیان سے اتنا پتہ تو ضرور لگتا ہے کہ مسیح روح القدس کا بیٹا ہونے سے منکر تھا۔ نہ صرف وہی بلکہ اسکی ماں۔ اسکے حواری۔ اسکے رسول غرضیکہ اسکے تمام واقف کار یہاں تک کہ اسکی موت کے ڈھائی سو سال بعد تک کے عیسائی لوگ بھی اسکو دوسرے انسانوں کی طرح یوسف اور مریم سے پیدا شدہ مانتے تھے۔ مگر اسکے بعد مسیح کی پیدائش کو معجزانہ رنگ دیا گیا۔ اور اسکی ایسی تفسیر کی گئی جو یوسف کو مسیح کا جسمانی باپ قرار دینے کے منافی ہو۔ اناجیل کی اندرونی شہادت اور تواریخ کی مدد سے مسیح کی پیدائش کے بارے میں ایک معقول پسند جس نتیجہ پر پہنچتا ہے وہ یہی ہے۔ کہ مسیح عام طریق ہی پیدا ہوا تھا۔ اور کہ اس کی پیدائش کو معجزانہ ماننا اپنے اوپر روح القدس یا معجزانہ پیدائش کے سلسلہ کے ان تمام افراد کیلئے بھی جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ دروازہ کھولنا ہے۔ ایسی صورت میں اگر ایک کیلئے تو وہ دروازہ کھول دیا جائے اور دوسروں کے لئے بند کر دیا جائے تو یہ بے انصافی ہوگی۔

اعراقی۔ بے شک یہ بے انصافی ہوگی +

انجیلوں میں خدا کا بیٹا

اعراقی۔ مگر انجیلوں میں جگہ جگہ مسیح کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔ اسکی بھی تو کوئی وجہ ہونی چاہئے +

مسلم - یہ کوئی لاینحل معمہ نہیں ہے۔ اگر آپ اناجیل کا مطالعہ کر جائیں تو آپکو بخوبی پتہ لگ جائیگا کہ اناجیل میں مسیح علیہ السلام کو ہی خدا کا بیٹا نہیں کہا گیا بلکہ تمام انسانوں کو ہی خدا کا بیٹا مانا گیا ہے +

عراقی - کیا آپ مہربانی کر کے اناجیل کے ایسے تمام مقامات کا مجھے حوالہ دینگے تاکہ میں بھی انکا مطالعہ کر کے تسلی پا سکوں +

مسلم - میں اس کے متعلق آپکو ایک نہایت ہی مفید اور معلومات سے پُر چھوٹا سا ٹریکٹ دیتا ہوں۔ جو میرے نہایت ہی قابل بزرگ جناب قاضی محمد سلیمان صاحب سابق سشن جج پٹیالہ مصنف رحمۃ للعالمین کے قلم فیض رقم کا نتیجہ ہے۔ آپ میرے سامنے ہی اس ٹریکٹ کا مطالعہ فرمائیں تاکہ آپکے شکوک دور ہو جائیں۔

عراقی - میں اس عنایت کے لئے آپکا نہایت ہی ممنون ہوں۔

مسلم - یہ لیجئے اس ٹریکٹ کا نام ہے "انجیلوں میں خدا کا بیٹا"۔ ذرا اسکو پڑھتے جائیں۔

عراقی - ٹریکٹ کا بدیں الفاظ مطالعہ کرتا ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحَانَهٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۙ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَادِقِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

انجیلوں میں خدا کا بیٹا

میرے دل میں آیا۔ کہ انجیلوں میں جہاں جہاں ... خدا کا بیٹا ... ان سب مقامات کو دیکھنا چاہئے۔ کہ ... [illegible]
... سے میں جاؤں انجیلوں کو دیکھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ... مقامات ... [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

وغیرہ کے حوالے بھی ایزاد کئے جائینگے۔ ناظرین غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ اور جب
مضمون ختم کرلیں تو شکر کریں۔ کہ ہمارے خالق ومالک نے ہمکو اپنا عرفان اس کلام پاک
کیواسطے سے عطا فرمایا ہے۔ جسے میں پیشانی پر لکھ چکا ہوں اور اب پھر لکھتا ہوں ۔
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۔

(۱)۔ لوقا پہلے باب میں ہے۔ کہ فرشتہ نے مریم کے سامنے جاکر کہا تھا۔
۳۱۔ اور دیکھ تو حاملہ ہوگی۔ اور بیٹا جنیگی۔ اور اسکا نام یسوع رکھیگی ۔
۳۲۔ وہ بزرگ ہوگا۔ اور خدائے تعالے کا بیٹا کہلائیگا۔
متی میں ہے کہ یوسف جسکی منگنی مریم سے ہوئی تھی، کو خواب میں فرشتہ نے کہا تھا۔
اے یوسف بن داؤد نبی جو رو مریم کو اپنے یہاں لے آنے سے مت ڈر کیونکہ جو
اس کے رحم میں ہے۔ سو روح القدس سے ہے۔ (۱/۲۰)۔
اور وہ بیٹا جنیگی۔ اور تو اس کا نام یسوع رکھیگی۔ (۱/۲۱)
لوقا نے مریم سے فرشتہ کے کلام کا ذکر کیا ہے۔ مگر متی میں اسکا ذکر نہیں۔
مرقس اور یوحنا میں نہ وہ بیان ہے جسے لوقا بیان کرتا ہے نہ وہ بیان جسے متی نے لکھا ہے۔
[illegible] یہ غور کرنا ہے کہ فرشتہ جس نے مریم اور یوسف سے باتیں کی ہیں۔ اسکے الفاظ یا
[illegible] دونوں [illegible] کہ بیٹا جنے گی اور اسکا نام یسوع رکھیگی رہا تھا۔
[illegible] خدائے تعالے کا بیٹا کہلائیگا۔ یہ فقرہ صرف لوقا نے روایت
کیا ہے۔ اور تینوں انجیلیں اس سے خاموش ہیں۔
اول تو جب چار گواہوں میں سے تین کچھ ذکر نہ کریں تو ایک گواہ کی شہادت خصوصاً
جبکہ وہ بہت ہی عجیب بات زیادہ بڑھاتا ہو تب سے قبول کرنیکے لائق ہوتی ہے لیکن۔
(۲)۔ اس پر بھی ہم لوقا کے الفاظ پر مزید غور کرنا چاہتے ہیں۔ لوقا کے الفاظ یہ ہیں۔
"وہ خدا کا بیٹا کہلائیگا"
کیا ان الفاظ کے یہ معنے ہیں کہ مسیح خود فرمائیگا۔ کہ مجھے خدا کا بیٹا کہو۔ یا اس
کے معنے یہ ہیں کہ لوگ ایسا کہنے لگ جاوینگے۔
اگر کوئی شخص ان الفاظ کے پہلے معنے بیان کرتا ہے۔ تو اُسے چاروں انجیلوں
میں کہیں بھی نہیں ملیگا جہاں مسیح نے کسی کو فرمایا ہو۔ کہ مجھے خدا کا بیٹا کہو۔

رہی صورت دوم۔ کہ لوگ اُسے کہنے لگ جاوینگے۔ یہ بیشک بہت لوگوں پر صادق آتی ہے۔ مگر اس سے صاف ظاہر ہوتا کہ ایسا کہنا صرف لوگوں کا اپنا فعل ہوگا +

(۲) دوسرا موقعہ جہاں مسیح کی بابت لفظ "خدا کا بیٹا" انجیلوں میں مستعمل ہوا ہے درج ذیل کیا جاتا ہے

متی ۳ : ۱۶ اور یسوع بپتسمہ پا کے جوں ہی پانی سے نکلکر اوپر آیا۔ اور دیکھو کہ اُسکے لئے آسمان کھُلگیا۔ اُسے خدا کی روح کو کبوتر کی مانند اُترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا +

متی ۳ : ۱۷ اور دیکھو کہ آسمان سے ایک آواز آئی۔ کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ جس سے میں خوش ہوں"۔ اب مرقس کو دیکھو :-

۱ : ۱۰ اور جونہی وہ پانی سے باہر آیا۔ آسمان کو کھلا۔ اور روح کو کبوتر کی مانند اپنے اوپر اُترتے دیکھا +

اب لوقا کو دیکھو۔ ۳ : ۲۱ اور ایسا ہوا کہ جب سب لوگ بپتسمہ پا چکے تھے اور یسوع بھی بپتسمہ پا کر دعا مانگ رہا تھا۔ آسمان کھل گیا +

۳ : ۲۲ اور روح قدس جسم کی صورت میں کبوتر کی طرح اس پر اُتری۔ جو یہ کہتی تھی کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے۔ میں تجھ سے راضی ہوں +

ہر سہ اناجیل کے بیانیں جو ضروری اختلاف میں انپر غور کر رہا ہے +

(۱) متی کے الفاظ "یہ میرا پیارا بیٹا" اور مرقس اور لوقا کے الفاظ "تو میرا پیارا بیٹا" دو الگ معنی کے بتلانے ہوئے ہیں۔ کہ آواز کا مقصد یہ تھا کہ اُنکو بتلا دیا جائے مگر مرقس و لوقا کا مطلب یہ ہے کہ خود مسیح کو بتلا دیا جائے۔ متی کا مطلب یہ ہے کہ لوگ تب تک نہیں جانتے تھے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ اسلئے آواز نے لوگوں کو بتلایا۔ مرقس و لوقا کا مطلب ہے کہ مسیح بھی نہیں جانتا تھا۔ کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ آواز [illegible]

(۲) متی اور مرقس بتلاتے ہیں کہ جو آواز آئی تھی۔ وہ آسمان سے آئی تھی۔ مگر لوقا بتلاتا ہے۔ کہ یہ فقرہ خود روح القدس نے کہا تھا +

متی اور مرقس کے بیان کے مطابق [illegible] نہیں [illegible] کون [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ آواز جو آئی تھی وہ [illegible] کی [illegible] بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فقرہ کا کہنے والا روح القدس [illegible] کیا مسیح [illegible] ایسا نہیں [illegible]

[illegible]

یوحنا ۱/۳۲ اور یوحنا نے یہ کہکے گواہی دی کہ میں نے روح کو کبوتر کی طرح آسمان سے اُترتے دیکھا اور وہ اُس پر ٹھہری +

۱/۳۳ اور میں اُسے نہ جانتا تھا پر جس نے مجھے بھیجا کہ پانی سے بپتسمہ دوں اُس نے مجھ سے کہا کہ جس پر تو روح کو اُترتے اور ٹھہرتے دیکھے۔ وہی ہے جو روح القدس سے بپتسمہ دیتا ہے +

۱/۳۴ میں نے دیکھا اور گواہی دی کہ یہی خدا کا بیٹا ہے +

یوحنا نے ۱/۳۳ میں یہ باور کرانا چاہا ہے کہ وہ مسیح کو نہیں جانتا تھا ہم یوحنا کا ادب کرتے ہیں اسلئے بھولجانا چاہئے کہ یوحنا و مسیح دونوں ہی قریبی رشتہ دار ہیں۔ اور یوحنا نے جب وہ ماں کے پیٹ میں تھا مسیح کو جب وہ ماں کے پیٹ میں تھا۔ سجدہ کیا تھا +

یہ بھی بھولجانا چاہئے۔ کہ یوحنا اسی باب کے ۲۹ و ۳۰ ورس میں یعنے "میں اُسے نہ جانتا تھا" کے اوپر کے فقروں میں مسیح کی بڑی تعریف بھی کر چکے ہیں +

ہمکو اصل مضمون پر غور کرنا چاہئے کہ یوحنا نے اس قصہ کو جس طرح پر بیان کیا ہے۔ وہ تینوں انجیلوں سے بالکل الگ ہے۔ اس انجیل میں یہ ذکر نہیں کہ لوگوں نے مسیح پر کوئی کبوتر اُترتے دیکھا یہ بھی ذکر نہیں کہ آسمان سے کوئی آواز سنائی دی۔ خواہ وہ آواز "تو میرا پیارا بیٹا" کی ہو یا یہ "میرا پیارا بیٹا" کی۔ بلکہ اس انجیل میں تو یوحنا بپتسمہ دینے والا کبوتر کی شکل میں روح کے اُترنے کا واقعہ صرف اپنی رویت کا بتلاتا ہے۔ اور آواز کا ذکر تک نہیں کرتا خیر یہی مان لو اب دیکھنا ہے کہ یوحنا کو حکم کیا تھا۔ اور اُس نے حکم سے بڑھکر گواہی کیا دی +

حکم کے الفاظ یہ ہیں۔ "جس پر تو روح کو اُترتے اور ٹھہرتے دیکھے۔ وہی ہے جو روح قدس سے بپتسمہ دیتا ہے" +

شہادت یہ ہے۔ گواہی دی کہ "یہی خدا کا بیٹا ہے" یوحنا صاحب نہیں بتلاتے کہ حکم کے خلاف گواہی کیونکر دی +

اب یہ بھی غور کرو۔ کہ متی۔ مرقس۔ لوقا نے یوحنا کی شہادت یا گواہی کا ذکر تک نہیں کیا۔ اور انجیل یوحنا۔ آسمانی آواز کا ذکر تک نہیں کرتی +

بڑا اختلاف عظیم اس بات [illegible] ہے [illegible] وہ صاف [illegible] ہماری آنکھ کے سامنے ہوا [illegible] کہتے ہیں کہ آسمانی آواز نے مسیح کو اپنا بیٹا کہا ہے

ایک کہتا ہے کہ کبوتر کی شکل والی روح نے مسیح کو اپنا بیٹا کہا۔
ایک کہتا ہے یوحنا بپتسمہ دینے والے نے مسیح کو خدا کا بیٹا کہا +

حالانکہ یہ چاروں اس خاص وقت کا ذکر کرتے ہیں جس وقت کہ مسیح نے بپتسمہ حاصل کیا تھا۔ یہ اختلاف عظیم واقعہ کی اصلیت کو ہی محو کر دیتا ہے +

(۳) تیسرا موقعہ جہاں "خدا کا بیٹا" استعمال ہو۔ ہو سکا ذکر انجیل متی ۴ باب ۳ و ۶ اور لوقا ۴ میں موجود ہے متی اور لوقا کے ان مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی آزمائش ابلیس نے کی تھی +

متی میں ہے ۴ باب ۳ و ۶ کہ ابلیس نے دو دفعہ مسیح کو خدا کا بیٹا کہا۔ اور لوقا میں ہے کہ ایکدفعہ اول تو یہ دیکھنا ہے کہ کیا مسیح اور ابلیس کی آزمائش کا واقعہ ٹھیک ہے۔ تب تک دونوں مذکورہ بالا مصنف تو کہتے ہیں۔ مگر مرقس اور یوحنا خاموش ہیں یعنی اور اثبات کی طرف برابر کے گواہ ہیں۔ خیر متی اور لوقا کو ترجیح دیدو لیکن کیا اس مقام سے کوئی شخص دلیل پکڑ سکتا ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ ہرگز ایک تو نہیں۔ کیونکہ یہ قول ابلیس کا ہے۔ اور زیادہ دلیل یہی ہے کہ جب مسیح نے ابلیس کو جواب دیا ہے تو اس میں اپنے آپکو انسان بتلایا ہے۔ دیکھو متی ۴:۴۔ اسلیئے اس مقام سے بھی خدا کا بیٹا کہنا صحیح نہ ہوا +

(۴) ایک اور موقعہ متی ۱۷ باب میں درج ہے کہ ایک نورانی بدلی نے اس پر سایہ کیا۔ اور دیکھو اس بدل سے ایک آواز اس مضمون کی آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ جس سے میں خوش ہوں۔ تم اسکی سنو۔ اس واقعہ کا ذکر مرقس، یوحنائی انجیلوں میں نہیں ہے۔

ذرا براہ مہربانی اس ..... دم کا لفظ بھی یاد رکھیئے کہ بدلی نے تو خواہ کچھ کہا۔ مگر مسیح کی زبان نہیں بدلی۔ وہ تو اپنے آپ کو ابن آدم ہی کہتا ہے۔ اب خواہ کوئی بدلی کے الفاظ کو مان لے۔ خواہ کوئی مسیح کے ..... اس شہادت میں بالکل اکیلا ہے +

(۵) متی اور یوحنا ..... میں ..... بیرونی ..... کو ..... خدا کا بیٹا کہا تھا۔

متی اور یوحنا کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے ..... قصہ کا ذکر ..... وہ یوحنا ..... نہیں۔ اور یوحنا ..... قصہ کو درج کرتا ہے۔ وہ ..... +

ذرا غور سے پڑھو متی ..... اطراف میں ..... سے پوچھا کہ لوگ ..... کہتے ہیں کہ میں ..... کون ہوں

..... کہا کہ بعض کہتے ہیں کہ تو یوحنا بپتسمہ دینے والا ہے

گئے چار روز ہو چکے تھے۔ اور پھر مسیح نے بہت لوگوں کے سامنے لعزر کو زندہ کر دیا +
یہ قصہ اپنی نوعیت میں بالکل عجیب ہے۔ اور ضروری تھا کہ اسکی شہرت بہت بڑی
ہوئی ہوتی۔ مگر متی مرقس لوقا میں اس قصہ کا ذکر تک نہیں +

علیٰ ہذا مرتھا کا جو قول ہم نے ۱۱ یوحنا کے حوالے سے لکھا ہے۔ وہ بھی ہر سہ
اناجیل میں نہیں ہے جن لوگوں کو بائبل کا علم ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ انجیل یوحنا سے انجیل لوقا بعد
میں لکھی گئی ہے۔ اور لوقا نے اپنی انجیل کے لکھنے میں دو باتوں کا وعدہ کیا ہے +
(الف) سب واقعات کو سرے سے (ب) ٹھیک ٹھیک طور پر دریافت کر کے لکھے +

پس جب یہ تمام داستان ہی اسمیں درج نہیں ہے تو صرف ایک فقرہ کا نہ ہونا تو کچھ بھی
تعجب انگیز نہ رہا۔ اسلئے ثابت ہو گیا کہ مرتھا کے اس قول کی متی۔ مرقس۔ لوقا تصدیق نہیں
کرتے اور موجودہ حوالہ سے مسیح کو خدا کا بیٹا کہنا صرف ایک عورت کی تقلید کرنا ہے +

مزید براں یہ بھی غور طلب ہے۔ کہ جو کچھ مسیح نے مرتھا سے سوال کیا تھا۔ کیا اس کا
جواب ٹھیک سوال کے مطابق تھا؟ یا نہیں۔ دیکھو +

یوحنا [۲۵/۱۱] یسوع نے اس سے کہا۔ قیامت اور زندگی تو میں ہی ہوں۔ جو مجھ پر
ایمان لاوے اگرچہ وہ مر گیا ہو تو بھی جئیگا +

[۲۶/۱۱] اور جو کوئی جیتا ہے اور مجھ پر ایمان لاتا ہے کبھی نہ مریگا۔ کیا تو اسپر یقین رکھتی ہے۔
اس کے بعد [۲۷/۱۱] ورس میں مرتھا کا جواب آتا ہے۔ اس نے کہا ہاں اے خداوند میں یقین رکھتی ہوں
ہے۔ کہ خدا کا بیٹا مسیح جو دنیا میں آنیوالا تھا۔ تو ہی ہے +

حضرت مسیح تو ایمان اور اطاعت کی بابت دریافت کرتے ہیں۔ اور وہ
خود مسیح کی ماہیت کی بابت جواب دیتی ہے +

غرض اس مقام کے بموجب بھی مسیح کو خدا کا بیٹا کہنا درست نہیں ٹھیرا +

(۱۱) یوحنا نے [۱۸/۱] میں لکھا ہے خدا کو کسی نے کبھی نہ دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اسنے بتا دیا +
اکلوتا بیٹا۔ خاص یوحنا کی انجیل کی خترع ہے۔ کیونکہ متی مرقس لوقا میں سے کسی نے اس لفظ کا
استعمال نہیں کیا یوحنا نے تو [۱/۳] میں بھی اسکا استعمال کیا ہے۔ مگر اور کسی انجیل نے مسیح کیلئے ایک جگہ بھی یہ لفظ نہیں لکھا
الفاظ اکلوتا بیٹا۔ جو باپ کی گود میں ہے کے یہ معنے کرنے کہ مسیح خدا کا اکلوتا
بیٹا جو خدا باپ کی گود میں ہے۔ بائبل اصلاح دینا ہے۔ اسلئے ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ مسیح

جو اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا۔ اور ابھی باپ کی گود میں ہی تھا۔ وہ خدا کو بتاتا تھا +

اس سے حضرت مسیح کی تعریف پوری پوری نکلتی ہے۔ کہ بچپن ہی سے حضرت مسیح لوگوں کو خدا کا عرفان بتلاتے تھے پس جو معنے لوگوں نے سمجھے ہیں وہ یہاں بالکل نہیں بنتے ہیں +

(۲) متی ۱۱ باب ۲۷ میں ہے میرے باپ سے سب کچھ مجھے سونپا گیا۔ اور کوئی بیٹے کو نہیں جانتا مگر باپ اور کوئی باپ کو نہیں جانتا مگر بیٹا +

مرقس ۱۳ باب ۳۲ میں ہے۔ مگر اس دن۔ اس گھڑی کی بابت سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا +

لوقا ۱۰ باب ۲۲ میں وہی ہے۔ جو متی ۱۱ باب ۲۷ میں اوپر لکھا ہے +

یوحنا ۵ باب ۲۱ میں ہے جس طرح باپ مردوں کو اٹھاتا ہے بیٹا بھی جسے چاہے جلاتا ہے +

یہ چار مقامات ہیں جن میں باپ اور بیٹا کا لفظ حضرت مسیح کی زبان پر مستعمل ہونا بیان ہوا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہودی جو حضرت مسیح پر کفر بکنے کا الزام لگایا کرتے۔ مسیح پر پتھر برسانے کا موقعہ ڈھونڈا کرتے تھے۔ یہی سمجھا کرتے تھے کہ یہاں بیٹا کہہ کر اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا ہے لیکن غور کرو کہ یہاں بیٹا بطور مضاف کے آیا ہے۔ اور اس کا مضاف الیہ موجود نہیں ہے۔ اسلئے بالکل بیہودہ ہوگا۔ اگر ہم اس لفظ بیٹا کا مضاف الیہ خدا کو قرار دیں۔ حالانکہ حضرت مسیح کی عام اصطلاح کے موافق بہتر ہے کہ آدم کا بیٹا۔ ابن انسان۔ اس حکایت۔ آدم کا بیٹا ابن آدم کہا کرتے تھے یعنی مرد کو انسان یا آدم زاد وغیرہ سے کسی حرف سے مضاف قرار دیں۔ تاکہ ہم یہودیوں کی سمجھ والے نہ ٹھہرنے جائیں اور تاکہ ہم وہی الزام مسیح کو نہ لگائیں۔ جو اسکے دشمنوں نے اسے لگایا تھا +

حقیقت الامر

یہ ہے کہ باپ بیٹا کا لفظ اگر کہیں مسیح نے بولا ہے تو بطور مجاز کے ہے۔ اور اس سے اصلی معنے لفظ کے جو لغت میں ہیں ہرگز مقصود نہیں +

ہم آگے چل کر بتائینگے ذرا اعمال کو تو دیکھ لیں +

اعمال ۸ باب ۳۷ میں ہے میں ایمان لاتا ہوں کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ ذرا اس پر

سے پڑھنا شروع کیجئے۔ تب پتہ لگ جاوے گا کہ ایک خوجہ نے فیلبوس سے
بپتسمہ لیا تھا۔ یہ مقصود اس خوجہ کا ہے۔ فیلبوس کی تعلیم نہیں ٭

اب کیا ہم ایک خوجہ کی سمجھ کو اپنا ایمان ٹھہرائینگے؟

اعمال ۹ باب ۲۰ میں ذکر ہے۔ کہ ساؤل منادی کرنے لگا۔ کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔
ذرا اسی باب کے ۳ سے ۶ درس کو پڑھ لو کہ جو نور اس کے گرد چمکا۔ اور جو آواز
اس نے سنی تھی اس میں یہ تعلیم نہیں دی گئی تھی کہ وہ مسیح کو خدا کا بیٹا کہے ٭

۱۷ و ۱۸ درس بھی پڑھ لیجئے۔ جو گفتگو حنانیاہ نے ساؤل سے رویا کے موافق
کی۔ اس میں بھی یہ تعلیم نہیں دی گئی۔ اب سوچنا چاہئے کہ ساؤل کو جب تعلیم نہیں
دی گئی تھی تو اسے اپنی طرف سے خود ہی ایک بات بنا لینے کا کیا اختیار تھا ٭

اعمال ۱۳ باب ۳۳ میں زبور کا حوالہ دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ دوسرے زبور میں یہ لکھا ہے
تو میرا بیٹا ہے۔ آج تو مجھ سے پیدا ہوا ٭

اب زبور ۲ باب ۷ کو پڑھو۔ اسکے الفاظ یہ ہیں۔ تو میرا بیٹا ہے۔ میں آج کے دن تیرا باپ ہوا ٭
جب غور کروگے تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ آج تو مجھ سے پیدا ہوا۔ اور الفاظ میں آج
کے دن تیرا باپ ہوا کے مفہوم اور اثر میں بڑا بھاری تفاوت معلوم ہو جائیگا۔

اب یہ قرار دینا ہے کہ ان الفاظ زبور کو کس کے حق میں سمجھیں۔ کتاب
اعمال کا لکھنے والا تو ان الفاظ کو یسوع کے حق میں کہتا ہے۔ مگر زبور ۲ باب کا
۷ درس اس طرح شروع ہوتا ہے ٭

میں حکم کو آشکارا کرونگا کہ خداوند نے میرے حق میں فرمایا۔ تو میرا بیٹا ہے

اب مقابلہ کرو۔ داؤد نبی کا اور اس کا جس نے کتاب اعمال لکھی یعنی مقابلہ
کرو زبور کا اور کتاب اعمال کا ٭

کیا ایسی حالت میں ہم کو مناسب ہے کہ ایسے جھگڑے کی حالت میں ہم ایسے
گول مول لفظوں کو عقیدہ اور ایمان کی بنیاد بنائیں ٭

جب زبور میں صاف ہے کہ یہ فقرہ داؤد کے حق میں ہے تو ظاہر ہے کہ نام
کو اسے مجاز سمجھینگے بس آپ سمجھ لیں کہ اگر کسی جگہ انکو ایسا مقام نظر پڑے۔ جہاں کہ
خداوند خدا ہی نے مسیح کو اپنا بیٹا کہا ہو تب اسے بھی مجاز سمجھنا چاہئے ٭

میں ہے جو ۱/۴ رومیوں میں ہے ۔

لیکن پولوس کے خط رومیوں والے کے فقرہ ۱/۴ کے ساتھ یوحنا کے پہلے خط کے ۴ باب کو بھی پڑھ لو ۔

اے پیارو ۔ تم ہر ایک روح کو یقین نہ کرو ۔ بلکہ روحوں کو آزماؤ کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں کہ نہیں کیونکہ بہت سے جھوٹے پیغمبر دنیا میں نکل گئے ہیں ۔

۲ ۔ اسی سے خدا کی روح کو پہچانو ۔ ہر ایک روح جو اقرار کرتی ہے کہ یسوع مسیح جسم میں آیا ہے ۔ اور وہ خدا کی طرف سے ہے ۔

۳ ۔ اور ہر ایک روح جو اقرار نہیں کرتی ۔ کہ یسوع مسیح جسم میں آیا خدا کی طرف سے نہیں ۔ یہی مسیح کے مخالف ہے ۔

ہم کو اندیشہ ہے کہ یوحنا کا یہ اشارہ کس کی طرف ہے ۔ یہ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وقت کے کسی شخص پر ناراض ہے ۔ اور اسکو جھوٹی روح اور جھوٹا نبی کہتا ہے ۔ اور یہ بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص میں جو یوحنا کے نزدیک جھوٹا نبی ہے ۔ اور یوحنا میں جھگڑا مسیح کی شخصیت بطور جسم یا بغیر جسم کی بابت ہو ۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی اور شخص ہوگا ۔ مگر اتنا تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ۱/۴ رومیوں میں پولوس ہی نے جسم اور روح کے اعتبار سے دو حیثیتوں کا ذکر کیا ہے ۔

میرا مدعا صرف اتنا ہی ہے کہ جب یہ مسئلہ اتنا پیچیدہ ہے ۔ کہ دو حواری بھی اسے حل نہیں کر سکے ۔ اور وہ یوحنا جو اپنے اس خط میں محبت پر پورا زور دیتا ہے ۔ وہی اپنے زمانہ کے ایک جھوٹی روح یا جھوٹے نبی کا ذکر کر کے اس سے بچنے کی تعلیم بھی دیتا ہے تو ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ الفاظ خدا کا بیٹا استعمال کرنے میں ہم بالکل بیٹ دینے محفوظ ہیں ۔ بہتر ہوگا کہ اس غلطی کو چھوڑ دیا جائے ۔

انجیلوں میں بہت جگہ خدا کو باپ کہا گیا ہے ۔ لیکن وہ بھی مجازی ہے دیکھو ۔

۸ ۔ ۴۱ یوحنا تب انہوں نے اس سے کہا ہم حرام سے پیدا نہیں ہوئے ہمارا باپ ایک ہے ۔ یعنے خدا ۔

۴۲ یسوع نے انہیں کہا اگر خدا تمہارا باپ ہوتا تو تم مجھے عزیز جانتے ۔

۴۴ تم اپنے باپ شیطان سے ہو ۔

کوئی شخص شک نہ کریگا۔ کہ خدا تمہارا باپ۔ اور اپنے باپ شیطان کے الفاظ بالکل مجازی ہیں +

علی ہذا پولوس ۱/۴ گلتیوں میں کہتا ہے "کہ وہ ہم کو ہمارے باپ خدا کی مرضی کے مطابق اس خراب دنیا سے خلاصی بخشے" +

پولوس جبکہ خدا کو نہ صرف سب کا باپ کہتا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ مسیح کو بھی اپنا بھائی بتلا رہا ہے۔ اور اس سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ باپ کا لفظ بالکل مجازی استعمال ہوا ہے۔ اس استعمال کو مجاز سمجھانے کے لئے متی ۵/۴۸ و ۶/۹ و ۲۳/۹ و ۲۴/۳۶ و ۲۶/۲۹ و ۵/۱۶ و ۱۵/۱۲ و ۱۳/۱۵ و ۱۵/۳۶ اور لوقا ۱۱/۲ میں باپ کے ساتھ آسمان کا استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی آسمانی باپ کہا ہے۔ حق کے طالبوں اور حقیقت کے متلاشیوں کو لازم ہے کہ بہت جلد مجاز کو چھوڑ دیں اور اس لفظ کو جس کے استعمال نے بہت لوگوں کو شرک میں ڈالدیا ہے بالکل ترک کریں +

مگر اس بحث کو صحیح نہ سمجھیں۔ کہ یہ الفاظ حقیقی معنے میں ہیں۔ بلکہ یوں کہیں کہ یہ اصل معنے ہی میں ہیں۔ تو آؤ دیکھیں۔ کہ یہ شرف اور بزرگی صرف مسیح ہی کو حاصل ہے۔ یا کسی اور کو بھی ہے +

استثنا ۱۴/۱ پڑھو "تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو" اس فقرہ میں کھول بنی اسرائیل کو فرزند کہا گیا ہے +

استثنا ۳۲/۵ صرف کج رو۔ گردنکش لوگوں کو خدا کے فرزند ہونے سے انکار کیا ہے۔ متی ۵/۹ پڑھو "مبارک ہیں وہ جو صلح کرنے والے ہیں۔ کیونکہ خدا کے فرزند کہلائیں گے +

لوقا ۶/۳۵ میں ہے۔ اپنے دشمنوں کو پیار کرو۔ اور بغیر بازیافت کی امید نہ رکھ کے قرض دو تو تمہارا اجر بڑا ہوگا۔ اور تم خداے تعالی کے فرزند ہوگے +

رومیوں ۸/۱۴ میں ہے۔ جتنے خدا کی ہدایت سے چلتے ہیں۔ وہ خدا کے فرزند ہیں +

گلتیوں ۳/۲۶ کیونکہ تم سب کے سب اس ایمان کے سبب جو مسیح یسوع پر ہے۔ خدا کے فرزند ہو +

یوحنا ۳/۱ دیکھو کیسی محبت خدا نے ہم سے کی کہ ہم خدا کے فرزند کہلائیں +

یوحنا ۳ باب ۲۔ اے پیارو ہم خدا کے فرزند ہیں۔ اور ہنوز ظاہر نہیں ہوا کہ ہم کیا کچھ ہونگے
ان حوالجات سے نکلتا ہے کہ کتنے کروڑوں۔ انسان شخص خدا کے فرزند ہیں ۔
شاید کوئی شخص کہے۔ کہ مسیح کے لئے آسمانی باپ کا فرزند۔ یا فرزند خدا
خاص طور پر کہا گیا ہے۔ اور کوئی شخص ان کے ساتھ اس خصوصیت
میں شامل نہیں۔ لیکن ایسا سمجھنا بھی غلط ہے ۔
کیونکہ متی ۵ باب ۴۵ میں ہے۔ تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے فرزند ہو ۔
اور رومیوں ۹ باب ۲۶ میں ہے اور ایسا ہوگا کہ جس جگہ انہیں کہا گیا کہ تم میری
قوم نہیں ہو۔ اسی جگہ وے زندہ خدا کے فرزند کہلاوینگے ۔

ان سب عبارتوں سے یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ حضرت مسیح کے لئے فرزند کا
کوئی خاص لفظ جو دوسرے کے لئے نہ ہو۔ باقی نہیں رہ جاتا ہے۔ اور اس
لئے یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم حضرت مسیح کو ان کی اعلیٰ شان کے درجہ میں
میں اس لفظ کا اطلاق نہ کریں جسے کروڑوں شخص اپنے لئے بھی ویسا ہی ثابت
سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ مسیح کے لئے۔ غرض حضرت مسیح کی محبت اور مسیح کی عظمت و رتبہ
کی صداقت ہی ہم کو مجبور کرتی ہے کہ ہم حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا نہ کہیں
بلکہ وہی کہیں جو مسیح نے اپنے لئے خود کہا۔ اور جو کتاب میں کسی دوسرے
کے واسطے نہیں کہا۔ یا بیٹے پر کہا ۔

مسیح وہ ہے جسے خدا نے مخصوص کیا اور جہان میں بھیجا۔ یوحنا ۱۰ باب ۳۶ ۔ نقل

مستشرق صاحب آپ کا کیا خیال ہے ؟

اعرابی۔ حضرت! اس چھوٹے سے ترکیب میں تو جناب قاضی صاحب نے ابن اللہ
کے مقدمہ کا ایسا فیصلہ کر دیا ہے کہ کسی پادری کو دم مارنے کی مجال
نہیں رہی۔ مگر اب میں صرف اتنا جاننا چاہتا ہوں۔ کہ قرآن مجید نے مسیح
علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا شدہ مانا ہے۔ اس میں کیا مصلحت ہے ۔

مستشرق۔ اس بات پر کل بحث کی جاوے گی۔ کیونکہ آج وقت بہت ہو چکا ہے ۔

اعرابی۔ بہت بہتر۔ تو میں کل حاضر خدمت ہو جاؤں گا ۔

انیسویں فصل

صدیقہ مریمؑ اور ابن مریمؑ

اعترافی۔ السلام علیکم۔

مسلم۔ وعلیکم السلام! آپ تشریف لے آئے؟

اعترافی۔ میں حسب وعدہ حاضر خدمت ہوگیا ہوں۔ میں بہت رات تک اس بات پر غور کرتا رہا کہ اگر قرآن مجید۔ احادیث اور تفاسیر میں یہ لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ تو عیسائیوں کو ہم کیا جواب دے سکتے ہیں!

مسلم۔ احادیث یا تفاسیر میں تو مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا بے شک لکھا ہے مگر قرآن مجید نے تو کہیں اشارہ تک بھی نہیں کیا کہ مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوا تھا۔

اعترافی۔ مگر تمام اسلامی دنیا میں تو یہی ڈھنڈورہ پٹ رہا ہے کہ مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوا تھا اور جو مسلمان اسکو بغیر باپ کے پیدا شدہ نہیں مانتے اسکے ایمان میں خلل ہے۔ اور اگر مسیح علیہ السلام کا کوئی باپ ہوتا تو اس کا نام قرآن مجید میں ضرور دیا جاتا۔

مسلم۔ مسیحی لوگوں کی طرح مسیح علیہ السلام کی پیدائش و موت پر ہمارے ایمان یا اسلام کا دارومدار نہیں ہے۔ نہ ہی قرآن مجید نبیوں یا رسولوں کی شجرہ نسب نامہ ہے کہ وہ انکو بیان کرے۔ نہ ہی وہ اس بات کو اہم سمجھتا ہے۔ اور تو اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین تک کا قرآن مجید میں نام نہیں دیا گیا۔ حضرت موسیٰ اور نوح علیہ السلام جیسے بزرگ اور اولوالعزم اور صاحب شریعت پیغمبروں کے [illegible] کا بھی تو قرآن مجید میں نام نہیں دیا گیا۔ اب سوال صرف اتنا ہے کہ کیا مسیح علیہ السلام [illegible] ان ہونے طریقہ پر پیدا ہوئے تھے۔ یا عام انسانوں کی طرح؟ سو اس کا قرآن مجید نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ عام انسانوں کی طرح پیدا ہوئے تھے۔

اعترافی۔ یہی تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید نے اسکے متعلق [illegible]

مسلم۔ مسیح علیہ السلام کو اپنی پیدائش یا موت کے لحاظ سے دیگر رسولوں پر کسی قسم کی کوئی فوقیت نہیں دی گئی۔ چنانچہ رب العزۃ فرماتا ہے:

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ (المائدہ ع ۱۰)

مسیح ابن مریم محض خدا کا ایک رسول تھے۔ ان جیسے اور بھی بہت سے رسول ان سے پیشتر ہو چکے تھے۔ مسیح کی والدہ ایک صدیقہ عورت تھیں۔ دونوں ماں بیٹا دوسرے انسانوں کی طرح کھایا پیا بھی کرتے تھے۔ رب العزۃ نے انبیاء و رسل کے متعلق جو قواعد و ضوابط مقرر کر رکھے تھے مسیح ان سے مستثنیٰ نہیں تھے۔ نہ ہی رب العزۃ کو ضرورت تھی کہ وہ مسیح علیہ السلام کی خاطر اپنے قوانین میں کسی قسم کی تبدیلی کرتا۔ چنانچہ رب العزۃ کا یہی فرمان ہے:

سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا۔

(بنی اسرائیل ع ۸)

اے محمد! تجھ سے پہلے ہم نے جس قدر رسول بھیجے۔ ان کے لئے ایک ہی قاعدہ رہا ہے اور تم ہمارے اس قاعدہ میں رد و بدل نہیں دیکھو گے۔ دوسری جگہ رب العزۃ اپنے قواعد و قوانین کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا۔ (فاطر ع ۵)

تو رب العزۃ کے قوانین میں کسی قسم کی رد و بدل یا کسی قسم کا ہٹنا یا ترتیب بدلنا نہیں دیکھو گے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی پادری مسیح علیہ السلام کی کوئی فضیلت ہمارے رسول کریم پر ثابت کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنی جہالت کا ثبوت دیگا۔

اعتراض۔ یہ تو بالکل ٹھیک۔ مگر بغیر باپ کے کسی بچہ کو پیدا کر دینا بھی اسی کا قانون ہے۔

مسلم۔ رب العزۃ نے کائنات کی ابتدا میں ہر ایک چیز کا جوڑا جوڑا پیدا کر دیا۔ بلکہ جس قدر بھی مخلوقات ہوئی وہ ان ہی جوڑوں سے پیدا ہوئی۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (الذاریات ع ۳)

اور ہم نے ہر ایک چیز کا جوڑا جوڑا پیدا کر دیا۔ کہ تم اس بات پر غور کرو۔ اس قانون کی موجودگی میں مسیح علیہ السلام کی پیدائش بھی مرد و عورت کے جوڑے سے ہی ماننی پڑیگی۔

اعتراض۔ ہر ایک چیز میں تو یہ بات نہیں۔ ہوا، آگ، بجلی وغیرہ بیجان چیزیں بھی آتی ہیں ان کے جوڑے

کہاں ہیں؟

مسئلہ۔ جب رب العزۃ نے اپنی مخلوقات کے متعلق یک قاعدہ کلیہ بنا دیا تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ
خواہ جاندار ہوں خواہ بیجان۔ مٹی۔ ہوا۔ پانی ہوں۔ خواہ درخت وحیوانات خواہ انسان
سب کے جوڑے ہونگے۔ دنیا کی کسی چیز کو لیلو۔ اسکا جوڑا موجود ہے۔ کائنات میں جسقدر ذرّے
ہیں جب ان سب میں جوڑے موجود ہیں تو انکے باہمی اتصال سے دنیا بھر میں جسقدر جاندار
یا بیجان اشیا بنینگی۔ وہ جوڑا جوڑا ہونگی پتھر جن ذرات سے مرکب ہوتا ہے وہ دو دو جوڑے کا
سیل ہے۔ پانی جن ہواؤں سے ملکر بنتا ہے انکا بھی جوڑا موجود ہے بجلی ہوا۔ آگ۔ غرضکہ ہر ایک ذرہ
جوڑوں سے مرکب ہے۔ کدو یا خربوزے وغیرہ کی بیل کے پھولوں کو دیکھو۔ نر پھول الگ ہوگا۔ مادہ
پھول الگ ہوگا۔ سورج مکھی اور گیندے کے پھولوں کو دیکھو بظاہر وہ ایک ہی پھول نظر
آتا ہے مگر پھول کے اندر سینکڑوں نر و مادہ پھول جمع ہوتے ہیں۔ اگر نباتات کے اندر یہ
جوڑا جوڑا نہ ہوتا۔ تو نباتات معدوم ہو جاتی۔ دنیا میں نہ پھل ہوتے۔ نہ پھول۔ نہ درخت
نہ گھاس۔ بات رب العزۃ نے ٹھیک فرما دیا ہے۔۔

وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (الرعد)

لیے زمین میں جسقدر پھل پیدا ہوتے ہیں ان سب میں نر و مادہ کا جوڑا موجود ہے جب رب العزۃ نے
جاندار و بیجان ہر ایک چیز کا جوڑا پیدا [illegible]
[illegible] عورت [illegible]
[illegible]
[illegible] تو دنیا میں کوئی بھی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] مرد و عورت [illegible]
[illegible]
[illegible] کی موجودگی [illegible]
[illegible]
[illegible]

پر پیدا ہوا تھا سراسر غلط ہے ۔

اعترانی۔ یہ تو آپ انوکھی سی بات کہتے ہیں کیونکہ میں نے تو آجتک جس مولوی سے بھی پوچھا ہے۔ اس نے یہی جواب دیا ہے۔ کہ حضرت مریم صدیقہ جب ایام ماہواری سے پاکی کا غسل کرنیکے لئے پردہ میں گئیں تو انکے پاس خدا کا فرشتہ آیا۔ اور اس نے صدیقہ کے دامن کو چھید دیا۔ اسی سے وہ حاملہ ہوگئیں۔ اور آن واحد میں ان کے ہاں بچہ پیدا ہوگیا۔ اور پیدا ہونے کے ساتھ ہی لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے لگے۔

مسلم۔ یہ ان تمام کہانیوں کی طرح جو پیچھے بیان کی جاچکی ہیں محض گھڑنت ہے۔ رب العزۃ کی کتاب اس قسم کے رذیل خرافات سے بالکل پاک ہے۔ ہاں مسیحی لوگ اس خیال باطل کی تردید کیلئے کہ مسیح یا انکی والدہ نعوذ باللہ خدا یا تین خداؤں میں سے ایک یا دو خدا تھیں۔ قرآن پاک میں مسیح کے دردزہ کے ساتھ پیدا ہونیکا ذکر کرکے انکو الوہیت سے الگ کرکے ضرور دکھایا ہے۔

اعترانی۔ یہی تو میں چاہتا ہوں کہ آپ ذرا ان باتوں کو میرے لئے کھولکر بیان فرمادیں تاکہ میں ان شکوک سے نجات پاؤں۔ جو کہ اس پادری کے وعظ سے میرے دل میں پیدا ہوگئے ہیں ۔

مسلم۔ بہت بہتر۔ ذرا سنتے جائیں۔ پہلے حضرت مریم صدیقہ کی والدہ کی شہادت سنئے۔ صدیقہ کی والدہ یعنے عمران کی بیوی نے حمل کی حالت میں رب العزۃ کے حضور یہ دعا کی۔

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ
الْعَلِیْمُ ۔ (آل عمران - ع ۳)

اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے میں نے اسکو تیری نذر کیا قطعی آزاد دینی خدمت کیلئے پس تو میری دعا کو قبول کر یقیناً تو اپنے بندوں کی دعاؤں کو سننے اور جاننے والا ہے۔ صدیقہ کی والدہ کو یہ خیال تھا کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور میں اسکو دنیا کے کاروبار میں لگانے کی بجائے دین کے کام میں لگا دونگی۔ اس زمانہ میں دین کی بڑی بھاری خدمت یہی ہوتی تھی کہ وہ صورت میں نوشتے صحف آسمانی نقل کرتے رہتے تھے۔ چھاپہ خانہ کی ایجاد سے پیشتر یورپ میں بھی ایسے خدام کی بڑی بھاری تعداد انجیل کے نسخے نقل کرنے میں مصروف رہتی تھی۔ انکو تب کلرجی کہا جاتا تھا۔ ان کلرجیوں کی یادگار اب پادریوں کی شکل میں رہ گئی۔ یا آجکل کے دفتروں کے کلرک پیدا کلرک کی شکل میں رہ گئی۔ ورنہ کلرجی کا بائبل نویسی کا منصب کالعدم ہوچکا ہے۔

بائبل نویسوں کا گروہ چونکہ اپنی روٹی کے فکر سے قطعاً آزاد ہو کر رات دن اسی تحریر کے کام میں لگا رہتا تھا۔ اس لئے قرآن پاک میں اس دینی خدمت کے کرنے والوں کیلئے لفظ محرر کا استعمال کیا گیا۔ جسکے لغوی معنے آزاد کیا گیا ہیں۔ تحریر کے معنے ہی آزاد کرنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ النساء ع۱۳۔ جو شخص کسی مومن کو غلطی سے مار ڈالے تو اسکے عوض میں وہ ایک غلام کو آزاد کرے۔ اسی طرح قرآن مجید میں اکثر مقامات پر تحریر رقبہ یعنے غلام کو آزاد کرنیکا ذکر آیا ہے۔ جس طرح کلرک کا لفظ فی زمانہ کارک بنکر رہ گیا۔ اسی طرح زمانہ سابقہ میں دنیا کے علائق سے آزاد رہ کر صحف آسمانی کی خدمت کا جو کام تھا۔ وہ تو چھاپہ خانہ کی وجہ سے کالعدم ہو گیا۔ ہاں اسکی یاد میں محرر اور تحریر کے الفاظ باقی ہیں۔ صدیقہ کی والدہ نے بھی یہی خیال کر کے کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اسکو دین کی خدمت کے لئے مخصوص کر دینے کا وعدہ کرتے ہوئے محرر کا لفظ استعمال کیا۔ مگر جب بجائے لڑکے کے لڑکی پیدا ہوئی تو صدیقہ کی والدہ نے رب العزۃ کے دربار میں شکایت کی:۔

قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ
وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ

اے میرے پروردگار میرے ہاں تو یہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اور خدا بہتر جانتا تھا کہ اسکے ہاں کیا پیدا ہوگا۔ اور لڑکا اور لڑکی دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اب صدیقہ کی والدہ کو فکر ہوئی کہ لڑکی کو کیا کرے۔ مگر وہ اپنے وعدہ کے مطابق لڑکی کو خدمت کے خادموں کے پاس لے گئی۔ صومعے کے یہ خادم اسوقت حسب معمول صحف نویسی میں مشغول تھے جب لڑکی کا معاملہ ان کے سامنے پیش ہوا۔ تو انہوں نے

يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ
يَخْتَصِمُونَ۔ آل عمران ع۴۔

قلمیں اٹھا کر پھینک دیں اور اس بات پر بحث کرنے لگے۔ کہ لڑکی کو صومعہ میں قبول کیا جاوے یا نہ۔ اگر قبول کیا جاوے تو وہ کس کی زیر نگرانی۔
عراقی عمر میں نے تو ایک مولوی صاحب کو یہ قصہ بیان کرتے سنا تو کہ جب مریم صدیقہ کی پیدائش کا سوال اٹھا۔ تو جتنے خدام دین تھے۔ وہ دریا پر جا دوڑے۔

کنارے پر چلے گئے۔ اور انہوں نے دریا کے پانی میں اپنے اپنے قلم ڈال کر یہ فال لی۔ کہ جس کا قلم دریا کی دھار کے اوپر کی طرف جائے۔ وہی مریمؑ کا کفیل ہو چنانچہ باقی سب کے قلم یا تو پانی میں ڈوب گئے۔ یا بہاؤ کی سمت بہ گئے۔ مگر حضرت زکریا کا قلم دریا کے بہاؤ کی مخالف سمت میں اوپر کی طرف بڑے زور سے چڑھنے لگا جس سے مریم کی کفالت کے جھگڑے کا فیصلہ حضرت زکریا علیہ السلام کے حق میں ہو گیا +

مسلم۔ یہ محض جاہلانہ ڈھکوسلے ہیں۔ قرآن پاک میں اس قسم کا کوئی بیہودہ ذکر نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک معمولی سی بات تھی۔ کہ جب مریم صدیقہ کی والدہ یا والدین لڑکی کو خدمت میں لگانے۔ تو جتنے صحف نویس تھے۔ وہ تحریر یا صحف نویسی کے کام کو چھوڑ کر اس طرف متوجہ ہو گئے۔ اور سوچنے لگے کہ لڑکی کو دینی خدمت کیلئے قبول کیا جاوے یا نہ اگر قبول کیا جاوے۔ تو اسکا کفیل کون ہو۔ نہ وہ دریا پر جا کر دن بھر بیٹھے گئے۔ نہ سرکنڈے کے قلم دریا میں چھوڑنے لگے وہ لوگ ایسے بے کار نہیں تھے۔ جو یوں کھیل تماشہ کرتے۔ یہ بیکاری کا شغل تو ہمارے مفسرین کے ہی ہاتھ لگا۔ کہ انہوں نے بات کا بتنگڑ بنانے کے لئے مسیح علیہ السلام اور انکی والدہ صدیقہ کی ہر ایک حرکت کو معجزانہ رنگ میں رنگ چھوڑا ہے۔ ہمارے ان ہی مفسرین کے سہارے سے آریہ سماجی اسلام اور مسلمانوں کے برخلاف اکثر کو دھچانہ کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ اور سنتے ہیں کہ برا سست +

اعرابی۔ میں سمجھ گیا۔ اب آپ آگے ارشاد فرمائیں +

مسلم۔ صدیقہ کی والدہ کا ہرگز یہ منشا نہیں تھا۔ کہ انکی بچی عمر بھر کنواری رہے کیونکہ بطور دینداراور پرہیزگار رہنے کے وہ لڑکی کے عمر بھر کنوارا رہنے کے خطرات سے بخوبی آگاہ تھی۔ چنانچہ لڑکی کو دین کی خدمت کیلئے رب العزۃ کے سپرد کرتے وقت اس نے یہ دعا کی:۔

اِنِّی سَمَّیْتُہَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُہَا بِکَ وَذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

اے میرے پروردگار میں نے اپنی بچی کا نام مریم رکھا ہے میں اپنی اس بچی کو اور اسکی اولاد کو شیطان کے ہتھکنڈوں سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ صدیقہ کی والدہ کے ان الفاظ سے صاف ہویدا ہو رہا ہے کہ وہ نہ صرف اپنی دودھ پیتی بچی کی عصمت وعفت

کی حفاظت کیلئے دعا مانگ رہی ہے۔ بلکہ وہ اس بچی سے ہونیوالی اولاد کی عصمت
کے لئے بھی دعا کرتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صدیقہ کو صومعہ میں لیجانیکے
وقت انکی والدہ کے دل میں اپنی دودھ پیتی بچی کی شادی خانہ آبادی کا کس
قدر زبردست خیال موجود تھا۔ اب یہ بچی خادمان دین کے زیر سایہ خدا کی
حفاظت میں دن بدن بڑھ رہی ہے۔ چنانچہ رب العزۃ خبر دیتا ہے کہ:۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا۔ (آل عمران ع)

صدیقہ کے رب نے صدیقہ کو احسن طریقہ پر قبول کیا اور بے عیب طریقہ پر ان کا
نشو و نما کر کے جوان کر دیا۔ اب صدیقہ عمر کے ایسے حصے میں پہنچ چکی تھی جبکہ
انکے اپنے دل میں یا انکے محافظین کے دل میں صدیقہ کے متعلق امور
خانہ داری کا خیال آنا غیر فطرتی نہیں تھا۔ چنانچہ رب العزۃ نے خانہ داری
کے اس خیال کا نہایت ہی شستہ الفاظ میں یوں ذکر کیا ہے:۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ
اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ

اس وقت خدا کے پاکیزہ بندوں نے مریم سے یہ کہا کہ اے مریم اللہ تعالیٰ تجھے
اپنی طرف سے ایک خوشی کی بات سناتا ہے۔ یعنی عیسیٰ مسیح کی پیدائش جو مریم کا بیٹا
کہلائیگا۔ وہ دنیا اور آخرت میں صاحب وجاہت ہوگا۔ اور وہ خدا کے مقربین
میں سے ہوگا۔ اور بچپن اور جوانی میں ہی وہ لوگوں کو خدا کا کلام سنائیگا۔ اور وہ
بہت نیک ہوگا۔ تو جس وقت کہ صدیقہ کے کان میں یہ الفاظ ڈالے گئے۔
وہ انکے مفہوم کو فوراً سمجھ گئیں۔ کیونکہ اب وہ بچہ نہیں تھیں۔ بلکہ جانتی تھیں۔ کہ بچہ
کی پیدائش کیسے قدرتی اسباب کیا ہوتے ہیں۔ چنانچہ صدیقہ نے اس خوشخبری کو
سنکر ان پاک انسانوں کے سردار آقا سے کہا:۔

رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ۔

اے میرے آقا۔ میرے ہاں کیونکر بچہ ہوگا۔ درآنحالیکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک بھی
نہیں ہے۔ ان پاک انسانوں کے سردار نے جواب دیا۔ کہ

كَذَالِكَ اللهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔

تیر کہنا ٹھیک ہی۔ مگر رب العزۃ جب کسی بات کو منصۂ شہود پر لانا چاہتا ہی تو وہ اسکے جملہ اسباب مہیا کر دیا کرتا ہی۔ اور اس کے ذرا سے اشارہ سے وہ بات ہو جایا کرتی ہی +

اعتراض۔ یہ عجیب بات ہی کہ آپ ملائکہ کا ترجمہ پاک انسان کرتے ہیں۔

مسلم۔ یہودیوں میں کاہنوں یا نبوت کرنیوالوں کا جو گروہ تھا۔ وہ اکثر اسی قسم کی پیشینگوئیاں کرتا رہتا تھا۔ چونکہ صومعہ میں بھی اسی قسم کے لوگ تھے۔ بنا بریں مریم کی موجودگی میں ان کاہنوں کا صدیقہ کے متعلق اثناء گفتگو میں اس قسم کی پیشگوئی کا کر بیٹھنا کوئی معجزہ نہیں تھا۔ بلکہ معمولی سی بات تھی۔ اسی لئے ملائکہ کا ترجمہ میں نے پاکیزہ انسان یا کاہنوں کی جماعت کیا ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں پاک انسان کے لئے ملک یا فرشتہ کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہی جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں یوسف علیہ السلام کے متعلق انکی دیکھنے والی مستورات کے منہ سے یہ کلمات برآمد ہوئے:

وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ۔ یوسف ع

اور وہ سب یوسف علیہ السلام کو دیکھکر پکار اٹھیں۔ خدا شاہد ہی کہ یہ انسان نہیں ہی بلکہ یہ تو یقیناً کوئی بڑا ہی بزرگ فرشتہ ہی۔ ظاہر ہی کہ یوسف علیہ السلام اپنی پاکدامنی میں ضرب المثل تھے۔ اور جب عورتوں نے انکو ہر ایک ابتلا میں پھنسانے کے باوجود انکو اپنی پاکدامنی میں سمندری چٹان کی طرح مضبوط دیکھا۔ تو وہ بول اٹھیں۔ کہ یہ انسان نہیں۔ بلکہ کوئی فرشتہ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہی کہ ملک یا ملائکہ کا لفظ پاک انسانوں کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلئے میں نے ملائکہ کا ترجمہ پاک انسان کیا ہی +

اعتراض۔ مگر آپ نے رب کا ترجمہ آقا یا سردار کیسے کر لیا؟

مسلم۔ یہودی خود سردار کاہن کے لئے رب کا ہی لفظ استعمال کرتے تھے۔ قرآن مجید میں بھی اکثر مقامات پر رب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ان دو قیدیوں میں جو یوسف علیہ السلام کے ساتھ قیدخانہ میں بند تھے۔ ایک قیدی سے جو جلدی ہی رہا ہو جانیوالا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے قَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ کہا۔ کہ جب تو آزاد ہو جائے تو اپنے رب یعنے اپنے آقا کے پاس میرا بھی ذکر کر دینا۔

مانگتی ہوں۔ یہ کیا معاملہ ہے؟

مسلم۔ استغفر اللہ! یہ محض ہزلیات ہیں۔ جو ان مفسرین نے اپنی تفاسیر میں درج کی ہیں۔ حالانکہ معاملہ بالکل معمولی سا ہے۔ مگر ان مفسرین نے اسکو فضول قصے کہانیوں کے رنگ میں ایسا رنگ دیا ہے کہ اصلیت ہی گم کر دی ہے۔ ذرا سوچو تو سہی کہ کیا خدا کے فرشتہ کو نوجوان جوان کی شکل میں صدیقہ کے پاس آنیکا وہی موقع رہ گیا تھا جبکہ وہ ننگی نہا رہی تھیں۔ یہ محض بیہودگی کی باتیں ہیں۔ انکو ہرگز سچ نہیں ماننا چاہئے۔

اعرابی۔ میں سمجھ گیا۔ اب آپ آگے ارشاد فرمائیں۔

مسلم۔ جب صدیقہ کی سراسیمگی جو اپنے شوہر کو پہلی دفعہ یکلخت اپنے سامنے کھڑا دیکھکر ہوئی تھی۔ دور ہو گئی۔ تو اب دونوں میاں بیوی میں یوں بے تکلفی سے گفتگو ہونے لگی۔ صدیقہ نے کہا:۔

اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا۔ (مریم ع ۲)

صاحب! میرے ہاں کیسے بچہ ہو سکتا ہے۔ درآنحالیکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک بھی نہیں۔ دریں صورت تو میں چاردیواری سے بھی کبھی باہر نہیں گئی۔

اعرابی۔ مگر مفسرین تو بغیا کا ترجمہ زناکار اور بدکار کرتے ہیں۔

مسلم۔ استغفر اللہ! کیا ایک طاہرہ خاتون جسکو رب العزۃ نے دنیا بھر کی عورتوں پر شرف بخشا ہو۔ اپنے شوہر کے سامنے ایسے سوقیانہ خیالات کا اظہار کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں چونکہ صدیقہ پردہ نشین تھیں۔ اور وہ اپنی چاردیواری سے باہر نہیں نکلی تھیں جس سے کہ تہمت ہو سکے کہ شاید شادی کے بعد چپکے سے اپنے خاوند کے گھر آئی ہونگی اس لئے صدیقہ نے اس تخفیف سے شبہ کا بھی بغیا کے نہایت پاکیزہ اشارہ سے ازالہ کر دیا۔ اس نہایت ہی پاکیزہ خیالی کو سنکر صدیقہ کا شوہر انکی تائید کرتا ہے۔ کہ کذالک یعنے واقعی جو آپ فرماتی ہیں وہ بجا و درست ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی وہ صدیقہ کو رب العزۃ کے نام پہ یہ بات بھی سمجھاتا ہے۔ کہ:۔

قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ۔ (مریم ع ۲)

تیرے پروردگار کا یہ ارشاد ہے۔ کہ ان تمام عذرات کو دور کر دینا میرے لئے بالکل آسان ہے۔ اور کہ جس بچہ کی بشارت دیجا چکی ہے۔ وہ ان عذرات کے دور ہو جانیکے بعد

بحفاظت تمام رکھا۔ وہ شہر خوب تھا۔ اب تھا مسیح کی ولادت ہوئی تو صدیقہ کو دردِ زہ کی
طرح دردِ زہ شروع ہوا اور وہ اس درد سے بیتاب ہو کر بولیں یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَ
کُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا (ص یم ع۲) اے کاش میں دردِ زہ سے پہلے ہی مر چکی اور بھولی بسری ہوتی

اعتراض۔ مگر جناب! مفسرین تو یہ لکھتے ہیں کہ چونکہ صدیقہ ابھی کنواری تھیں اور بغیر شادی کے
انکے ہاں یہ لڑکا پیدا ہوا اس لئے وہ مارے ندامت کے یہ کہہ رہی تھیں کہ میں اتنے بڑے
خاندان کی لڑکی ہوں اور زکریا جیسے نبی میرا متولی۔ شہر کے تمام مرد و زن مجھ سے واقف ہیں اب
سب کو کیا منہ دکھاؤنگی۔ اس سے تو بہتر ہی کہ میں مر جاؤں۔ میں تو گئی گزری میرا نام و نشان بھی نہ رہے

مسلّم۔ یہ ان مفسرین کی جہالت ہے کہ وہ اس قسم کے جھوٹے قصے تراش کر صدیقہ مریم کے دامن کو
آلودہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ معاملہ صرف اتنا ہی ہے کہ صدیقہ دردِ زہ سے بلبلا رہی تھیں اور جیسا
عام قاعدہ ہے کہ جب انسان کو ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہے تو وہ موت کو ترجیح دیتا ہے۔ صدیقہ بھی
آخر عورت تھیں۔ دردِ زہ کو ناقابل برداشت پا کر انہوں نے وہی کلمات کہے جو آج بھی بچے
کا بچہ جننے وقت مستورات کے منہ سے اکثر نکل جاتے ہیں۔ اور جن باتوں کی طرف مفسرین نے
اشارہ کیا ہے وہ محض لغو اور جھوٹ ہیں۔ حالانکہ اس وضع حمل کے وقت خاوند بھی
انکے پاس ہی موجود تھا۔ اور وہ اپنی جان نثار بیوی کے اس درد و کرب کو سنکر
فَنَادٰھَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (ص یم ع۲)
مکان کے نیچے حصے سے انکو دلاسا دلاتا ہے کہ صدیقہ گھبراؤ نہیں رب العزۃ سب تکلیف دور
کردیگا۔ اور اسکے بعد وہ وہ دنیا کی خوشیوں سے نہال کردیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا
پیدا ہونے پر کونسی ماں ہے جسکی تمام تکلیف مبدل براحت و سرور نہیں ہوجاتی مسیح کی
پیدائش کے بعد صدیقہ کی آنکھیں بھی ٹھنڈی ہوگئیں۔ وہ جوان اپنے خاوند کے
کی صحبت میں آنجلہ بود و باش رکھی عرصہ دراز کے بعد وہ اپنی شہر میں واپس آگئیں جہاں
سے وہ اپنے خاوند کے ساتھ دوسرے شہر میں گئی تھیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے
فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ (ص یم ع۲) صدیقہ اپنے خاوند کے ساتھ بچے کو لئے ہوئے اپنی قوم میں
واپس آگئیں۔

اعتراض۔ مگر مفسرین تو یہ کہتے ہیں کہ جب صدیقہ کے دردِ زہ ہوا اور انہوں نے موت کی تمنا
کیا۔ تو مسیح علیہ السلام نے نیچے پیٹ کے اندر سے ہی یہ آواز دی تھی کہ غم نہ کرو۔

اور ان کمبخت لوگوں کو یوں جواب دیا۔

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔ مریم۔ ع ۲

میں خدا کا بندہ ہوں خدا نے مجھے کتاب دی۔ اور اُسنے مجھے نبی بنایا۔ اور جہاں کہیں میں ہوں اُسنے مجھے برکت والا بنایا۔ اُسنے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی ہدایت کی ہے جبتک کہ میں زندہ رہوں اُسنے مجھے اپنی والدہ کا خادم بنایا۔ اور اُسنے مجھے سخت اور کمبخت نہیں بنایا۔ خدا کا مجھ پر سلام جسدن میں پیدا ہوا جس دن میں مروں گا۔ اور جس دن میں زندہ کیا جاؤنگا

مسیح کی پیدایش کے قصے کو یوں مفصل بیان کرکے قرآن پاک فیصلہ کرتا ہے کہ:۔

ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْہِ یَمْتَرُوْنَ مَا کَانَ لِلّٰہِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَہٗ۔ مریم ع ۲۔ یہ ہے عیسیٰ بن مریم کی پیدایش کا صحیح صحیح حال جسکے متعلق یہ لوگ شک و شبہا میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ رب العزۃ کی ذات پاک اس بات سے قطعی بلند بالا ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔ اس تمام بیان کو سنکر بھی اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ مسیح ضرور معجزانہ طریقہ پر بغیر باپ کے پیدا ہوا تھا۔ اور کہ وہ خدا کا اکلوتا بیٹا تھا۔ تو اُسکی سمجھ پر افسوس۔

اعرابی۔ حضرت مسیح کی پیدایش کے متعلق اس تمام بیان کو سنکر جو کہ آپنے تواریخ صحف اولیٰ اور قرآن مجید سے دیا ہے میری تو بالکل تسلی ہو گئی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنی پیدایش کے لحاظ سے ہمارے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر کوئی فوقیت حاصل نہیں تھی۔ اور کہ مسیح علیہ السلام کی پیدایش بھی تمام انسانوں کی طرح میاں بیوی کے ملاپ ہی سے ہوئی تھی اور کہ مسیحیوں کا انکو بغیر باپ کے پیدا شدہ ماننا یورپ کے بت پرستوں کی تقلید ہے۔ جو کہ مسیحیت کے یورپ میں پھیلنے سے پیشتر اپنے بزرگوں یا دیوی دیوتاؤں کو خدا کے فرزند مانتے تھے اور کہ مسیحیوں کے اسی قسم کے اعتقاد کو ہمارے مفسرین بھی اپنی تفسیروں کے ذریعہ مسلمانوں کے گلے مڑھ دیا۔ یہ انکی سخت غلطی تھی۔ خدا ہمیں اس سے بچائے۔ مگر اب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ اسبات پر بھی روشنی ڈالیں کہ آیا مسیح ابن مریم آسمان پر چڑھ گیا یا زمین پر ہی دیگر انسانوں کی طرح مر گیا۔

مسلم۔ اس سوال کا جواب پھر دیا جاویگا۔ اب ذرا آرام کرو۔

اعرابی۔ بہت بہتر۔ اچھا خدا حافظ۔

کفارہ و اسلام کا جو نہایت حصہ بھی [illegible] فرمایئے جو لب جا چکا ہے وہ حنیف کے [illegible] کے پرچہ میں شائع ہو[illegible]

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۳۵

۴۸۶

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا

کہدے سچ کہا ہے خدا نے پس ابراہیم حنیف کے دین کی پیروی کرو — آل عمران

حنیف

جلد دوم | فروری سنہ ۱۹۲۵ء | نمبر ۲

قرآن اسلام حصہ چہارم

ایڈیٹر غازی محمود دھرمپال بی اے

لدھیانہ

کی دوپہر کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب لاہور کی عدالت سے پروانہ جاری ہوا۔
کہ تمکو اطلاع دیجاتی ہے کہ ہماری عدالت میں ۱۴ جنوری ۲۵ء کو ٹھیک دس بجے حاضر
ہو جاؤ۔ یہ پروانہ مجھے ۴ جنوری ۲۵ء کو ملا۔ میں سوچ رہا تھا کہ شاید سال نو کی تقریب
میں سرکار کی طرف سے "خان بہادری" کا خطاب ملا ہوگا۔ اسی کیلئے طلبی ہوئی ہے۔ گنتے
گھڑیاں، دن اور رات ہجران نصیب کی طرح کاٹے۔ آخر ۱۴ جنوری کی صبح کو لدھیانہ
اندھیرے منہ ہی میل میں سوار ہو آٹھ بجے لاہور پہنچا۔ دوست احباب سے ملا۔ ٹھیک دس بجے
میں مسٹر ایمرسن صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کی عدالت میں حاضر ہو گیا۔ صاحب
بہادر کی موٹر کچہری برآمدے کے سامنے آکر ٹھہری میں آگے بڑھا۔ اور عرض کیا میں
حاضر ہوں جو حکم؟ صاحب بہادر نے فرمایا۔ دو بجے آؤ۔ "بہت اچھا" کہکر میں نے میاں
عبدالرحیم صاحب و میاں عبدالکریم صاحب کاروار کی معیت میں ادھر ادھر ٹہل کر
دو بجا دئے۔ دو بجے پھر صاحب بہادر کے پیش ہوا۔ سلام لینے کے بعد صاحب ڈسٹرکٹ
مجسٹریٹ بہادر نے ایک عجیب ادا سے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہاری کتابیں
بت شکن، کفر توڑ، سر توڑ، چھرا، اب تک چھپ رہی ہیں۔ اور فروخت ہو رہی ہیں، سرکار
کی حکم آیا ہے کہ تم سے یہ پوچھا جاوے کہ کیوں نہ زیر دفعہ ۱۵۳ الف جو مقدمہ تمہارے
برخلاف واپس لے لیا گیا تھا وہ دوبارہ جاری کیا جاوے؟ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ
کے یہ الفاظ سنکر مجھے پتہ لگا کہ یہ اعزاز [illegible] جنکو میں [illegible]
میں نے اس کا [illegible] میں نے سرکار کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا کہ میں ان کتابوں کو چھاپ
فروخت نہ کرونگا [illegible] کاپی رائٹ دونگا میں، پھر [illegible]
کے بعد انکو فروخت کیا نہ چھپایا۔ نہ کسی کو انکا کاپی رائٹ دیا۔ بلکہ میں نے اپنے اخبار
کے پہلے صفحے پر اعلان بھی کر دیا تھا کہ دوسرے مسلمان اور کتب فروش بھی ان
کتابوں کی اشاعت بند کر دیں۔ اب اگر کوئی شخص ان کتابوں کو بلا ذمہ داری چھپواتا
یا فروخت کرتا ہے تو اسکا جواب دہ میں نہیں ہو سکتا۔ اسپر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے مجھے
کہا کہ تم اپنا تحریری بیان کل داخل کرو۔ چنانچہ لفظ بلفظ اسی مطلب کا تحریری بیان میں نے
۱۵ جنوری کو داخل کر دیا۔ مجسٹریٹ نے اس بیان کو پڑھکر مفصلہ ذیل سوالات کئے۔

سوال: کیا تم نے سہارنپور میں ان کتابوں کو چھپوایا؟ جواب: ہرگز نہیں

سوال کیا تم نے دیوبند میں ان کتابوں کو چھپوایا ؟ جواب - ہرگز نہیں ۔

سوال - کیا تجارت بک ایجنسی بجنور کے ساتھ تمہارا تعلق ہے ؟ جواب - ہرگز نہیں ۔

سوال - تم نے ان لوگوں کو اپنی کتابیں چھاپنے سے منع کیوں نہیں کیا ؟ جواب - جب ان کتابوں کے حقوق سرکار نے مجھ سے چھینے نہیں تھے اسوقت ہی دوسرے لوگ میری مرضی اور اجازت کے بغیر ان کتابوں کو چھاپنے لگ گئے تھے - اور میرے منع کرنے سے منع نہیں ہوئے تھے - مگر جب انکو یہ پتہ لگا کہ میں نے ان کتب کے جملہ حقوق سے سرکار میں دستبرداری داخل کر دی ہے تو انہوں نے بالکل نڈر ہو کر انکو چھاپنا شروع کر دیا چنانچہ میں نے اپنے رسالہ صحیفہ میں اس بات کا ذکر بھی کر دیا ہے - اب جبکہ ان کتب کیساتھ میرا کوئی تعلق ہی نہیں ہے تو میں کسی کو انکے چھاپنے سے کیسے روک سکتا ہوں - اور میرے روکنے سے کوئی رک بھی کیونکر سکتا ہے - ہاں اگر سرکار چاہے - تو انکو روک سکتی ہے ۔

سوال - سرکار انکو کیسے روک سکتی ہے ؟ جواب جس طرح مجھے روک سکتی ہے - اسی طرح ان کو بھی روک سکتی ہے - سوال - مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص مصنف کی اجازت کے بغیر اس کی کسی کتاب کو چھاپ لے ؟ جواب مصنف کی اجازت کی تو کسی کو اس وقت ضرورت پڑ سکتی ہے جبکہ کسی کتاب کے جملہ حقوق مصنف کے ہاتھ میں محفوظ ہوں - مگر میری ان زیر بحث کتب کے جملہ حقوق اب میرے ہاتھ میں نہیں ہیں - بلکہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہیں - اب یہ گورنمنٹ کا کام ہے کہ وہ ان لوگوں کو ان کتب کے چھاپنے سے منع کر کے اپنے حقوق کی نگہداشت کرے

میرے اس آخری جواب کو سنکر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ اچھا ایکہزار روپیہ کا ذاتی مچلکہ اور ایکہزار روپیہ کی ضمانت اس مطلب کی داخل کر دو کہ جب کبھی عدالت تم کو بلائے تو تم حاضر ہو جاؤ گے میں نے دل میں خیال کیا کہ عدالت نے جب کبھی مجھے بلایا ہے میں حاضر ہو گیا ہوں - اور میں نے حاضر ہونے سے گریز نہیں کیا - اب یہ مچلکہ و ضمانت کیسی ؟ جبکہ مجھ پر نہ کوئی مقدمہ ہے - نہ جرم اور پیشی کی نہ کوئی تاریخ ہے - نہ دن - نہ ہفتہ - نہ مہینہ - نہ سال میں نے تو پہلے بھی ارادہ کیا کہ ضمانت دینے سے انکار کر دوں مگر پھر یہ خیال کر کے کہ سرکار نے دربار ذرا ہاری بھی ایک جشن کا نہ دیا ہے چلو یہاں اتنے بیرو ستان پہلے برداشت کئے ہیں - ایک جرمانہ یہ بھی سہی چنانچہ میں نے ایک ہزار روپیہ کا ذاتی مچلکہ اور ایکہزار کی ضمانت عدالت میں داخل کر دی

اور میں ۱۵ جنوری کی شام کو بمبئی میل پر سوار ہو کر رات کے ایک بجے واپس لدھیانہ آگیا۔

محبت کا دیوتا

پنجاب گورنمنٹ مجھے کتنا ہی پریشان کرے لیکن میں تو سرکار کو محبت کا دیوتا ہی کہونگا۔ مگر اس بات کا کیا علاج کہ یونانی علم الاصنام کے ماہرین نے محبت کے دیوتا کی جو تصویر بنائی ہے۔ اس میں آنکھیں ندارد ہیں اور انگریزی میں مثل مشہور ہے کہ لو از بلائنڈ یعنے محبت اندھی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ میں تو تعزیرات وغیرہ کتب کو نہ چھاپتا ہوں نہ فروخت کرتا ہوں۔ مگر محبت کا دیوتا پھر بھی اپنی محبت کو میرے برخلاف کم کرنیکے لئے تیار نہیں ہے۔ دوسری طرف محبت کے دیوتا کی چار دیواری کے عین سامنے لاہور ہی میں ایسی ایسی کتب ہزاروں کی تعداد میں شایع اور فروخت ہو رہی ہیں۔ جو از حد دل آزار، و فتنہ و شر کے پلندے ہیں۔ اگر محبت کے دیوتا کو علم نہ ہو تو سمجھے میں انکا نمونہ پیش کرتا ہوں۔ لالہ دیوان چند نے اپنے پنجابی پریس لاہور میں پادری غلام مسیح کی کتاب بنام تحقیق الاسلام شایع کی ہے۔ جسکے چند فقرات نمونتاً پیش کرتا ہوں۔ پادری صاحب لکھتے ہیں :-

حضرت محمد کی پاک لاش پورے تین روز اسی جگہ پڑی رہی جس جگہ آپ نے وفات پائی تھی۔ اس عرصہ میں آپ کی لاش میں سخت بدبو اور سڑن پیدا ہو گئی وہ ایسی حالت کو پہنچ گئی۔ کہ وہ وہاں سے اٹھائی ہی نہ جا سکتی تھی۔ نہ اسے کوئی اٹھا سکتا تھا۔ آپکا بستر مرگ تک تبدیل کرنیکے قابل نہ رہا تھا۔ آپ کو چوتھے دن کی رات کو دفنانیوالے پکار رہے ہیں کہ ہم نے اپنے نبی کو فراموش کر کے آپ کو دفن کیا تھا۔ اور اسی جگہ دفن کیا تھا جس جگہ آپ نے وفات پائی تھی۔ ہم خدا ترس دنیا سے پوچھتے ہیں۔ کہ وہ خوف خدا کو دل میں رکھتی ہوئی جواب دیوے۔ کہ حضرت محمد کی نعش کی کیوں ایسی نوبت ہو گئی۔ آپکی وہ بیویاں کہاں تھیں جنکے قصص و حکایات دنیا نے سنے ہیں۔ آپ کے غلام و لونڈیاں کہاں تھیں جنکی حکایات راویوں نے بیان کی ہیں آپکے بھائی، دور و نزدیک اقارب کہاں تھے خصوصاً حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور آپکی دوسری بیٹیاں اور انکے داماد کہاں تھے؟ آپکے پیارے صحابہ

خصوصاً حضرت ابوبکر، او عمر و عثمان غنی کہاں تھے۔ اگر یہ سب حضرت محمد کی لاش کی حفاظت کر رہے تھے۔ تو پھر ہمارے عزیز حضرت محمدکی لاش کیوں اتنے دن رکھی گئی۔ کیوں آپکی لاش کو سڑنے کی نوبت تک پہنچنے دیا گیا۔ تحقیق الاسلام حصہ سوم صفحہ ۴۲ مطبوعہ پنجابی پریس لاہور۔"

رسول پاک کی لاش مبارک کے سڑنے وغیرہ کے بارے میں پادری صاحب نے جو تحقیق کی ہے۔ وہ کسی ضعیف سے ضعیف اور ناقص سے ناقص اسلامی کتاب سے بھی اسکا ثبوت نہیں دے سکینگے۔ اور نہ ہی وہ کسی انجیل سے ایسا مسالہ نکو پیش کر سکینگے کہ جسکا یہ عقیدہ ہو کہ رسول پاک کی لاش سڑ گئی تھی۔ وہ کونسا کلمہ گو ہے جو پادری صاحب کے اس سراپا دل آزار کذب و بہتان کو پڑھے اور اسکا دل ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے مگر کیا محبت کے دیوتا نے اس کتاب کو دیکھا؟ اگر دیکھا۔ تو اس نے کیا نوٹس لیا؟

۲۔ پنجاب گورنمنٹ کا محبت کا دیوتا اسی مسیحی مصنف اور ہندو پرنٹر کی اس کتاب کے مندرجہ ذیل فقرات کو بھی پڑھے:۔

"حضرت محمد کی وفات ہوئی۔ آپ تیسرے دن زندہ نہ ہوئے۔ ایکو بعد کئی دن کے بعد دفن کیا گیا۔ پر آپ اکیلے دفن نہیں ہوئے۔ قرآن محمدی بھی آپکے ساتھ گیا۔ اسلام محمدی بھی آپکے ساتھ گیا حضرت محمد کی قبر شریف پر زبان قرآن عربی یہ کتبہ لکھا رکھا۔ شاعر مجنون۔ نسبت مہمل ۔ انک لمجنون۔ بل ھو شاعر انت مفتر ۔ ساحر کذاب ۔ بحر ۔ معزز ۔ یقولون ھو اذن۔

۲۔ قرآن محمدی کی بابت کتبہ ۔ اساطیر الاولین افک مفتری ان ھذا الا سحر یؤثر ۔

ہم یہ پسند نہیں چاہتے مگر ہم حضرت محمد مکی اور مدنی کی قبر مقدس پر ان کتبات کو ساتھ چھوڑنا چاہتے ہیں ۔۔ اہل الضمیر حضرت محمد کی مدنی قبر کے کتبوں کو پڑھتے رہیں تحقیق الاسلام حصہ سوم صفحہ ۲۴"

محبت کے دیوتا کیا کہتے علامے کہ اس ناشرخ مسیحی مصنف نے دنیا کے بہترین مسلم ہونیکے آقا و نامدار کی لاش مبارک کی تذلیل و توہین کے بعد کس طرح سے سید الانبیاء کی قبر پر شاعر مجنون مفتری ساحر کذاب وغیرہ وغیرہ کا کتبہ کندہ کیا ہے،

اور کس طرح اس مسیحی فاضل نے قرآن پاک اور اسلام پاک کے زمین میں دفن ہونیکا
اعلان کیا ہے؛ محبت کے دیوتا تیری معلومات کے ذرائع تو بہت وسیع ہیں۔ کیا
تونے اس کا کوئی نوٹس لیا۔ یا کیا تو انتظاری کر رہا ہے۔ کہ مسلمانوں میں شور و شر
پیدا ہو اور انکے ریزدلیوشن تیرے پاس پہنچیں تب تو اس مسیحی مصنف اور پنہ دو
پرنٹر کی مشترکہ شرارت کا سدباب کرنے پر آمادہ ہو؟ محبت کے دیوتا! تیرے
کان ہیں۔ اور تو شور کو خوب سنتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کو خدا نے شور مچانیوالی
زبان ہی نہیں دی۔ نہ وہ شور کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انکا زبردست سے
زبردست پریس ہے پلیٹ فارم ہے۔ کونسلوں میں انکے نمائندے موجود ہیں مگر
غالباً وہ زبان کھولنا پسند نہیں کرتے!

۳ محبت کے دیوتا! کیا تونے اسی قسم کی کثرت سے چھپنے والی دوسری کتاب کے
ان فقرات کا مطالعہ بھی کیا ہے؟

"تو محمد صاحب کا چال چلن ان باتوں سے ظاہر ہی ہے۔ کیونکہ جو کئی عورتوں کے
وہ خدا کا عابد اور پیغمبر کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور جو ایک عورت کی طرفداری سے بے عزتی کرے
اور دوسری کی عزت کرے تو وہ طرفدار ہو کر گنہگار کیوں نہیں ہوگا۔ اور جو کئی عورتوں
سے بھی سیری نہ پا کر کنیز کو انکے ساتھ پھنسے۔ اس کے نزدیک شرم خوف اور
دھرم کیونکر ٹھیک سکتا ہے۔ کسی نے کہا ہے۔ کہ "کام۔ اتر اتم۔ نہ بھیم نہ لجا"
یعنی جو نفس پرست آدمی ہیں۔ انکو گناہ سے ڈر یا شرم نہیں ہوتی۔ انکا خدا بھی
محمد صاحب کی بیویوں اور پیغمبر کے جھگڑے کا فیصلہ کرنے میں گویا سرپنچ
ہے۔ اب صاحبان عقل غور کریں۔ کہ یہ قرآن عالم یا خدا کا بنایا ہوا ہے۔
یا کسی بے علم مطلبی کا جس آدمی کو ذرا سی عقل ہے وہ غور کر دیکھتا ہے کہ یہ
خداوند کے کام ہیں یا اپنی مطلب برآری کے۔ ایسی ایسی باتوں سے ٹھیک
ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا کچھ نہیں کہتا تھا۔ صرف موقع محل دیکھکر اپنی مطلب
برآری کے واسطے خدا کی طرف سے محمد صاحب کہہ دیتے ہیں۔ جو لوگ ان
باتوں کو خدا ہی کی طرف سے کہتے ہیں۔ تو ہم تو کیا سب عقلمند یہی کہینگے کہ خدا
کیا ٹھہرا۔ گویا محمد صاحب کے لئے بیویاں لانیوالا نائی ٹھہرا۔"

(۱) اردو ستیارتھ پرکاش مطبوعہ یونین سٹیم پریس لاہور بار چہارم تعداد جلد ۵۰۰۰ ہزار

محبت کے دیوتا! جس کتاب کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ اسکے ۵۔۵ ہزار کے کئی ایڈیشن تو صرف اردو میں چھپے اور چھپ رہے ہیں۔ انگریزی۔ گورمکھی گجراتی اور ہندی میں اسکی اشاعت الگ ہو رہی ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی جڑوں میں جو ڈائنامیٹ لگایا جا رہا ہے محبت کے دیوتا! کیا تجھے اسکا علم نہیں ہے؟ کیا جس ملک میں اس کتاب کی ہر ایک زبان کے اندر یوں کھلے بندوں اشاعت ہو رہی ہو۔ اس ملک میں کبھی بھی ہندو مسلم اتحاد قائم رہ سکتا ہے؟ محبت کے دیوتا! تو نے مجھے تو گرفتار کیا۔ اور مجھ سے میری کتابوں کے جملہ حقوق چھین دیئے۔ مگر افسوس! تو نے ستیارتھ پرکاش کے چودہویں باب کے متعلق جو مسلمانوں کے دلوں میں ناسور ڈال رہا ہے۔ اسکے چھاپنے اور فروخت کرنیوالوں سے پوچھا تک بھی نہیں ہے کہ وہ اس فتنہ و فساد کے بیج کو کیوں دن دہاڑے ملک کے ہر ایک کونے میں بو رہے ہیں محبت کے دیوتا! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تو مسلمانوں کے زخمی دلوں پر مرہم لگائے۔ اور اس شرارت کا سدباب کرے

فرزندانِ اسلام غور کریں

فرزندان اسلام! میں نے آپکے سامنے جن دو کتابوں کے اقتباسات پیش کئے ہیں۔ آپ انکا بغور مطالعہ فرمائیں اور سوچیں کہ اگر ان کتب کا جواب دیا جاتا ہے تو گورنمنٹ سمجھتی ہے کہ ہم ملک میں شورش پیدا کر رہے ہیں لیکن اگر خاموش رہتے ہیں تو اسلام خطرہ میں پڑ رہا ہے۔ ایسی صورت میں کیا آپکا فرض نہیں ہے کہ آپ اپنے پرزور ریزولیشن فارم کے ذریعہ گورنمنٹ کی توجہ کو ان دلآزار کتب کی طرف کھینچیں۔ اور اپنے نمائندوں کے ذریعہ کونسلوں میں سوال کریں کہ گورنمنٹ نے ان کتب کی اشاعت کو روکنے کیلئے کیا کارروائی کی؟ یا کیا کارروائی کرنا چاہتی ہے اس سے آپکو گورنمنٹ کی پوزیشن کا پتہ لگ جائیگا۔ اگر گورنمنٹ ان ہر دو کتب کی اشاعت کو روک دے اور انکے چھاپنے یا فروخت کرنیوالوں کے برخلاف کوئی قانونی کارروائی کرنے کیلئے آمادہ ہو جائے تو آپ کو گورنمنٹ کا مشکور ہونا چاہئے۔ ورنہ بصورت دیگر آپکا فرض ہوگا کہ آپ کوئی دوسرا مناسب طریقہ اختیار کریں۔

آریہ سماج پبلک اور گورنمنٹ کو

آریہ سماج کا پبلک اور گورنمنٹ کو مغالطہ

مغالطہ دیتی ہے جبکہ وہ یہ کہتی ہے کہ انکے مروجہ ستیارتھ پرکاش میں اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے متعلق جو دل آزاری کی گئی ہے۔ وہ آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند کے قلم سے ہے۔ اور کہ اس کی ذمہ دار آریہ سماج نہیں ہے۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے کیونکہ وہ ستیارتھ پرکاش جو سوامی دیانند کی عین حیات میں مروج تھا۔ اور جو سب سے پہلی دفعہ ۱۸۷۵ء میں بنارس میں چھپا تھا۔ اور جسکا میں نے اردو میں بھی لفظ بلفظ ایک ایڈیشن ۱۹۱۱ء میں شائع کر دیا تھا۔ اسمیں مسلمانوں کے متعلق یہ باب ہی ندارد ہے۔ اور جبتک سوامی دیانند زندہ رہے ستیارتھ پرکاش کا یہ ۱۸۷۵ء کا ایڈیشن ہی مروج رہا۔ مگر سوامی دیانند کے ۱۸۸۳ء میں مرنیکے بعد اس شرارت کا آغاز ہوا۔ جو مروجہ ستیارتھ پرکاش میں موجود ہے پس اس باب کی اشاعت کی تمام تر ذمہ داری آریہ سماج کے اراکین پر ہے۔ جو اس کو ہزاروں کی تعداد میں مختلف زبانوں میں چھپکر اور ہندوستان میں پھیلا کر فتنہ و فساد کا باعث ہو رہے ہیں۔ اگر ہم دلیل کے طور پر یہ بھی مان لیں کہ یہ باب بھی سوامی دیانند کے قلم کا لکھا ہوا ہے تو سوامی دیانند کو کیونکر یہ حق حاصل تھا کہ وہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کے متعلق رنگ فاش کرتے۔ دل آزار اور فتنہ انگیز کرتا۔ اور اگر اُسے ایسا کیا ہی تھا تو اس شرارت کا زمانہ سوامی دیانند کی زندگی کیساتھ ہی ہو جانا چاہئے تھا۔ نہ یہ کہ آریہ سماج اسکے مرنیکے بعد اس فتنہ و شرارت کا دائمی اجارہ دار بنکر اسکی اشاعت کرتا۔ اور مسلمانوں کے نرم دلوں پر نشتر چلا کر ملک میں فتنہ و فساد کا باعث بنتا رہتا پس ہر ایک کلمہ گو کا فرض ہے کہ وہ مروجہ ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کے برخلاف پریس اور پلیٹ فارم اور کونسلوں کے ذریعہ صدائے احتجاج بلند کر کے گورنمنٹ کو مجبور کرے کہ وہ مروجہ ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کو یا تو ضبط کرے یا آریہ سماج کو اسکی اشاعت سے قانوناً روک دے۔ مجھے امید ہے کہ تمام پریس اور مسلم قوم خاصکر جمعیت العلماء ہند اس طرف اپنی فوری توجہ کو مبذول فرما کر اسلام کی اور ہندو مسلم اتحاد کے حق میں بہترین خدمت سرانجام دینے کا ثواب حاصل کرینگے اور مجھے دلی امید ہے کہ ہر ایک امن پسند ہندوستانی اور خاصکر مہاتما گاندھی جی بھی مسلمانوں کی اس حق بجانب جد و جہد میں مسلمانوں کا نہایت خلوص سے ساتھ دینگے۔ ایڈیٹر +

بیسویں فصل

عام تدبّر

اعرابی۔ السلام علیکم۔

مسلم۔ وعلیکم السلام۔ اس دفعہ تو آپ بہت دن غیر حاضر رہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ شکوک کم پیدا ہوتے ہیں؟

اعرابی۔ حضرت! چاہا تو میں نے بھی۔ کہ جلدی ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں مگر پھر یہ سوچ کر کہ آپ کو بار بار تکلیف دینا مناسب نہیں۔ اس لئے میں نے کچھ دن یوں ہی گذار دئے۔

مسلم۔ یوں ہی بیکار دن گذارنے والے تو آپ ہیں نہیں کسی نہ کسی جلسے کی تو سیر ضرور ہی ہوگی۔

اعرابی۔ (مسکرا کر) آپ سچ فرماتے ہیں بیکار تو نہیں رہا۔ ادھر دوسرے جلسوں اور لیکچروں میں گھومتا رہا۔

مسلم۔ کس کس دنگل میں گئے تھے۔

اعرابی۔ میں ایک دن تو آریہ سماج کے مندر میں جا گھسا تھا۔ وہاں ایک گیروا پوش ہندوؤں کے کلمہ توحید کی خوب بھی اڑا رہے تھے۔ بہت سے مسلمان بھی اس سوامی جی کے لیکچر میں موجود تھے۔ جب یہ سوامی صاحب ہندوؤں کے مسئلہ توحید کا تمسخرانہ لہجہ میں ذکر کرتے تھے تو مسلمان خوب جھینپتے تھے اور ہنستے بھی تھے۔ مگر جب ان سوامی جی نے مسلمانوں پر برسنا شروع کیا۔ تو مسلمان ایک ایک کر کے وہاں سے کھسکنے لگے مگر میں وہاں ہی ڈٹا رہا۔

مسلم۔ کہیں میں اس کی بابت پڑھتا رہا ہوں۔ سوامی صاحب نے مسلمانوں پر کیا کیا تیر و تفنگ چلائے تھے۔ ذرا سناؤ تو سہی۔

اعرابی۔ مجھے سادھو صاحب کا سارا لیکچر تو یاد نہیں۔ ہاں اتنا سا یاد ہے۔ کہ سادھو صاحب نے ہندوؤں کی مرمت کے بعد مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہمارے ہندو بھائی تو اپنے بزرگوں کے نام پر شرادھ کرتے وقت کھیر۔ پوری۔ لڈو جلیبی کڑاہ پرشاد کرتے ہیں۔ مگر اب ذرا ان میاں لوگوں کے شرادھ کی حقیقت بھی سنو۔ ان کے ہاں جب کوئی مر جاتا ہے۔ تو یہ صف ماتم بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور تین دن کے بعد مُردہ کا شرادھ کرتے ہیں جس کو ان لوگوں کی اصطلاح میں تیجا کہا جاتا ہے۔ جس میں نہ تو کھیر پوری ہوتی ہے۔ نہ حلوا جلیبی ہوتے ہیں۔ مگر ہوتا کیا ہے؟ بھنے ہوئے چنے۔ ذرا ان سے پوچھو تو سہی۔ کہ میاں! جب کسی بزرگ کا ساٹھ ستر سال کی عمر میں دیہانت (انتقال) ہوا تھا۔ تو اس وقت تو وہ ساگودانہ بھی نہیں کھا سکتا تھا۔ اب مرنے کے بعد اس کے نام پر چنے دیتے ہو۔ وہ چنے کیونکر چبائیگا۔ مرتے وقت تو وہ دوا تک کا قطرہ نہیں پی سکتا تھا۔ اب تم چنوں جیسی ثقیل غذا اس کے نام پر تجویز کرتے ہو یہ تو بڑا ظلم ہے۔ اس سادھو نے ایسے انداز سے اس مضمون کو ادا کیا کہ جتنے سننے والے تھے سب ہنس رہے تھے۔ مگر سادھو صاحب کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔ اسی پر بس نہ کر کے وہ ذرا اور آگے بڑھے۔ اور فرمانے لگے کہ ہندوؤں کے پتر لوگ تو سال کے بعد شرادھ کھانے آتے ہیں۔ مگر ہمارے میاں بھائیوں کے مُردوں کی روحیں ہر جمعرات کو ان کے ہاں آجاتی ہیں۔ چنانچہ ہر دیندار مسلمان جمعرات کے دن ان روحوں کے لئے ضرور روٹی۔ یا کھیر یا پلاؤ پر ختم دلاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگلی دنیا میں بڑی قحط سالی ہے۔ نہ وہاں ان روحوں کو روٹی ملتی ہے۔ نہ کھیر پلاؤ۔ ہندوؤں کے ہاں تو شرادھ کے دنوں میں برہمن لوگوں کی پیٹ پوجا ہوتی ہے۔ مگر ان میاں لوگوں کے ہاں ہر جمعرات کے دن مسجد کے مُلّا جی مُردوں کو روٹی پہنچاتے ہیں۔ یہ اچھی کمسرٹی ہے۔ کھائیں میاں جی اور نام لیں مُردوں کا۔ اسی سے سمجھ لو۔ کہ جس بات کے ابتدا میں ہی بناوٹ ہے تو اس کی انتہا کیا ہوگی:
پھر ان لوگوں کی ضعیف الاعتقادی تو دیکھو۔ یہ کہتے ہیں۔ کہ جب مُردہ کو قبر میں رکھکر چلے آتے ہیں تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ اور دو فرشتے اس سے سوال جواب

کرتے ہیں۔ اگر وہ سوالوں کا جواب ٹھیک دے دیتا ہے۔ تو وہ سکھی رہتا ہے۔
اگر ٹھیک نہیں دیتا۔ تو فرشتے اس کو گرزوں سے مارتے ہیں۔ اور وہ مُردہ
چیختا چلاتا ہے۔ بھلا اگر یہ صحیح ہو۔ تو پھر کیوں نہ قبر میں ایک طرف طاقی رکھکر
دیکھتے رہا کریں۔ جب ہی مُردہ زندہ ہو جائے۔ فوراً طاقی کے راستے اس کو باہر
نکال لیا۔ ان سیانے لوگوں میں جو زیادہ ذہین ہوتے ہیں۔ وہ مُردوں کی چھاتی پر
کوئی کتاب بھی رکھ دیتے ہیں۔ تاکہ وہ قبر میں زندہ ہو کر اسکو پڑھتا رہے۔ ذرا
تم ان کے قبرستان میں جا کر دیکھو کہ قبروں کے اوپر پانی اور اناج بھی رکھا
ہوتا ہے۔ دیا بھی جلایا جاتا ہے۔ شاید اس لئے کہ رات کے وقت جب روح
اناج کھانے، اور پانی پینے کے لئے آئے تو اندھیرے میں راستہ نہ بھول
جائے۔ ذرا اور سنو! ان کے ہاں جو بڑے پیروں کی خانقاہیں ہیں۔ ان پر
بہتیرے لوگ پیر صاحب کے نام عرضیاں، اور چٹھیاں لکھکر رکھ آتے ہیں۔ کہ اگر
پیر جی میری فلاں مراد پوری کر دیں۔ تو میں ان کے نام پر ملیدہ بکھیروں گا۔ یا
بکرا چڑھاؤں گا۔ بھلا پیر میں، اگر دوسروں کی مرادیں پوری کرنے کی طاقت
ہو تو وہ آپ لاکھوں من مٹی کے نیچے سے کیوں نہ باہر نکل آئیں۔ غرضیکہ یہ سادھو
ایسے پُر بے طریقہ سے دل لگی کر رہا تھا کہ سننے والے ہنس رہے تھے

مسلم۔ مگر آپ یہ باتیں سنکر ہنس رہے تھے یا رو رہے تھے؟

اعرابی۔ حضرت! میں تو نہ ہنستا تھا۔ نہ روتا۔ بلکہ نہایت توجہ سے سن رہا تھا۔ مگر
دل میں خیال ضرور آ رہا تھا۔ کہ اگر مسلمانوں کی یہ رسمیں داخل اسلام و جزو
ایمان ہیں۔ تو سادھو صاحب کے اعتراضوں کا جواب ضرور ہونا چاہئے۔

مسلم۔ میاں یہ باتیں نہ داخل اسلام ہیں۔ نہ جزو ایمان۔ جن لوگوں کو دین اسلام
اس کی ہم سے علیحدگی اور جدا ازاں اس کی ہستی کے متعلق کافی علم نہیں ہے وہ
وہ اس قسم کے توہمات میں پھنس رہتے ہیں۔ یہ سادھو صاحب مسلمانوں کی حالت
پر تو ہنس رہے تھے۔ مگر ان کے ہاں پتھر پوجا، اور گوبر کا جو مسئلہ ہے۔ اگر
اس کو بیان کیا جاوے تو شاید ہنسنے والوں کے پیٹ میں مارے ہنسی کے
چھالا سا ہو جائے۔ مگر مذہبی آدمیوں کو اس قسم کے معاملات پر اس طرح

ہنسی دل لگی نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ نہایت متانت اور سنجیدگی سے گفتگو ہونی چاہیے۔

اعرابی۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ آپ اس زندگی اور موت کے مسئلہ پر آج کچھ روشنی ڈالیں۔ آپ نے وعدہ بھی تو یہ کیا تھا کہ آپ مسیح علیہ السلام کی زندگی یا موت کے متعلق میرے شکوک کا ازالہ فرمائیں گے۔ کیونکہ میرا ذاتی خیال تو یہی ہے کہ اگر واقعی مسیح علیہ السلام اب تک اپنے خاکی جسم کے ساتھ زندہ ہوں۔ اور انہوں نے اسی جسم کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آنا ہو تو کیوں نہ ہم بجائے اسلام کے مسیحیت کو قبول کر لیں۔ جبکہ اسلام کے نبی علیہ السلام تو مسیحیوں کے قول کے مطابق مر چکے ہیں۔ اور ان کا یسوع مسیح زندہ ہے کیونکہ مردہ نبی سے زندہ نبی ہر حالت میں واجب اتباع اور افضل ہوتا ہے۔

مسلم۔ مسیح کو مردہ یا زندہ مان کر بھی تو آپ مسلمان رہ سکتے ہیں مسیحی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسیح علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کی طرح مسیح کو زندہ یا مردہ ماننا بھی تو ہمارے لئے جزو ایمان نہیں ہے۔ جب آپ مسیح کو چند ملاؤں کی تفاسیر کی بنا پر بغیر باپ کے پیدا شدہ مانتے تھے۔ تب بھی آپ مسلمان تھے۔ مگر اب جبکہ آپ نے ان کو انسانی باپ کے نطفہ سے پیدا شدہ تسلیم کر لیا ہے۔ تب بھی آپ مسلمان ہیں۔ اسی طرح اگر آپ اسی قسم کی تفاسیر کی بنا پر مسیح کو جسد عنصری آسمان پر بیٹھا ہوا اور قیامت کے قریب فرشتوں کے پروں پر سوار ہو کر دمشق کے منارہ پر نزول فرمانے کا عقیدہ اختیار کر لیں۔ تو آپ کے اسلام میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ اگر آپ مسیح کو عام انسانوں کی طرح فوت شدہ اور ان کی ہڈیوں تک کو ریزہ ریزہ ہو کر زمین میں پیوست شدہ مان لیں تب بھی آپ کے ایمان یا اسلام میں کسی قسم کا نقص واقع نہیں ہوگا۔ بلکہ آپ جیسے پہلے مسلمان تھے۔ ویسے ہی اس دوسری صورت میں بھی مسلمان ہی رہیں گے۔ اس لئے کہ اسلام کی کتاب پاک قرآن مجید نے یہ تعلیم تو دی ہے کہ تم کسی نبی کی نبوت سے انکار مت کرو۔ بلکہ سب انبیاء پر ایمان لاؤ۔ مگر قرآن پاک نے یہ کہیں اشارہ تک بھی نہیں کیا۔ کہ اگر تم فلاں نبی کو مردہ یا زندہ نہیں مانو گے تو تم مسلمان نہیں

بنا پہ کافر ہو جاؤ گے ۔

اعرافی۔ اگر یہ جو مسلمانوں میں مسیح کی حیات و موت کے متعلق اس قدر سر پھٹول ہو رہے ہیں ۔ اور کفر کے فتوے لگ رہے ہیں ۔ آخر اسکی کچھ وجہ ؟

مسلم اس کی وجہ ہے نفسانیت ۔ عناد ۔ جہالت ۔ عدم تدبر اور عدم تحقیقات

اعرافی ۔ واقعی جب مسیح کی حیات و موت ہمارے ایمان کا جزو نہیں ہے ۔ تو پھر اس مسئلہ پر فتنہ ۔ فساد برپا کرنا اور مسلمانوں کا باہمی کفر و ارتداد کے فتوے لگانا بڑا ہی افسوسناک ہے ۔

مسلم ۔ اس میں کچھ نہیں ۔

اعرافی ۔ کیا جناب نے کھوتہ پیر کی قبر کا واقعہ بھی سنا ہے ؟ عدم تدبر یا عدم تحقیقات کا وہ بہترین نمونہ ہے ۔

مسلم میاں ! یہ کھوتہ پیر کی قبر کا قصہ کیا بلا ہے ؟

اعرافی ۔ حضرت ! یہ میرا اپنا چشم دید واقعہ ہے ۔ اجازت ہو تو عرض کروں ؟

مسلم ۔ ضرور سناؤ ۔

اعرافی ۔ جن دنوں میں میں غیر مسلم تھا ۔ میرا یہ قاعدہ تھا کہ گرمی کے موسم میں کسی پہاڑ پر چلا جایا کرتا تھا ۔ ایک دفعہ جو میں ایک سرد پہاڑ پر موسم گرما گذارنے کے لئے روانہ ہوا ۔ تو مجھے بہت سا سفر پیدل کرنا پڑا ۔ ایک دن میں پہاڑی سڑک پر چلا جا رہا تھا ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کا ہجوم کثیر ہے ۔ بڑا بھاری میلہ لگ رہا ہے ۔ ایک طرف قبر تھی اس پر سرخ جھنڈا اڑ رہا تھا ۔ ایک مجاور وہاں بیٹھا تھا ۔ پہاڑی لوگ دھڑا دھڑ اس قبر پر چڑھاوا چڑھاتے اور متھا ٹیکتے جا رہے تھے ۔ میں نے ذرا آگے بڑھکر پوچھا کہ میاں یہ کس پیر کی قبر ہے مجاور نے مجھے ذرا تعلیمیافتہ سمجھ کر یہ کہکر ٹال دیا ۔ کہ بابو جی ! آپ کو اس سے کیا مطلب ۔ اپنا راستہ پکڑو ۔ میرے دل میں اور بھی شک پیدا ہوا کہ آخر یہ کیسا پیر ہے جس کا نام تک بتانے سے پرہیز کیا جا رہا ہے ۔ میں نے ایک دیہاتی سے جو وہاں چڑھاوا چڑھا کر واپس جا رہا تھا پوچھا ۔ کہ میاں یہ کون سے پیر کی قبر ہے ۔ دیہاتی نے نہایت سادہ لوحی سے جواب دیا ۔ کہ یہ

یہاں کھوتہ پیر کی درگاہ بنی ہے۔ میں اس جواب کو سن کر پہلے سے بھی زیادہ
حیران ہوا۔ کہ یہ کھوتہ پیر کون تھا؟ ہر چند دریافت کیا۔ مگر کسی سے پتہ نہ چلا۔
جس سے پوچھتا۔ وہ یہی کہتا کہ ہمیں صرف اتنا ہی پتہ ہے۔ کہ یہ میاں کھوتہ پیر کی درگاہ
ہے۔ آخر اسی مجمع میں مجھے ایک شخص نظر آیا۔ جس کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا
کہ وہ کچھ تعلیم یافتہ ہے۔ میں اس کی طرف بڑھا۔ اور اس سے بھی وہی سوال کیا
وہ شخص میرے سوال کو سن کر ہنس پڑا۔ اور کہنے لگا کہ بابو صاحب! آپ نے اس
سے کیا لینا ہے۔ آپ جائیں۔ اپنا راستہ پکڑیں۔ مگر میں مصر ہوا۔ آخر اس نے
مجھے ذرا الگ لے جا کر نہایت پرمذاق طریق پر یہ قصہ سنایا۔ کہ ایک کمہار اپنے
کھوتوں پر گیہوں لادے اس گھاٹی پر سے گزر رہا تھا۔ کہ مارے تکان کے
اس کا ایک کھوتہ یہاں پر گر کر مر گیا۔ یار لوگوں نے دیہاتی جاہلوں کو مونڈنے
کے لئے اسی جگہ اس کی قبر بنا کر اوپر جھنڈا گاڑ دیا۔ اور مشہور کر دیا۔ کہ رات کو
کھوتہ پیر جی یہاں سمائے ہیں۔ جب یہ قصہ مشہور ہوا تو لوگ جوق در جوق آنے شروع ہوئے۔
چڑھاوے بھی چڑھنے لگے۔ چنانچہ آج بھی اسی کی یادگار میں میلہ لگ رہا ہے۔
وہ صاحب جو مجاور بن کر بیٹھے ہیں۔ وہ میرے ساتھی اور پٹی دار ہیں ہم
سال بھر تک اردگرد کے پہاڑی لوگوں میں میاں کھوتہ پیر کی کرامات کا ذکر کرتے
رہتے ہیں۔ سال کے بعد میلہ لگا دیتے ہیں۔ اس طرح سال چھ مہینے کے خرچ کے
لئے دالیں، گڑ، نمک، اور کچھ ٹکے مل جاتے ہیں۔ مزے سے کٹتی ہے۔ میں نے
اس کہانی کو سن کر قہقہہ لگایا۔ مگر ساتھ ہی مجھے از حد افسوس بھی ہوا۔ کہ اس ملک
میں کسی معاملہ کی آزادانہ تحقیقات کا مادہ کس قدر کم ہے۔ اور کہ لوگ ہر ایک
معاملہ میں کورانہ تقلید کے کس قدر عادی ہیں۔

مسلم۔ تمہاری یہ کہانی واقعی سبق آموز ہے۔ جس ملک میں اس قدر جہالت ہو
وہاں مسیح کی حیات و ممات کے مسئلہ پر سر پھٹول ہوں اور کفر و ارتداد کے
فتوے لگیں۔ تو تعجب کی کونسی بات ہے۔

اعرابی۔ مگر اس کے متعلق کچھ تحقیقات تو ہونی چاہئے۔ تاکہ مسیحی پادری جو بعض سادہ
لوح مسلمانوں کو یہ کہکر بہکاتے ہیں کہ ہمارا یسوع مسیح زندہ ہے۔ اور تمہارا رسول

مر گیا۔ اور کہ تم مردہ رسول کو چھوڑ کر زندہ مسیح پر ایمان لاؤ۔ ان کا منہہ تو بند کیا جا سکے۔

مسلم۔ مگر آپ اس کے متعلق کس طرح کی تحقیقات کرنا چاہتے ہیں؟

اعراقی۔ جس طرح بھی آپ پسند فرمائیں۔

مسلم۔ میں تو یہہ چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کی تحقیقات مسیحی علماء اور مسیحی فلاسفروں کے ذریعہ کی جاوے۔ تو زیادہ اچھا ہے۔ تاکہ اس بات پر روشنی ڈالی جا سکے کہ اگر مسیح کو زندہ بھی مان لیا جاوے تو اس صورت میں انکو ہمارے رسول کریم علیہ السلام پر کوئی فضیلت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ اس زندگی کو جو ہم بجسد عنصری بسر کرتے ہیں۔ اس زندگی پر جو اس جسم سے علیحدہ ہو کر ملتی ہے کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ جسمانیوں پر روحانیوں کو ہی فضیلت ہے۔

اعراقی۔ اس طرح تو یہ مضمون نہایت دقیق ہو جائے گا۔ شاید میں اس کو آسانی سے سمجھ بھی نہ سکوں۔

مسلم۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ مضمون نہایت آسان اور عام فہم ہوگا۔ خاص کر جبکہ تم یورپ یا امریکہ کے مسیحی حکماء یا فلاسفروں اور سائنسدانوں کی مدد سے اس کو حل کرینگے تو مضمون اور بھی دلچسپ ہو جائیگا۔

اعراقی۔ بہت بہتر۔

مسلم۔ مگر آپ کو پہلے اس بات کو سمجھ لینا چاہئے کہ روح انسانی جسم میں دوران خون کا نام نہیں ہے۔ نہ ہی وہ ایسی چیز ہے جو جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہو۔

اعراقی۔ مگر کیا ہی عجیب ہو۔ اگر اہل یورپ کی تحقیق اس بات کو تسلیم کر لیں کہ روح انسانی کوئی ایسی شے نہیں ہے۔ جو جسم کے ساتھ پیدا ہوتی اور جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔ تو تمام مذہبوں کا ہی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ نہ عذاب قبر۔ نہ منکر نکیر کا ڈر۔ نہ حساب کتاب۔ یا سزا و جزا کا فکر۔ نہ بہشت کی تمنا۔ دوزخ کا ڈر۔ اس اعتقاد کے ساتھ مسیح کے زندہ آسمان پر اٹھ جانے یا جسد عنصری زمین پر جگہ زندہ رہنے کے اعتقاد کا بھی فوراً خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں میں جو مسیح کے آسمان پر چلے جانے یا وہاں سے واپس آنے کے متعلق تنازعے جھگڑے فساد ہو رہے ہیں۔ وہ بھی مٹ جائینگے۔ بڑی جلدی

فیصلہ ہو جائے گا۔ یورپ اور امریکہ والے روح کو کیمیاوی ترکیب مان کر
ان تمام مذہبی جھگڑوں سے آزاد ہو کر کیسے مزہ سے زندگی بسر کرتے ہیں۔
کیوں نہ اس بارے میں ان کی ہی تقلید کی جاوے؟
مستلم۔ میاں! تمہارا خیال بڑا ملحدانہ ہے۔ اس خیال کو تو علماء یورپ نے
ترک کر دیا ہے۔ آؤ ذرا پہلے اسی بات پر غور کر لیں کہ روح کو جسم کے ساتھ ہی
فنا ہو جانے والی چیز مان کر کہیں ہم لوگ اسی دنیا میں چور و قاتل فسق و فجور والے اور
بدترین گناہوں کی بادشاہت قائم کرنے والے تو نہیں بن جائیں گے۔
کیونکہ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جاوے کہ روح ایک کیمیائی فعل ہے۔ جو کہ
چند عناصر کے معتدل ملاپ سے پیدا ہوتی اور ان عناصر کے اعتدال
کے ٹوٹنے پر ختم ہوتی ہے۔ اور کہ روح کے لئے کوئی مستقبل نہیں ہے
تو مجھے اس بات کی مطلق ضرورت نہیں ہے کہ میں ایک انسانی جسم کو زندہ
رکھوں۔ جو کہ غلاظت مجسم ہو اور جو بھوک پیاس اور بیماریوں کا شکار رہتا ہو
میں یا تو اس جسم کو آپ ہی ختم کر ڈالوں گا۔ یا اگر میں اس کو ختم نہیں کروں گا
تو میں نیکی اور بدی کے تمام خیالات کو بالائے طاق رکھ کر کھل کھیلوں
گا۔ کیونکہ روح کا جسم کے ساتھ ہی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ کے غلط اصول پر عمل
کرونگا۔ میرے لئے نیکی نیکی نہیں رہے گی اور بدی بدی نہیں رہیگی۔ میں
نیکی کے لئے تکلیف برداشت کرنا اور بدی سے نفرت کرنا ایک قسم کی
حماقت سمجھونگا۔ میں دنیا کے ان تمام مذہبی سرداروں۔ قدسیوں اور
روحانیوں پر احمق ہونے کا فتویٰ لگا دوں گا جنہوں نے کہ کسی آئندہ
زندگی کے بھروسے پر تکالیف برداشت کیں۔ پھانسی پر چڑھے۔ تلوار سے
قتل ہوئے۔ یا آگ میں جلائے گئے۔ اور میں ان تمام بدمعاشوں، چوروں
قزاقوں۔ حرامکاروں اور زناکاروں کو عقلمند۔ دوراندیش اور برگزیدہ
انسان تصور کروں گا۔ جو تو نقد نہ تیرہ ادھار کے مقولہ پر کاربند ہو کر جب تک
زندہ رہے۔ دنیوی حظوظ اور لذات سے محظوظ ہوتے رہے۔ اگر روح
جسم کے ساتھ فنا ہونے والی ہو تو ایک بازاری عورت ایک عصمت مآب

زیادہ نفع میں رہیگی۔ ایک ڈاکو اور قزاق کی زندگی دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے مذہب کے بانی کی زندگی سے جس نے کہ دوسروں کی بھلائی میں اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ زیادہ دور اندیشی کی زندگی تصور کی جائیگی۔ اس لئے کہ زندگی کی دوڑ موجودہ جسم سے شروع ہو کر موجودہ جسم کے خاتمہ کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ اس دوڑ میں جس نے نیکی کے لئے دکھ اُٹھایا وہ احمق اور کوتہ اندیش تھا۔ اور وہ گھاٹے میں رہا۔ اور وہ جو ہر ایک جائز و ناجائز وسیلے سے حیوانیت کے تمام تقاضاؤں سے آنند اٹھاتا رہا۔ وہ عقلمند اور دور اندیش تھا۔ اور وہ نفع میں رہا۔ اس لئے کہ ان کی زندگی کی دوڑ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ اور ان کی روح بھی اس دوڑ کے ساتھ ہی ختم ہو گئی یہ ایک ایسا خوفناک نظارہ ہے۔ کہ جس کو سامنے لانے کے ساتھ ہی ایک باخدا انسان کانپ اٹھتا ہے۔ اور اس کو وہ تمام گمراہ لوگ جو روح کو ایک کیمیائی فعل مانتے اور جسم کے ساتھ ہی اس کا ختم ہو جانا تسلیم کرتے ہیں۔ ایک بدترین شکل میں نظر آتے ہیں۔ اس خطرناک خیال کی بیخ کنی کے لئے حکماء یورپ نے بڑا زور مارا ہے۔ اور انہوں نے روح کی آئندہ زندگی کے متعلق نہایت کثرت سے کتب شائع کی ہیں جن میں سے تازہ تصنیف "پروفس آف دی لائف آفٹر ڈیتھ" ہے۔ اس کتاب میں لنڈن کے مشہور و معروف انگریزی رسالہ ریویو آف ریویوز کے قابل ایڈیٹر مسٹر ڈبلیو ٹی سٹیڈ مرحوم نے اپنی زندگی میں ہی روح کے جسم سے علیحدہ ہو کر زندہ و قائم رہنے کے متعلق جو مضمون لکھا تھا اس کا کچھ حصہ ہدیہ ناظرین ہے۔

اس بات کے ثبوت میں کہ موت کی گھاٹی کے بعد انسان کی ہستی اسی طرح قائم رہتی ہے جس طرح کہ اس دنیا میں ہوتی ہے نہایت ہی صحیح صحیح تجربات و مشاہدات پیش کئے جا سکتے ہیں جو کہ سائیکالوجی کی سائنس کے عین مطابق اترتے ہیں۔ سائیکل ریسرچ سوسائٹی کے اس قسم کے تجربات اور شہادات نے روح کی آئندہ زندگی سے انکار کرنے والے مجھ جیسے کٹر سائنٹفک دماغ رکھنے والے

اور مادہ پرست کے اعتقاد کو بھی بیخ و بن سے اڑا دیا اور چور
چور کر دیا ہے۔ اب میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ کہ جب خاک
میں خاک مل جاتی ہے اور تمام عناصر الگ ہو جاتے ہیں۔ تو
روح اس صورت میں بھی قائم رہتی ہے۔ روح کی شخصیت اور
اس کے خواص کو ایک منٹ کے لئے بھی نقصان نہیں پہنچتا۔
...... باہر کا جسم یا ڈھانچہ تباہ ہو جاتا ہے۔ مگر روح
بدستور قائم رہتی ہے۔ الہام نے ہمیشہ اس کی تصدیق کی ہے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مادی سائنس ایک دفعہ از سر نو مذہب
کی اس حقیقت کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے اور اس کو تسلیم کرنے
کے لئے مجبور ایک لونڈی کے مذہب کے سامنے جھک جائیگی
خواہ مجبور سائنس والوں کے ہم اس بات کو پسند کریں۔ یا نہ
سوال یہ ہے کہ صداقت کیا ہے؟ روح کی آئندہ زندگی کے
تسلیم کرنے میں کسی دقت یا دشواری کا کوئی نقص نظر آتا ہے۔ تو
اس کو نظرانداز کرتے ہوئے سب سے بڑے فائدے کی چیز
یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ انسان کا اپنے خالق خداوند قدوس کے
ساتھ جو تعلق ہے۔ وہ اسی جسم کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ
خداوند قدوس انسان کی روح کے لئے ایک ابدی زمانہ
رکھتا ہے۔ تاکہ روح کو اپنے لطف و کرم سے بہرہ مند کرے۔

(صفحہ ۲۹۴)

مرحوم مسٹر ڈبلیو۔ ٹی سٹیڈ نے اپنے خیالات کا اظہار سنہ ۹ء میں کیا تھا
مگر بلو۔ ایک سائنسدان کے انہوں نے جو ابتدائی تجربے اور مشاہدے
کئے۔ ان سے وہ یقینی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ گئے۔ کہ روح کثیف جسم کو چھوڑ
کر لطیف جسم کے ساتھ موجود رہتی ہے۔ چنانچہ اس مسئلے کو انہوں نے جن
الفاظ میں حل کیا ہے وہ یہ ہیں:۔
"بغیر تار کے برقی پیغام رسانی اور بغیر تار کے ٹیلیفون میں بجلی کے جو

استعمال حال میں کئے گئے ہیں۔ وہ اگرچہ بذات خود کسی ہستی کی حقیقت یا اس کے مستقل طور پر قائم رہنے کے متعلق کچھ ثابت نہیں کرتے تو بھی وہ اس بات کے بڑے قیمتی ذریعہ ہیں کہ وہ ہمیں اس قابل بناتے ہیں۔ کہ ہم موت کے بعد زندگی کے ثابت کرنے میں جو مشکلات اور جو ممکنات ہیں انہیں واضح کرسکیں +

اس مسئلہ کی بابت جس کے متعلق کہ ہم بحث کرنے والے ہیں ٹھیک ٹھیک خیال باندھنے کے لئے فرض کرلو کہ دوسری دنیا بحر اوقیانوس کی طرح ہے جیسا کہ کولمبس کے زمانے سے پیشتر ہمارے بزرگ اسے سمجھتے تھے۔ اس تشبیہ کو مکمل کرنے کے لئے یہ فرض کرلینا ضروری ہے۔ کہ بحر اوقیانوس میں جہاز مشرق سے مغرب کی طرف سفر کرسکتے ہیں۔ اور کہ سمندر کی لہریں یا زبردست مشرقی طوفان ایسے تیز ہیں کہ یورپ سے امریکہ کی طرف جانے والا مسافر پرانی دنیا میں واپس نہیں آسکتا۔ اس سے ہم ان مشکلات کا جن پر کہ میں بحث کرنے والا ہوں۔ ایک سادہ لیکن بالکل صاف خیال باندھنے کے قابل ہوسکینگے۔

اگر کرسٹوفر کولمبس امریکہ کو دریافت کرنے کے بعد بحر اوقیانوس کو عبور کرکے واپس پہنچنے کے ناقابل ہوتا تو کچھ عرصے کے بعد یورپ نے یہ نتیجہ نکال لیا ہوتا کہ وہ اس بحر ناپیدا کنار میں تباہ ہوگیا ہے۔ اگر دوسرے متعدد مسافر بھی مغربی سفر اختیار کرتے اور کوئی بھی واپس نہ آتے تو یہ نتیجہ یقین کی صورت قبول کرلیتا۔ جب کہ یہ سچ ہے۔ کہ کرسٹوفر کولمبس اور وہ لوگ کہ جنہوں نے اس کی پیروی کی ہوتی۔ زندگی کا لطف اٹھا رہے ہوتے اور براعظم امریکہ میں ایک نئی قوم کی بنیاد ڈال رہے ہوتے۔ مگر تاہم ان کے لئے یہ ناممکن ہوجاتا کہ وہ اپنے پسماندگان کو اپنی ہستی کا یقین دلاسکیں۔ ایسی صورت میں امریکہ کی بابت یورپ کا یہ خیال ہوتا کہ وہ ایسی نامعلوم مسافت ہے۔ کہ جہاں سے کوئی مسافر واپس نہیں آتا۔ اور ان کے دوست اور رشتہ دار یہ کہکر ان پر دل کا نوحہ کرتے کہ ہائے وہ چلے گئے اور کبھی واپس نہیں آئیں گے۔

مگر یہ سب کچھ ہونے پر بھی کولمبس اور اس کے بعد آدمی اس نئی دنیا میں

اپنی جنم بھومی کی نسبت بہتر حالت میں زندہ ہوتے +

ایسے حالات میں کیا واقعہ ہوا ہوتا؟ زیادہ اغلب یہی ہے۔ کہ ان لوگوں کے دل بھی کہ جو کولمبس کی دانائی پر بہت ہی پکا یقین رکھتے تھے۔ اپنے اس اعتماد میں ڈانواں ڈول ہو جاتے۔ اور اگر یہہ اعتماد بالکل اُٹھ گیا ہوتا تو اُس کی تہ میں شاید کوئی یہی بات چاہیے ہوتی کہ وقتاً فوقتاً رات کو خواب میں اس کے دوستوں نے اس کو ایک عجیب اور نئی دنیا میں زندہ اور اچھی حالت میں دیکھا ہوتا لیکن ایسی باتوں پر یقین کرنے کی نسبت کچھ زیادہ وقعت نہ رکھتا +

آؤ اب ہم اپنے آپ کو کولمبس کے زمانے سے اپنے موجودہ زمانہ میں لے آویں۔ مگر کچھ دیر کے لئے ہمیں فرض کرنا چاہئے۔ کہ بحر اوقیانوس کو مغرب سے مشرق کی طرف عبور کرنے میں پہلی جو ناممکن حالت تھی وہ اب بھی جاری ہے لیکن کولمبس کے بعد کئی صدیوں کے اندر ان لوگوں کی تعداد جو مشرق سے مغرب کی طرف گئے تھے۔ بہت بڑھ گئی ہے۔ اور انہوں نے براعظم امریکہ پر اپنی اعلیٰ لیاقت اور تہذیب کے ساتھ ایک بڑی قوم بنالی ہے۔ اب ہماری طرح وہ تار برقی کو معلوم کرتے ہیں۔ اور ہماری طرح ٹیلیفون استعمال کرتے ہیں۔ کچھ عرصے کے بعد وہ بغیر تار کے برقی پیغام رسانی کا اصول معلوم کرتے ہیں۔ اور اس پر عملدرآمد کرتے ہیں۔ اور اُس کے بعد بغیر تار کے ٹیلیفون کو مکمل کرتے ہیں +

نووارد اپنے آپ کو واپس پہنچنے کے ناقابل پاکر فوراً کوشش کرینگے کہ پرانی دنیا کو اپنی بڑی معلومات کی خبر پہنچانے کے قابل ہونے کیلئے موجودہ سائنس کے تمام ذرائع استعمال میں لاویں وہ بغیر تار کے پیغام رسانی کے استعمال کو مکمل کرنے اور پھیلانے کی کوشش کرینگے۔ تاکہ براعظم یورپ کے کنارے پر اپنے دوستوں تک یہہ خوشخبری پہنچانے کے قابل ہوسکیں۔ شروع شروع میں اس طرف خبر حاصل کرنیکے کسی مقام کے نہ ہونے سے وہ ناکامیاب رہینگے لیکن کچھ عرصہ کے بعد حسن اتفاق سے امریکہ سے ایک بے تار کا برقی پیغام کسی بحری ساحل کے مارکنی اسٹیشن پر

(جہاں موجد بغیر تار برقی کا آلہ لگا ہو) پکڑا جائے گا +

جب وہ پیغام آویگا۔ تو وہ کس طرح حاصل کیا جاوے گا۔ اغلباً یہ غیر مکمل بے معنی اور ظاہر بلا مطلب ہوگا۔ یہ کسی مشتاق مسخرہ کی طرف منسوب کیا جاوے گا یا ایک ایسا مشکل پیغام سمجھا جاویگا۔ جو یورپ کے کسی مقام سے کسی نے بھیجا ہو۔ اور اس طرح ایک لمبے عرصے تک خبر رسانی کی کوشش میں ناکامیابی رہیگی۔ کچھ وقفے کے بعد کچھ مطلب رکھنے والا پیغام پہنچیگا۔ جواب دینے کی کوشش کی جاویگی۔ لیکن جواب شاید نہیں پہنچ سکینگے۔ جب کہ دوسری طرف کوئی اس پیغام کو حاصل کرنے کے لئے بھی موجود ہوگا۔ ممکن ہے کہ آلات کے کیل کانٹے درست نہ ہوں۔ یا پیغام ہی ایسے ٹوٹے پھوٹے ہوں کہ سمجھ میں آنے کے ناقابل ہوں۔ چند دلیر آدمی جن کا یہ اعتقاد خواہ وہ کیسا ہی روایت کی بنا پر یا وضع ماسی کیوں نہ ہو کہ سمندر کے پردوں کے پرے ایک اور دنیا ہے کبھی بھی دو نہیں ہوا تھا۔ تجربے کئے جاوینگے اپنا وقت اور روپیہ ضایع کرتے جاوینگے اور سائنٹفک دنیا کے ہنسی مخول سہتے جاوینگے +

آخرکار بے تعداد ناکامیوں کے بعد یہ ممکن ہے۔ کہ آخری تحقیقات کرنے والی مہم کا کپتان مندرجہ ذیل صاف اور ٹھیک ٹھیک مطلب کو لئے ہوئے پیغام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے :۔

"از طرف کپتان متحدہ استقلال" جہاز والا بنام فلاں لنڈن

ہم زندہ اور خیریت سے ہیں۔ ہم نے نئی دنیا معلوم کر لی ہے۔ جو کرسٹوفر کولمبس اور اس کے آدمیوں کی اولاد سے پر ہے" +

بغیر تار کے ایسے پیغام کے بھیجنے سے کیا نتیجہ ہوگا۔ یہ اغلباً مہم کی روانگی کے اتنے سالوں کے بعد پہنچیگا۔ کہ ابتدا میں کسی کو یاد بھی نہیں ہوگا کہ کپتان سمتھ کون تھا۔ جب سابقہ کاغذات ملاحظہ کئے جاوینگے۔ اور اس جہاز اور اس کے کپتان کی ہستی کا ثبوت مل جاویگا۔ تو لوگ چونک اٹھینگے۔ اور بہت کچھ بحث مباحثہ ہوگا۔ نامعلوم ملک میں پہنچنے کے لئے از سر نو کوشش شروع

ہو جاویگی۔ لیکن دنیا کے "سیانے" آدمیوں کی بڑی تعداد اس پیغام کو محض
تمسخر تصور کریگی۔ اور سائنس دان ہونے کا دعوے کرنے والے لوگ اپنے
آپ کو پوری تسلی دینے کے لئے یہ ثابت کر دینگے۔ کہ ایسی کسی بھی دنیا کا موجود
ہونا اور کسی ایسے پیغام کا درست ہونا ہی بالکل ناممکن ہے۔

لیکن کچھ عرصے کے بعد اور پیغام آوینگے۔ جواب بھیجنے اور ان کا جواب
حاصل کرنے کا کوئی طریقہ معلوم کیا جاویگا۔ آخر کار سائنس دان دنیا اس بات
کو قبول کرنے کے لئے جاگ اٹھیگی۔ کہ اس عجیب اور تقریباً ناقابل یقین بات
کا جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا تھا۔ کہ بحر اوقیانوس سے پرے پار، وہ دنیا ہے
جو کہ اس کے باشندے بغیر تار کے برقی پیغام رسانی کے ذریعے یورپ
کے ساتھ خط و کتابت کر سکتے ہیں" پورا پورا ثبوت مل گیا ہے۔ اور تب
جن مشکلات کا انہیں سامنا کرنا پڑیگا۔ وہ ٹھیک ویسی ہی مشکلات
ہونگی جن کا ہمیں دوسری دنیا کے متعلق تحقیقات اور اس کا لوگوں کو یقین
کرانے میں سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن صبر استقلال اور سمندر پار کے حالات
جاننے کے کام کی روکوں کے لئے کافی گنجائش چھوڑ کر جیسے آخر کار براعظم امریکہ کی
موجودگی بہت مضبوط طور پر ثابت ہو گی ویسے ہی میں یقین کرتا ہوں کہ دوسری دنیا کی
ہستی بہت جلدی تمام شک و شبہ، دلیل بیہودہ ثبوتوں سے پرے قائم ہونیوالی ہے۔

یہاں ہم نے دیکھ لیا کہ یورپ کے سبھی عقلمندوں کا رجحان کس طرف
ہے وہ روح کو بیہودہ فعل نہیں مانتے۔ بلکہ وہ نہایت بے صبری کے ساتھ اس بات
کی تلاش میں ہیں کہ کسی طرح انکو پتہ لگ جائے کہ جسم کی موت کے بعد روح کی کیا
حالت ہوتی ہے۔

اعرابی - واقعی یہ خیال تو نہایت مبارک ہے۔ اور ہمارے لئے تو خاصی خوشی
دینے والا ہے۔ اس لئے کہ قرآن پاک نے ہمیں تو مفصل طور پر روح کی آئندہ
زندگی اور اس کی خوشیوں کی حقیقت کو کھولکر بتا دیا ہے۔

مسلم - ان سبھی فلاسفروں یا حکماء کے اقوال پیش کرنے سے میرا مطلب یہ ہرگز
نہیں کہ اس سے ہمارے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ یا انکو ہم لفظاً و معناً صحیح

تسلیم کریں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ مطلب صرف اتنا ہے۔ کہ مسیحی دنیا باوجود اپنے علم وہنر
کے اس روشنی سے محروم ہے۔ جو کہ رب العزت نے قرآن پاک کے ذریعہ ہمیں
دی ہے۔ آؤ ذرا ان لوگوں کی اس کشمکش کو تو دیکھ لیں۔ جو یہ بلاواسطہ طریقہ پر
اسلام کی روشنی کو حاصل کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔

اعرابی: بہت بہتر۔

اکیسویں فصل

تجربات

وہی مسیحی فاضل مسٹر ڈبلیو۔ ٹی۔ سٹیڈ صاحب جن کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے
اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ انسان کی روح جسم سے الگ ہو کر نہ تو فنا
ہو جاتی ہے۔ نہ ہی کسی دوسرے حیوان یا نباتات کی جون میں چلی جاتی ہے
بلکہ وہ اپنی انسانی شخصیت کے ساتھ قائم رہتی ہے۔ اپنے تجربات و مشاہدات
کا ذیل الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:-

اب میں اسکو چھوڑ کر براہ راست اس ثبوت کو بیان کرتا ہوں کہ جس
نے مجھے موت کے بعد ہستی کے قائم رہنے کی صداقت کا یقین دلایا ہے۔ میں
پہلے ہی بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ مجھے یہ طاقت حاصل ہے کہ جسے خود بخود
لکھنے کا عطیہ کہا جاتا ہے۔ اس سے میری مراد یہ ہے۔ کہ اپنے دل کو
یکسو کرنے کے بعد اپنی قلم کو کاغذ پر رکھ دیا کرتا ہوں تو دور بیٹھے دوستوں
کے پیغام لکھ سکتا ہے۔ خواہ وہ اس دنیا میں زندہ موجود ہوں خواہ اس
دنیاوی اصطلاح کے موافق وہ مر چکے ہوں۔ اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اپنے
خود بخود لکھے جانے والے پیغاموں کا کسی زندہ دوست کی طرف سے حاصل کیا
[illegible]۔ کہ جس شخص کی طرف سے پیغام آتا ہے۔ اس سے ذکر کرکے ان کے

ٹھیک ہونے کی تصدیق کرنی ممکن ہے۔ غلط فہمی سے بچنے کی خاطر میں یہ ذکر کر دیتا ہوں کہ میری صورت میں پیغام بھیجنے والا شاذ و نادر ہی اس کے بھیجنے کی طرف سے باخبر ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ یہ معلوم کر کے کہ اس کے بے خبر دل نے وہ پیغام بھیجا تھا۔ حیران ہو جاتا ہے۔ اور ناراض ہو جاتا ہے۔ اس کی تشریح کرنے کے لئے میں ذیل میں ایک ایسے ہی تجربے کی بابت بیان کرتا ہوں۔ جو میرے تجربوں کی ابتدا میں ہی واقع ہوا تھا۔

میری ایک دوست لیڈی جو میرے ہاتھ کے ذریعے کتنے ہی فاصلے پر سے جیسے کہ وہ اپنے ہاتھ سے لکھ سکتی ہیں۔ اس سے زیادہ آزادانہ طور پر لکھ سکتی ہیں۔ لنڈن سے تقریباً ۳۰ میل کے فاصلے پر ہیس میر نامی گاؤں میں چھٹی کا دن گزارنے کے لئے گئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا۔ کہ بدھوار کو اگر وہ واپس آگئیں تو وہ میرے ساتھ کھانا کھائیں گی۔ منگل سوموار کی شام کو میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ آیا وہ گاؤں سے چل پڑی ہیں یا نہیں؟ چنانچہ اپنی قلم کاغذ پر رکھ کر میں نے دماغی طور پر ان سے دریافت کیا۔ آیا وہ لنڈن واپس پہنچ گئی ہیں۔ میرے ہاتھ نے مندرجہ ذیل عبارت لکھ دی:-

"میں بہت افسوس سے آپ کو یہ بتاتی ہوں کہ میرے ساتھ ایک بہت دردناک واقعہ پیش آیا ہے۔ کہ جس کا ذکر کرنے میں بھی مجھے شرم معلوم ہوتی ہے میں ۲۰۔۲ بعد دوپہر کو ہیس میر سے ایک سیکنڈ کلاس گاڑی میں جس میں دو عورتیں اور ایک مرد تھا روانہ ہوئی جب ریل گاڑی گوڈلمنگ کے سٹیشن پر کھڑی ہوئی تو وہ دونوں عورتیں گاڑی سے نکلیں اور میں اس آدمی کے ساتھ اکیلی گاڑی میں رہ گئی۔ گاڑی کے روانہ ہونے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھکر میرے پاس آگیا۔ میں چوکس ہو گئی اور میں نے اس کو پیچھے دھکیلا۔ اس نے پیچھے ہٹنے سے انکار کیا۔ اور مجھے چومنے کی کوشش کی۔ میں غصے میں آگئی۔ یہاں تک کہ ہمارے درمیان کشمکش شروع ہو گئی۔ میں نے اس کا چھاتہ پکڑ لیا اور دے مارا لیکن یہ ٹوٹ گیا۔ اور مجھے اس بات کا فکر ہو رہا تھا کہ وہ مجھ پر قابو پالے گا۔ جبکہ گاڑی گلڈفورڈ سٹیشن پر پہنچنے سے

پہنچنے میں دیر ہونی شروع ہو گئی اس نے خوف زدہ ہو کر مجھے چھوڑ دیا اور گاڑی
کے پلیٹ فارم پر پہنچنے سے پہلے ہی وہ کود پڑا اور بھاگ گیا۔ میں بہت پریشان
ہو گئی لیکن چھاتہ میرے پاس ہے۔"

میں نے اپنے سکرٹری کو ایک رقعہ دے کر بھیجا جس میں صرف
اتنا ذکر تھا کہ مجھے اس حادثہ کی بابت معلوم کر کے بہت افسوس ہے اور
میں نے مندرجہ ذیل الفاظ اور بڑھا دئے۔

"دو تسلی رکھو اور اس آدمی کا چھاتہ بدھوار کو اپنے ساتھ لاؤ۔"

اس پر اس لیڈی نے جواب میں لکھا "کہ مجھے بڑا افسوس ہے کہ
آپ کو اس واقعہ کا علم ہے میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ میں کسی کو نہیں بتاؤنگی
جب "ٹوٹا ہوا چھاتہ" لے آؤں گی لیکن یہ میرا چھاتہ تھا نہ کہ اس کا۔"

جب وہ بدھ کے روز سہ پہر کا کھانا کھانے کے لئے آئیں تو انہوں نے
اس کہانی کی حرف بحرف تصدیق کر دی اور ٹوٹا ہوا چھاتہ دکھلایا جو کہ ان کا
اپنا تھا۔ اور اس آدمی کا نہیں تھا۔ اس پیغام کے بھیجنے میں یہ ایک غلطی
کس طرح واقع ہوئی۔ اس کا مجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔ شاید باقی کے سارے
بیان کے صحیح ہونے کی تائید میں یہ واحد غلطی ہوئی ہو گی۔ میں یہ چند دن
پہلے اس گاڑی کی بابت جس میں یہ لیڈی مذکور سفر کر رہی تھیں کوئی خیال تک نہ
تھا اور ذرا بھی شک و شبہ نہ تھا کہ انکے ساتھ ایسی مصیبت پیش آئی ہے۔

میں یہ بتلانا چاہتا ہوں اس وقت سے لے کر گذشتہ پندرہ سال کے
عرصہ میں اپنے بہت سے دوستوں سے اس قسم کے خود بخود لکھے جانے والے پیغام
حاصل کرتا رہا ہوں اور آجکل بھی حاصل کرتا ہوں۔ ان میں سے بعض میں
غلطیوں کی فی صدی تعداد ذرا زیادہ ہوتی ہے۔ مگر عموماً یہ پیغام اس قدر
درست ہوتے ہیں کہ ان سے بہت حیرانی پیدا ہوتی ہے۔ ایسے دوستوں
کے ساتھ جو ابھی اس دنیا میں موجود ہیں۔ اور جو میرے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں
خود بخود لکھی ہوئی یا دماغی خبر رسانی کا ذریعہ میرے لئے ویسا ہی درست ہے
جیسا کہ تار برقی یا ڈاک اور صداقت کا جس کی بار بار تصدیق ہو چکی ہے ہو

ہونا درست ہے۔ اب دوسرا سوال یہ ہے کہ آیا زندہ آدمیوں کے بیچ
خود بخود دماغی خبر رسانی کا طریقہ جو خشکی پر بلا تار کے برقی پیغام رسانی
کے مشابہ ہے۔ ان لوگوں تک بھی بڑھایا جا سکتا ہے جو موت کے دریا
کو عبور کر چکے ہیں۔ اس موقعہ پر میں اپنا ہی تجربہ بیان کرتا ہوں؛

میری دو دوست لیڈیاں تھیں کہ جو آپس میں ایک دوسرے پر جان
کی طرح فدا تھیں حسب معمول انہوں نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا تھا
کہ جو کوئی پہلے مر گئی۔ وہ دوسری کے پاس اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لئے
کوشش کرے گی۔ تا کہ موت کے بعد کی دنیا کی صداقت مثلاً تصدیق شدہ
ہو جائے۔ ان میں سے ایک جس کا کرسچین نام جولیا تھا عہد و پیمان کرنے
کے تھوڑے عرصہ میں بوسٹن میں مر گئی۔ چند ہفتے کے اندر اس نے اپنی دوست
لیڈی کو [illegible] میں سوتے ہوئے جگایا۔ اور اپنے آپ کو اسکے بستر کے پاس
ظاہر کیا۔ بلکہ وہ بہت ہی خوش دکھلائی دیتی تھی۔ چند منٹ چپ چاپ کھڑی
رہنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ ہلکی دھندلی شکل میں تبدیل ہوتی ہوئی
آدھا گھنٹہ تک پشت میں رہی۔ چند ماہ کے بعد وہ لیڈی انگلستان میں
چلی آئی۔ وہ اور میں ایسٹ نوکیسل میں جو کہ انگلستان کے غرب کی طرف
ہے۔ ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب کہ جولیا دوسری دفعہ واپس آئی۔ میری دوست
لیڈی اُس وقت سوئی نہیں تھی۔ وہ اُسی طرح بیدار تھی۔ اس نے پھر جولیا کو نہایت
صاف صاف دیکھا جیسا کہ اُس کی زندگی میں دیکھا تھا۔ لیکن جولیا بات
بھی بول نہ سکی۔ اور اسکی شکل پھر غائب ہو گئی۔ اس کی دوست لیڈی نے
جولیا کے دوسری دفعہ ملنے کا مجھ سے ذکر کیا۔ اور دریافت کیا کہ آیا
میں اس سے کوئی پیغام حاصل کر سکتا ہوں۔ میں نے [illegible]
کروں گا اور دوسری صبح کو حاضری کیا [illegible] اپنے [illegible]
ہاتھ کے ذریعے ایک بہت پرمعنی پیغام لکھا گیا۔ جو مختصر لیکن بہت پرمطلب تھا
میں نے پیغام بھیجنے والے کی شناخت کا ثبوت پوچھا۔ میرے ہاتھ نے لکھا کہ
اس لیڈی کو لکھو کہ اس بات کو یاد کرے جو میں نے اس کو کہی [illegible]

ہم آخری دفعہ مسز وا سے ملی تھیں میں نے اعتراض کیا کہ پیغام بے معنی سا ہے۔ میرے ہاتھ نے اسی بات پر قایم رہ کر کہا کہ وہ دوست لیڈی اس بات کو سمجھ لیگی۔ میں اس پیغام کے بیہودہ پن پر ایسا آزردہ خاطر ہوا کہ بہت دیر تک میں نے اسکو پہنچانے سے انکار کیا۔ جب آخر کار میں نے وہ پیغام اس کی دوست لیڈی کو پہنچایا تو وہ چلا اٹھی۔ کہ کیا درحقیقت اس نے یہ بات بھیجی تب ضرور یہ کہنے والی جولیا ہی ہے۔ اور اس میں کچھ بھی غلطی نہیں ہے۔ میں نے حیران ہوکر دریافت کیا کہ تم مسز وا کے پاس کس طرح جا سکتی تھیں۔ تب اس نے جواب دیا کہ آپ اس کی بابت درحقیقت کچھ نہیں جانتے جولیا نے اپنی موت سے کچھ دن پہلے مس ورڈ کا جو عورتوں کی ایسچین پرنس [illegible] تھی۔ دوسرا پیارا نام مسز وا رکھا ہوا تھا۔ اور اس کو ایک [illegible] تحفہ دیا تھا کہ جس پر مسز وا کی تصویر تھی۔ اس نے اس کے بعد اسے مسز وا کے [illegible] اور نام سے نہیں بلایا۔ اور جو پیغام کہ اس نے تمہارے ہاتھ سے لکھوایا ہے بجنسہٖ وہی ہے۔ جو کہ اس نے مجھے آخری دفعہ دیا تھا۔ جبکہ وہ اور میں جولیا کے بستر مرگ پر آخری سلام اور آخری ملاقات کے لئے آئی تھی ⁂

اس پیغام میں بھی ذرا سی غلطی ہوگئی تھی۔ مسز وا جولیا کے پاس آئی تھی نہ کہ جولیا مسز وا کے پاس گئی تھی۔ لیکن باقی کا پیغام درست تھا ⁂

تب میں نے تجویز کی کہ میں اور پیغام حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ اب میری دوست لیڈی ایک بہت بڑی میز کے ایک سرے پر بیٹھ گئی اور میں دوسرے سرے پر جب یہ ہاتھ چند ایک سوالات کا جواب لکھ چکا تو میں نے جو پیغام [illegible] کے صحیح ہونے کی تصدیق کے لئے ایک اور ثبوت کے طور پر دریافت کیا کہ آیا وہ میرے ہاتھ کے ذریعے اپنی دوست لیڈی کو کسی ایسے حادثہ کی بابت [illegible] سکتی ہے۔ جو ان دونوں کی زندگی سے تعلق رکھتا ہو اور جس کا مجھے علم نہ ہو۔ جونہی میں نے یہ کہا اسی وقت مجھے جواب مل گیا میرے ہاتھ نے یہ لکھا کہ اس سے دریافت کرو کہ آیا اسے وہ [illegible] یاد ہے جب کہ

ہم اکٹھی گھر جا رہی تھیں۔ اور وہ گر گئی تھی۔ اور اس کی ریڑھ کی ہڈی پر چوٹ آئی تھی۔ جوں ہی کہ میں نے پیغام پڑھا۔ تو میں نے کہا کہ اس بات سے کئی پوری ہو گئی ہے۔ کیونکہ مجھے بالکل پتہ نہیں تھا کہ تمہارے ساتھ کبھی ایسا واقعہ پیش آیا ہے۔ میں نے میز کی دوسری طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ میری دوست بہت حیران ہے۔ اس نے اعتراض کیا کہ جولیا میری زندگی میں میری ریڑھ کی ہڈی کو کبھی چوٹ نہیں لگی۔ میں نے اپنے ہاتھ کو لعنت ملامت کر کے مخاطب کیا۔ کہ تم نے خوب گڑبڑ مچا دی ہے۔ میں نے تو ہزاروں چھوٹے چھوٹے حادثات میں سے ایک کی بابت دریافت کیا تھا۔ جو ہم دونوں کو اکٹھے پیش آتے رہے ہوں گے۔ اور تم نے ایک حادثے کی بابت لکھ دیا ہے جو کبھی واقعہ نہیں ہوا۔ میرے ہاتھ نے مستقل مزاجی سے لکھا کہ میں سچی ہوں وہ بھول گئی ہے۔ میں نے بات کاٹ کے کہا کہ اس طرح تو کوئی بھی کہہ سکتا ہے۔ کیا تم یہ بات اسے یاد دلا سکتی ہو؟ جواب ملا کہ ہاں۔ میں نے جواب دیا کہ پھر بتاؤ یہ کب واقعہ ہوا تھا

جواب ملا کہ سات سال ہوئے ہیں۔

یہ واقعہ کہاں ہوا تھا؟

[illegible] واقعہ لینڈنیس میں۔

یہ کس طرح واقعہ ہوا تھا؟

ایک سہ پہر کی شام کو ہم دونوں دفتر سے گھر کی طرف جا رہی تھیں۔ برف پڑی ہوئی تھی۔ جب ہم مسز ڈیل کے گھر کے سامنے پہنچیں تو میری دوست لیڈی کا پاؤں چکنے پتھر پر سے پھسل پڑا۔ اور وہ گر گئیں اور اُن کی پیٹھ پر چوٹ آئی۔

جب میں نے یہ پیغام اونچی آواز میں پڑھے تو وہ دوست لیڈی بول اٹھیں کہ او ہو۔ جولیا تمہاری مراد اس واقعے سے تھی۔ اب مجھے وہ اچھی طرح یاد ہے میں پیٹھ کے درد کے باعث دو یا تین دن تک بستر پر پڑی رہی تھی۔ لیکن مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ میری ریڑھ کی ہڈی کو چوٹ

آتی ہے۔

مجھے اسی قسم کی اور زیادہ مثالیں دینے کی چنداں ضرورت نہیں ہے
جس طرح شروع کی ہوئی خط و کتابت پندرہ سال سے زیادہ عرصے سے
ہوتی رہی مجھے جو اپنائی بتی اور اس کی شناخت کی بابت کچھ بھی
شک نہیں ہے۔ ٹھیک جس طرح کہ مجھے اپنی بیوی یا اپنی بہن کی بابت
کچھ شبہ نہیں ہے۔

اس مثال میں مرحوم مرنے سے پہلے کئے ہوئے وعدہ کو پورا
کرنے کی خاطر دو بار جسمانی شکل میں ظاہر ہوئی تھی۔ اس کے بعد پیغاموں
کے لکھنے کا سلسلہ جاری ہو گیا جس کی تصدیق پہلے ایک گمشدہ
کرنے والے پیارے کے نام سے ہوئی تب سے کہ پیغام بھیجو دوسرا معلوم ہوتا تھا
اور دوسرے اپنی دوست کو پوری شرح کے ساتھ ایک ایسے واقعے کی یاد دہانی
سے ہوئی جو کہ وہ بھول چکی تھی۔ ان پیغاموں کے حاصل کرنے میں خود
میرے سوا کسی اور میڈیم کا دخل نہیں تھا میرا ارادہ کسی بات کو غلط یا خود
جنبش کرنے کا نہیں تھا جیسا کہ میرے مذکورہ بالا بیان سے ثبوت ملتا ہے
کہیں کافی ثبوت کا طالب تھا نہ کہ ضعیف الاعتقاد لیکن باتیں ٹھیک ویسے
ہی ہوتی گئیں جیسا کہ میں نے بیان کی ہیں۔ تب اگر میں نے ان پیغاموں
کو حاصل کر کے ایسا محسوس کیا کہ میں درحقیقت روحانیوں کے ساتھ خط و
کتابت کر رہا تھا۔ تو کیا آپ اس سے متعجب ہو سکتے ہیں؟

ان شخص ... کہ جو میرے مذکورہ بالا بیان کی صداقت میں
تامل کرنے کی جرأت نہیں کرینگے۔ ایسے شخص موجود ہونگے جو یہ کہیں گے کہ
اس سے تو صرف زندہ آدمیوں کے ساتھ دماغی خبر رسانی کی ... کا
مسئلہ صحیح ثابت ہونے سے زیادہ اور کسی بات کا ثبوت نہیں ملتا۔ میں
بھی ان کے اس بیان کی صداقت کو تسلیم کرتا ہوں بشرطیکہ یہ بات بھی
قبول کر لی جاوے کہ کسی شخص کے اندرونی خیالات کا بغیر اس شخص
کے اس بات سے خبردار ہونے کے پتہ لگ سکتا ہے مندرجہ بالا ان پیغام

پہلے رہی تو وہ میرے لئے چار کام کریگی۔ وہ اپنی حین حیات میں میرے ہاتھ کے ذریعہ ہمیشہ لکھتی رہی تھی اور اس نے وعدہ کیا تھا کہ اول وہ اگر ہو سکا تو وہ اپنے موت کے بعد کے حالات میرے ہاتھ کے ذریعہ تحریر کریگی۔ دوسرے اگر ہو سکا تو وہ اپنے ایک یا دو دوستوں کو دکھائی دیگی۔ تیسرے وہ اپنی تصویر فوٹو کے ذریعہ کھچوائیگی۔ اور چوتھے وہ کسی میڈیم کے ذریعے میرے پاس پیغام بھیجیگی۔ جس پر کہ ایک دائرے میں کراس کا نشان ہوگا +

لیڈی ای۔ ایم۔ نے اپنے چاروں وعدوں کو پورا کیا ہے +

(۱) انہوں نے کئی بار میرے ہاتھ کے ذریعے لکھا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی ہی آسانی سے میرے ہاتھ کے ذریعے لکھ سکتی ہیں جیسے کہ وہ اس دنیا میں پہلے لکھا کرتی تھیں +

(۲) وہ میرے دو دوستوں کو دکھائی دے چکی ہیں۔ جن میں سے ایک مرد ہے اور ایک عورت۔ وہ ایک دفعہ آدمیوں سے پر کھانا کھانیوالے کمرے میں نظر آئیں اور صرف اپنے دوستوں کو دکھائی دیں۔ جنہوں نے بیان کیا ہے۔ کہ انہوں نے انہیں صاف طور پر دیکھا۔ ایک اور موقع پر وہ گلی میں عین دن کے وقت ظاہر ہوئیں۔ کچھ دور تک چلتی دکھائی دیں اور پھر گم ہوگئیں۔ ان کی شکل ان کی پہلی شکل سے اس قدر مشابہ تھی کہ یہ کہنا کہ کوئی اور وجود ہو سکتا ہے۔ بہت مشکل تھا +

(۳) ان کی موت کے بعد کم از کم آدھی درجن بار انکا فوٹو لیا جا چکا ہے انکی تمام تصویریں بخوبی پہچانی جا سکتی ہیں۔ اور ان میں سے کوئی انکی حین حیات میں لی ہوئی کسی فوٹو کی نقل نہیں ہے +

(۴) اب صرف ایسے پیغام کا ثبوت باقی رہتا تھا کہ جس پر دائرے میں کراس کا نشان ہو۔ چند مہینوں تک مجھے ایسا کوئی پیغام نہ ملا میں اس بارے میں تمام امید کھو چکا تھا تب ایک دن ایک میڈیم نے جو کہ ناآشنا تھا۔ پہلی دفعہ ہی کوشش کرنے سے یہ پیغام لکھا "ولیم کو کہہ دو۔ کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے لئے مجھ پر الزام نہ لگائے میری

طاقت میں نہ تھا۔ کہ میں ایسا نہ کرتی"۔ پھر اس پر دائرے کے اندر کراس کا نشان کھینچ گیا۔ اس نشان سے میرے سوا اور کوئی واقف نہ تھا۔ میں نہ اس میڈیم کو جانتا تھا۔ اور نہ ہی اس وقت حاضر تھا۔ نہ ہی میرا کوئی ایسا دوست وہاں تھا۔ جسے ای۔ ایم سے پیغام حاصل کرنے کی امید ہو ؛

کیا یہ تعجب کی بات ہے۔ کہ ایسے تجربوں کے بعد مجھے روحوں کی طرف خبر بھیجنے اور ان سے خبر حاصل کرنے کے امکان میں اس سے زیادہ شک نہیں ہے جتنا کہ اس مضمون کو ہاربنجر آف لائٹ کے ایڈیٹر تک پہنچانے میں رہتا ہے ؛

میں روحوں کے فوٹو کھینچنے کی طرف اشارہ کر چکا ہوں میں اس بیان کی صداقت پر اعتراض کرنے والے کو بے ہتھیار کرنے کے لئے پہلے ہی یہ تسلیم کرتا ہوں کہ روحوں کے جھوٹے فوٹو کھینچنا جس قدر آسان ہے۔ اس قدر کوئی اور چیز آسان نہیں ہے۔ اور ایک ہوشیار شعبدہ باز نہایت محتاط آدمی کو دھوکا دے سکتا ہے۔ لیکن پہلے سے خاص نشان کی ہوئی پلیٹیں کہ جن کو میں خود ہی لاتا ہوں اور جن کو میں خود ہی کیمرہ میں رکھکر شیشے کا منہ کھولتا ہوں۔ اور جنہیں میں خود ہی ڈویلپ کرتا ہوں اس قسم کے دھوکے میں آنے سے مجھے قطعی طور پر بچاتی ہیں۔ مگر روحوں کے فوٹو کی صداقت میں میرا یقین اس سے بھی بہت زیادہ مضبوط بنیاد پر قائم ہے۔ کیونکہ ایک تجربہ کرنے والا ممکن ہے۔ پھر بھی اپنی جانچ ہی میں غلطی کر جائے روحوں کے فوٹو کی صداقت کا سب سے بڑھکر ثبوت یہ ہے۔ کہ ایک ایسے مردہ انسان کی صاف طور سے پہچانی جانے والی فوٹو ایک ایسے فوٹوگرافر سے کھچ جاتی ہے۔ کہ جس کی ہستی سے وہ فوٹوگرافر بالکل ناواقف ہو۔ اور کیمرہ کے سامنے بیٹھے ہوئے انسان کو بھی اپنے آس پاس کوئی شکل دکھائی نہ دیتی ہو۔ میں نے ایسے فوٹو ایک دفعہ نہیں بلکہ بہت دفعہ لئے ہیں۔ میں یہاں ان میں سے ایک کا بیان کرونگا۔ فوٹوگرافر جو روحوں کی تصویریں کھینچتا ہے۔ ایک ان پڑھ بہت بوڑھا آدمی ہے۔ اور ہم

لوگ ایک وقت میں اس کے اس کام میں بہت مددگار بنے ہوئے تھے۔ وہ روحوں کو دیکھنے اور روحوں کی باتیں سننے کی طاقت بھی رکھتا ہے بوئر لوگوں کے ساتھ گزشتہ جنگ کے دنوں میں میں ایک دوست کے ساتھ فوٹوگرافر کو سے تصویر اتروانے گیا۔ میں ابھی بیٹھا ہی تھا کہ اس بوڑھے آدمی نے کہا "ایک دن مجھے بہت ڈر لگا تھا کیونکہ ایک بوڑھا بوئر بندوق لئے ہوئے سٹوڈیو میں تصویر لینے کے کمرے میں آیا۔ اسکی ہیبتناک شکل سے خوفزدہ ہو گیا تھا میں نے اسکو کہا "تم یہاں سے چلے جاؤ۔ کیونکہ میں بندوقوں کو پسند نہیں کرتا"! اس پر وہ چلا گیا لیکن آج اب وہ تمہارے ساتھ آیا ہے۔ اب اسکے پاس بندوق نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسکی ویسی ڈراونی شکل ہے کیا وہ اندر آ جاوے"؟

میں نے جواب دیا "ہاں" اور پوچھا کہ "تم اسکا فوٹو بھی کھینچ سکتے ہو"؟

بوڑھے آدمی نے جواب دیا "میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا۔ میں کوشش کرونگا"۔

اس پر میں کیمرہ کے آگے بیٹھ گیا۔ باقاعدہ لینس کا شیشہ لگایا گیا نہ ہی مجھے اور نہ ہی میرے دوست کو اس کمرے میں فوٹوگرافر اور ہمارے سوائے کوئی شخص دکھائی دیتا تھا۔ پیشتر اس کے فوٹوگرافر نے کمرے سے پلیٹ کو نکالا۔ میں نے اس فوٹوگرافر سے پوچھا:

"تم اس دن بوئر کے ساتھ بولے تھے۔ کیا تم آج بھی اس کے ساتھ بات چیت کر سکتے ہو"؟

بوڑھے آدمی نے کہا "ہاں میں کوشش کر سکتا ہوں"۔

میں نے کہا "اس کا نام پوچھو"۔

فوٹوگرافر دماغی سوال پوچھنے اور اس کا جواب سننے کی حالت میں معلوم ہوا۔

پھر اس نے کہا "وہ کہتا ہے میرا نام پائیٹ بوتھا ہے"۔

میں نے کہا۔ ارے پیٹ بوتھا! میں خوب جانتا ہوں بوتھا کو

بوتھا۔ اور کتنے ہی اور بوتھا جانتا ہوں۔ لیکن پائیٹ بوتھا تو میں نے کبھی نہیں سنا!"

بوڑھے آدمی نے پھر کہا: "وہ اپنا نام یہی بتاتا ہے"۔

جب اس نے پلیٹ کو تیار کیا۔ تو میرے پیچھے ایک بال دار لمبا مضبوط آدمی دکھائی دیا جس کو ایک بوئر یا ایک موزک کہا جاسکتا تھا۔ میں نے اس وقت اور کچھ نہ کہا اور جنگ کے خاتمہ کی انتظار کی آخرکار جب مشہور جنرل بوتھا لنڈن میں آئے۔ تب میں نے پرانی اورنج فری سٹیٹ کے وزیر اعظم مسٹر فشچر کے ذریعے انکے پاس یہ فوٹو بھیجا۔ دوسرے دن مسٹر ویزل ایک اور فری سٹیٹ کا ڈیلی گیٹ مجھ سے ملنے آیا۔

اس نے دریافت فرمایا: "آپ نے یہ فوٹو جو آپ نے فشچر کو دیا تھا۔ کہاں سے حاصل کیا ہے"؟

میں نے جس طرح سے حاصل کیا تھا ٹھیک ٹھیک بتا دیا۔

اس نے سر ہلایا اور کہا: "میں ایسی گپوں میں یقین نہیں رکھتا آپ ٹھیک ٹھیک بتائیں کہ آپ نے یہ فوٹو کہاں سے حاصل کیا تھا جس کا یہ فوٹو ہے۔ ولیم سٹیڈ کو نہیں جانتا تھا۔ اور وہ کبھی انگلینڈ میں نہیں آیا۔

میں نے جواب دیا کچھ ہی ہو۔ میں بتا چکا ہوں جس طرح سے میں نے اسے حاصل کیا اگر آپ کو پسند نہیں تو آپ مجھ پر یقین نہ کریں۔ لیکن آپ اس بارے میں اس قدر فکرمند کیوں ہیں"؟

اس نے کہا: "کیوں؟ کیونکہ وہ میرا نزدیکی رشتہ دار تھا۔ اسکی تصویر میرے وطن میں میرے گھر میں لٹکتی ہے"۔

میں نے کہا: "ہاں کیا وہ مرچکا ہے"؟

اس نے جواب دیا: "کیمبرے کے محاصرے میں یہ بوئروں کا پہلا کمانڈر تھا کہ جو مارا گیا"۔

میں نے پوچھا: "اس کا نام کیا تھا"؟

اس نے بتایا: "پائیٹرس بوتھا بوتھا۔ لیکن ہم اُسے ہمیشہ پائیٹ

بوتھا بلایا کرتے تھے"۔

یہ فوٹو اب تک میرے پاس ہے۔ حال میں ہی وو اور فری سٹیٹ کے باشندوں نے اُسے پہچانا ہے۔ جو کہ پائیٹ بوتھا سے اچھی طرح واقف تھے۔ کم از کم یہ واقعہ ایسا نہیں ہے۔ جس کی ٹیلی پیتھی جواب دیسکتی ہے۔ نہ ہی یہ دھوکا کہا جاسکتا ہے۔ یہ صرف اتفاقی تھا۔ کہ میں نے فوٹوگرافر سے اس روح کا نام دریافت کیا۔ جس قدر میں معلوم کر سکا ہوں۔ نہ ہی انگلینڈ میں ایسا کوئی شخص تھا۔ جو جانتا ہو کہ پائیٹ بوتھا کبھی ہوا تھا۔

جس چیز کی ضرورت ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ انسان جو موت کے بعد زندگی میں یقین نہیں رکھتے۔ وہ ایمانداری سے بتائیں کہ کس قسم کی شہادت پیش کرنے سے اُنہیں یقین آسکتا ہے۔ میں نے ان مضامین میں جو کچھ بتایا ہے وہ میرے خیال میں موت کے بعد زندگی کے قیام کی تسلی شہادت ہے۔ مذکورہ بالا تمام واقعات میرے ذاتی تجربے ہیں۔ انکی صداقت کا یقین میرے ناظرین کے لئے میری سچائی کی نسبت اُنکے اندازہ پر منحصر ہے۔ یہ باتیں دراصل ایسے ہی وقوع میں آئیں جیسی کہ میں نے تحریر کی ہیں۔ فرض کرو۔ اگر یہ باتیں آپ کے سامنے وقوع میں آتیں تو آپ انہیں تسلیم کرنے سے انکار کرتے؟ کم از کم اس مضمون میں پوری سائنٹفک تجربہ کی بنا پر تحقیقات سے یہ امر صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کونسی اور شہادت۔ کس قسم کی شہادت۔ کن حالات میں شہادت یقین دلانے کے لئے چاہئے؟

میں یہ نہیں کہتا کہ کسی دوسرے آدمی کی گواہی پر جلدی سے کسی بات کو تسلیم کر لینا چاہئے۔ یہ سچ ہے۔ کہ تمام انسان ٹھیک اسی طرح میڈیم نہیں جیسے کہ تمام ٹیلی فون تار کوئی پیغام دبغیر تار کے خبر۔ حاصل نہیں کر سکتے۔ میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں۔ کہ میں بذات خود میڈیم ہوں۔ اس سے ایک دقت تو حل ہو جاتی ہے۔ لیکن اس دنیا میں

بہت سے ایماندار میڈیم ہیں۔ شاید کچھ تمہارے اپنے کنبے میں ہوں اگر تم انہیں معلوم کرنا چاہو +

اخیر میں یہ عرض ہے۔ کہ میں پچھلے پندرہ سال سے پے در پے براہ راست شہادتوں کے ذریعے اس یقین پر پہنچا ہوں۔ کہ موت کے بعد انسانی وجود قایم رہتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ بات چیت کی جا سکتی ہے۔ لیکن میں نے ہمیشہ کہا ہے۔ کہ میں اس وقت تک اس بات پر اپنا آخری یقین ظاہر کرنے کے لئے انتظار کرونگا۔ جب تک میرے اپنے کنبہ میں سے کوئی گزر نہیں جاتا +

بارہ مہینے گزرے کہ اسی دسمبر کے مہینے میں میرا سب سے بڑا لڑکا جس کو میں نے اس امید کے ساتھ تربیت دی تھی کہ وہ میرے بعد میرا جانشین ہوگا تینتیس برس کی عمر میں فوت ہوگیا۔ میرے اور اس کے درمیان سب سے زیادہ نزدیکی کا رشتہ تھا۔ کوئی مجھے جھوٹ موٹ میرے پیارے لڑکے کی طرف سے پیغاموں کو بتا کر دھوکا نہیں دے سکتا +

اب بارہ مہینے گزر چکے ہیں۔ اس عرصہ میں تقریباً ہر ہفتہ میرے لڑکے نے اپنے پیغاموں کے ذریعہ مجھے خوش کیا۔ اور تسلی دی۔ اور میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ اب پہلے سے بھی زیادہ میرے نزدیک اور میرے لئے عزیز بنگیا ہے۔ اس سے پہلے بارہ مہینے میں گھر سے باہر رہا تھا۔ اس عرصہ میں مجھے اسکی طرف سے کم خبر ملی۔ بہ نسبت اس کے کہ پچھلے بارہ مہینے میں کہ جب سے وہ اس دنیا کو چھوڑ چکا ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اسکے ساتھ خط و کتابت نہیں کی ہے میں اس نے استعدر دفت بتا دی میں نے خیال کیا کہ جو کچھ میں لکھونگا۔ وہ شاید گزشتہ زمانے میں اسکے ساتھ میری بات چیت کی چیز کو نہ ہو۔ اس نے میرے ساتھ دو کم واقف شخصوں کے ذریعے خط و کتابت کی۔ اور وہ پیغام سب کے سب اسکے اپنے چال چلن اور طرز خیالات کی ویسی ہی صاف مہر رکھتے ہیں۔ جیسے کہ اس دنیا میں اسکے قیام کے دنوں میں میرے نام کے خط رکھتے تھے +

اس کے بعد میرے لئے اب شک کی گنجائش نہیں رہی۔ میرے لئے مسئلہ حل ہو گیا ہے سچائی کی تصدیق ہو گئی ہے۔ اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ مجھے تمام دنیا کو کھلم کھلا یہ کہنے کا موقع مل گیا ہے کہ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میرے لئے اس بارے میں شک کرنا ناممکن ہے +

اعرابی۔ اس مسیحی فاضل کی مذکورہ بالا تحقیقات واقعی اس خیال کی سخت تردید کرتی ہے۔ کہ روح جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے +

مسلم۔ مگر ایک دوسرے مسیحی سائنس دان کے خیالات و مشاہدات کا بھی حال سنو!

بائیسویں فصل

مشاہدات

اعرابی۔ یہ مسیحی سائنسدان کون صاحب ہیں؟

مسلم:۔ یہ صاحب ایک بڑے اعلیٰ پایہ کے سائنس کے پروفیسر ہیں ان کا نام ہے۔ سر ولیم کروکس۔ سر ولیم کروکس روح کی آئندہ زندگی کے ثبوت میں اپنے مشاہدات کا بدیں الفاظ ذکر کرتے ہیں:۔

میرے نزدیک اہل سائنس کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ان مشاہدات پر غور کریں جو کہ عام طور پر دیکھنے میں آتے ہیں۔ اور جن مشاہدات کی طرف پبلک کی توجہ مستدعی ہوتی ہے۔ تاکہ وہ جان سکیں کہ آیا یہ مشاہدات درحقیقت کسی اصلیت پر مبنی ہیں۔ یا محض ایک قسم کی شعبدہ بازی ہے۔ مادی اشیا کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائے جانا۔ اور اس قسم کی آوازوں کا سنا جو کہ برقی طاقت سے پیدا شدہ آوازوں سے ملتی ہوں۔ اس قسم کے مشاہدات ہیں جنکی صداقت کا مجھے اسی طرح کامل طور پر یقین ہے۔ جس طرح کہ میں

کیمسٹری کے ابتدائی اصولوں پر یقین رکھتا ہوں۔ میری تحقیقات سب کی
سب سائنس کی بنا پر نہایت ہی ٹھیک پیمانہ پر رہی ہے۔ اور میں صاف
الفاظ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ میرا ان مشاہدات میں یقین نہایت ہی
کامل چھان بین کے بعد پختہ ہو گیا ہے۔ میں نے بطور ایک سائنسدان کے
ایسی تحقیقات کی ہے۔ جو معمولی آدمی نہیں کرسکتا۔ ایک سائنسدان علم و عقل
کی بدولت شروع سے اخیر تک اپنے سامنے تجربات و مشاہدات کا ایک
سلسلہ رکھتا ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے۔ کہ جہاں ایک طرف ان مشاہدات
میں خطرہ اور شبہ موجود ہے۔ وہاں دوسری طرف اس کو بالکل یقینی صداقت
بھی نظر آتی ہے۔ لیکن جہاں قدم قدم پر عجائبات نظر آ رہے ہوں۔ وہاں اس
کے لئے لازم ہوتا ہے۔ کہ وہ ان کی صداقت کو جانچنے کے لئے زیادہ سے
زیادہ اور سخت سے سخت تجربات کرے۔ اہل تحقیق کو ضرور اپنا کام کرنا
چاہئے۔ خواہ انکا کام مقدار میں کتنا ہی تھوڑا کیوں نہ ہو۔ لیکن اس کام کا کافی
معاوضہ مل جاتا ہے۔ تو اہل سائنس کو تسلی ملنی چاہئے۔ مگر عجائبات کی اس
روحانی دنیا میں جسکی طرف کہ اہل سائنس اپنے قدم بڑھا رہے ہیں کیا اس
سے بڑھکر کوئی حیرانی کی بات ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اپنے حواس خمسہ پر اعتبار
نہ کرکے بہت سے دوسرے آلات کا بھی استعمال کرتے۔ تاکہ انکو کسی قسم کا
شبہ نہ رہے جن اہل سائنس کے سامنے یہ تجربات کئے جا رہے ہیں۔
ان کی تعداد اگرچہ زیادہ نہیں ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ یہ مضمون
فزیالوجی کا ایک معرکہ کا مضمون ہے۔ اور جب مشاہدات ہمارے دل
میں ایک خاص یقین پیدا کر دیتے ہیں تو ہم ان کو روحانی ماننے کیلئے
مجبور ہوتے ہیں۔ اس وقت تک میں نے جو مادی مشاہدات کئے ہیں۔ ان سے
میری عقل حیران ہے۔ اور مجھے ان کا کوئی حل نہیں سوجھتا۔ یہی حالت روحانی
اور دماغی مشاہدات کی ہے۔ جن سے کوئی فلاسفر انکار کرنے کی جرأت نہیں
کرسکتا۔ اسی طرح بہت سے ایسے واقعات کا سلسلہ ہے کہ جن کو بیان
کرنے سے قلم قاصر ہے۔ لیکن ان باتوں کا ٹھیک ٹھیک کامیابی سے پتہ

لگانیکے لئے فلاسفر کو آگے آنا چاہئے۔ اور بغیر کسی قسم کے تعصب یا ضد کے تجربہ کرنا چاہئے۔ اور اس بارے میں اس کو ایسی ہی بے رحمی اور سرد مہری سے تحقیقات کرنی چاہئے۔ جیسے کہ اس کے سائنس کے آلات بے رحم ہوتے ہیں۔ اس صورت میں اس کو یقین ہو جائے گا کہ جو واقعات اس کے سامنے ہو رہے ہیں۔ وہ خواہ اس کے نزدیک ممکن ہوں یا ناممکن لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ وہ ہو ضرور رہے ہیں۔ اس مسافر کی طرح جو کہ ایک دور دراز کے ملک میں تحقیقات کر رہا ہو۔ ایسا ملک جسکے عجائبات کی بابت اس نے دوسروں کی زبانی بہت کچھ سن رکھا ہو۔ میں چار سال سے اس روحانی عجائبات کی دنیا میں نہایت ہی سرگرمی اور سرد ردی سے تحقیقات کرتا ہوں۔ اس بارے میں جو تجربات اور مشاہدات میں نے کئے ہیں۔ میں یہ شہادت دیسکتا ہوں۔ کہ اگرچہ وہ میرے پیشتر سے جمے ہوئے مادی سائنس کے اعتقادات کے برخلاف تھے لیکن اب بھی جب میں ان مشاہدات کو یاد کرتا ہوں تو میرے دل میں یہ تعصب پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ جو یہہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ تجربات و مشاہدات مادی سائنس کے اصولوں کے برخلاف ہیں۔ انکی یہ دلیل بالکل نامعقول معلوم ہوتی ہے۔ جبکہ امر واقعہ یہہ ہے۔ کہ یہہ مشاہدات و تجربات سب کے سامنے کئے گئے۔ اور یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ دیکھنے والوں کے سب ہوش مارے گئے ہوں۔ جو یہہ کہتا ہے۔ کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز ہے جسکو کہ نظر بندی یا خبوط الحواسی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ تمام اردگرد کے دیکھنے والے ہاں میں ہاں ملاتے جاتے ہیں میرے نزدیک ایک باطل اور لچر خیال ہے۔ میں اس قسم کی کسی نظر بندی کا قائل نہیں ہوں۔ سپرچولزم ایک قسم کا مذہب ہے جسکی صداقت کے ہزاروں لاکھوں قائل ہیں۔ بہت سی حالتوں میں وہ میڈیم یا معمول کو عام لوگوں کے سامنے نہیں لاتے۔ کیونکہ وہ ان روحانی واقعات کو اہل سائنس کے تجربات کا تختہ مشق بنانے کو معیوب سمجھتے ہیں لیکن بطور ایک دوست کے مجھے یہہ خاص استحقاق دیا گیا تھا۔ کہ میں ان روحانی واقعات کا مشاہدہ اور تجربہ کروں۔

درخواست پر خود میرے ہی گھر میں یہ واقعات دکھائے گئے۔ اور میں یہ شہادت دیتا ہوں کہ یہ کسی قسم کی شعبدہ بازی نہیں تھی۔ کیونکہ میں نے اسکو سائنس کے ان تمام ممکن ذرائع سے جانچا۔ اور پڑتالا۔ جو کہ ان واقعات کی صداقت کو پانے کے لیے لازمی اور ضروری تھے۔ یہ واقعات دن کی روشنی میں کیے گئے جبکہ میڈیم کے علاوہ بہت سے دوسرے دوست بھی موجود تھے۔ میں نے ان واقعات کے متعلق جو کچھ تحقیقات کی ہے میں اس کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جر ثقیل کے کسی قسم کے آلات کے بغیر بھاری بھاری بوجھ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ تک منتقل کئے جانا۔ مختلف قسم کی اونچی اور نیچی آوازوں کا آنا۔ جسموں کے بوجھ میں تبدیلی ہونا میڈیم سے بہت فاصلے پر اشیا کا خود بخود حرکت میں آنا۔ میز اور کرسی کا بغیر کسی انسانی سہارے کے سطح زمین سے بلند ہونا۔ انسانی جسم کا ہوا میں معلق ہونا۔ چھوٹی چھوٹی اشیا کا بغیر چھونے کے ادھر ادھر حرکت کرنا۔ روشن شکلوں کا نمودار ہونا۔ ہاتھوں کا دکھائی دینا۔ جو کہ یا تو خود بخود روشن تھے۔ یا روشنی میں دیکھے گئے۔ براہ راست لکھنا۔ مختلف روحوں کی شکل وصورت کا نظر آنا۔ یہ تمام واقعات ایسی حالت میں ہوتے تھے۔ کہ یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ ان کو وقوع میں لانے والی کوئی عاقل ہستی ہے لیکن یہ کہنا کہ وہ ہستی کیا ہے ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ میں تجربات اور مشاہدات کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ عاقل ہستی نہ تو میڈیم تھا۔ نہ ہی کمرے میں موجود اصحاب میں سے کوئی تھا۔ نہ ہی کمرے میں کسی انسان کا یہ فعل تھا"

پروفیسر کروکس صاحب نے بہت سے ایسے واقعات بیان کیے ہیں۔ جو کہ مذکورہ بالا بیان کی تائید میں ہیں۔ اور نتیجہ نکالا ہے کہ یہ تمام واقعات کسی بیرونی عاقل ہستی کے فعل کا نتیجہ ہیں۔ یہاں پر ان کے ایک تجربہ کا ذکر کیا جاوے گا۔ جو کہ نہایت ہی عجیب وغریب ہے۔ اس کی سرخی روح کی تشکل ہے۔ پروفیسر کروکس صاحب کے گھر میں ایک میڈیم کو جس کا نام فلورنس کک تھا۔ لے جایا گیا۔ مس کک ایک غیر معمولی میڈیم تھی۔ جو روح اس میں کام کر رہی تھی۔ اس کا نام کیٹی کنگ تھا۔ کیٹی کنگ نے اپنے آپ کو

کس طرح ایک مادی شکل میں ظاہر کیا۔ اس کو پروفیسر کروکس کے ہی الفاظ میں ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:-

اس ہفتہ میں جبکہ روح کیٹی کنگ میڈیم سے الگ ہو کر جانے کو تھی تو اُس نے اپنے آپ کو ایک مادی شکل میں ظاہر کیا۔ تاکہ میں اس کی تصویر اُتار دوں۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے فوٹوگرافی کے پانچ مختلف مجموعے مہیا کیے گئے۔ ان میں سے ہر ایک مجموعے میں پانچ پانچ کیمرے تھے۔ ایک ہول پلیٹ کا کیمرا۔ دوسرا کوارٹر پلیٹ کا۔ اور دو بائنا کو رسٹیریوسکوپک کیمرا تھا۔ ان تمام کیمروں کو کیٹی کی تصویر لینے کے لیے ہر ایک موقع پر استعمال میں لایا گیا۔ جبکہ وہ تصویر کے لئے مادی شکل میں نمودار ہوئی تھی۔ تصویر سے پہلے تمام پلیٹوں کو اچھی طرح سے امتحان کے بعد تیار رکھا گیا۔ تاکہ تصویر لیتے وقت دیری نہ ہو۔ یہ پلیٹ میں نے اپنے ہاتھ سے تیار کئے تھے۔ اور میری مدد پر دو اسسٹنٹ تھے۔ میری لائبریری بطور ایک تاریک کمرے کے استعمال میں لائی گئی۔ اس کے دروازے لیبوریٹری میں کھلتے تھے۔ ان میں سے ایک دروازے کے کواڑ اُتار دیے گئے۔ اور اسکی جگہ پردہ لٹکا دیا گیا۔ تاکہ کیٹی آسانی سے اندر باہر آجا سکے۔ ہمارے دوست جو وہاں موجود تھے پردے کو اچھی طرح سے دیکھ سکتے تھے۔ اور کیمرے پیچھے کی طرف کچھ فاصلے پر رکھے گئے۔ تاکہ کیٹی کی تصویر لینے کے لئے تیار رہیں۔ ہر شام کے وقت پانچ کیمروں میں تین یا چار دفعہ تصویر لی گئی تھی اور ہر ایک موقع پر پندرہ مختلف تصویریں اتاری جاتی تھیں۔ بعض ان میں سے دھوتے وقت خراب ہو گئیں۔ اس طرح میں نے چوالیس نیگیٹو تیار رکھے جن میں سے بعض نہایت اعلیٰ تھے۔ کیٹی نے یہ ہدایت کر دی تھی کہ تمام حاضرین توجہ سے [illegible] اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں۔ لیکن اس نے مجھے اجازت دیدی تھی کہ میں جو چاہوں [illegible]

[illegible]

[illegible]

اور میں نے کیٹی اور میڈیم کو دیکھا۔ لیکن بعض اوقات بند کمرے میں سوائے
میڈیم کے کوئی نہیں ہوتا تھا۔ اور کیٹی کی سفید پوشاک غائب ہو جاتی تھی۔ گزشتہ چھ
ماہ سے مس کک اکثر میرے گھر پر آتی رہی اور وہ بعض اوقات ایک ایک
ہفتہ میرے پاس ٹھہرتی رہی۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا بغیر قفل کے بیگ
ہوتا۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ جتنی دیر وہ میرے پاس ٹھہرتی ہے
میری بیوی میں اور گھر کے دوسرے تمام ممبر موجود رہتے ہیں۔ اور اسکو
الگ بستر میں بھی سونے نہیں دیا جاتا۔ جیسے حالات میں صاف ثابت
ہوتا ہے کہ وہ کسی قسم کی بناوٹ کی تیاری نہیں کر سکتی۔ میں اپنی لائبریری
کے کمرے کو اپنے ہاتھ سے آپ صاف کرتا اور اس کو تاریک کمرہ بناتا ہوں
جبکہ مس کک کھانا کھانے کے بعد ہمارے ساتھ گفتگو میں مشغول ہوتی ہے۔
اور ایک منٹ کے لئے بھی ہماری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو سکتی چنانچہ
وہ اسی حالت میں سب کے سامنے بند کمرے میں لائی جاتی ہے۔ اور اسکے
کہنے پر کمرے کا اندر سے قفل لگا دیا جاتا ہے۔ اور اس کی چابی میں اپنے
پاس رکھتا ہوں۔ گیس کی روشنی بجھا دی جاتی ہے۔ اور مس کک کو اندھیرے
میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تاریک کمرے میں داخل ہو کر مس کک فرش پر بیٹھ
جاتی ہے۔ اور اس کا سر ایک تکیہ پر ہوتا ہے۔ اور وہ بیہوش ہو جاتی ہے [illegible]
[illegible] وقت میں نے [illegible] کے چہرے پر ایک دوشالہ ڈال دیا تاکہ اس [illegible]
[illegible] جب کیٹی نزدیک کھڑی ہوتی تھی۔ تو میں اکثر پردے ہٹا دیتا
تھا۔ اور ہم سب ساتھ یا آٹھ اصحاب جو کہ تاریک کمرے میں موجود ہوتے
مس کک اور کیٹی کو برقی روشنی میں ایک ساتھ دیکھتے تھے۔ اس موقع پر
[illegible] دیکھ سکتے تھے کیونکہ وہ دوشالہ سے ڈھکا ہوا [illegible]
[illegible] بلکہ اس کے ہاتھ اور پاؤں نظر آتے تھے میڈیم کے [illegible]
[illegible] میں نے ایک تصویر دونوں کی [illegible]
[illegible] سامنے [illegible]
[illegible] ہوشیار [illegible]

ہاتھ سے مکمل انتظام نہیں کرتا تھا۔ وہ تصویر نہیں لینے دیتی تھی۔ اس کا یہ
اعتبار یہاں تک بڑھ گیا۔ کہ اس نے مجھے اپنے ہر ایک شبہ کو حل کرنے کا
موقع دیا۔ جو کہ کسی دوسرے طریقہ پر ناممکن تھا۔ وہ مجھے ہدایت کر دیتی
تھی کہ حاضرین میں سے کس کس شخص کو کس کس جگہ بٹھانا چاہیے۔ ان تصاویر
میں سے ایک نہایت ہی دلچسپ تصویر وہ ہے۔ جس میں کہ میں کیٹی کے
پاس کھڑا ہوں۔ اس کے پاؤں ننگے ہیں اور وہ فرش پر کھڑی ہے۔
میں نے مس کک کو کیٹی کی سی پوشاک پہنا کر اپنے پاس کھڑا کر لیا۔ اور ہم
تینوں کی اسی کیمرے اور اسی روشنی میں تصویر اتاری گئی جس میں کہ
باقی کی تصویریں اتاری گئیں تھیں۔ اس تصویر میں میری تصویر قد و قامت
کے لحاظ سے مجھ سے ملتی جلتی ہے۔ مگر کیٹی کا قد اس تصویر میں مس کک
سے بہت بڑا نظر آتا ہے۔ اس کا چہرہ میڈیم کے چہرے سے بالکل مختلف
ہے۔ اور دونوں کی تصویروں میں اور بھی بہت سے اختلافات ہیں۔ مگر کیٹی
کے نورانی چہرے کی خوبصورتی کو فوٹوگرافی کے ذریعے ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔
فوٹوگرافی سے اس کے چہرے کا ڈھانچہ نظر آتا ہے۔ مگر اس سے اس کے
چہرے کی نورانی۔ پاکیزگی یا اس کے خوبصورت اعضا کی حرکات و سکنات
کا جبکہ وہ اپنی زندگی کے خوشگوار لمحوں کا ذکر کر کے خوش ہوتی۔ یا ناخوشگوار
لمحوں کا ذکر کر کے آزردہ ہوتی ہے۔ کیونکر تصویر اتاری جا سکتی ہے۔
خاصکر جبکہ وہ اپنی زندگی کے ان واقعات کا ذکر کرتی ہے۔ جو کہ ہندوستان
میں اس کے قیام کے دنوں میں وقوع ہوئے تھے کیٹی کے بارے
میں اب تک بیان کرنے کے بعد اب میں ان اختلافات کا بیان کرتا
ہوں۔ جو کیٹی اور میڈیم مس کک کی شکلوں میں دیکھے گئے میں کہتا ہوں
کہ کیٹی اور مس کک دو علیحدہ علیحدہ ہستیاں ہیں۔ مس کک کے چہرے
پر بہت سے ایسے نشانات ہیں۔ جو کیٹی کے چہرے پر نہیں ہیں۔ مس
کک کے بال سیاہی مائل بھورے ہیں۔ مگر کیٹی کے سر کے بال [illegible]
[illegible] ایک شام کو میں نے کیٹی کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ اس کی رفتار [illegible]

تھی۔ مگر مس لگ کی نبض کی رفتار ۹۰ تھی۔ کیٹی کے دل کی رفتار مس لگ کے دل کی رفتار سے زیادہ باقاعدہ تھی۔ اسی طرح تجربہ کرنے پر کیٹی کے پھیپھڑے مس لگ کے پھیپھڑوں سے زیادہ توانا معلوم ہوئے کیونکہ جس وقت میں نے یہ تجربہ کیا۔ اس وقت مس گک کو کھانسی کا مرض تھا۔ اور وہ زیر علاج تھی۔ جب کیٹی کے رخصت ہونے کا وقت آیا تو میں نے اس کو آخری دفعہ دکھائی دینے کے لئے کہا۔ چنانچہ اس نے حاضرین میں سے سب کے ساتھ کلام کی۔ اور مجھے اس نے مس لگ کی حفاظت کے بارے میں خاص ہدایت کی۔ ان ہدایات میں سے جو کہ شورٹ ہینڈ رائٹنگ سے لکھی گئی تھیں۔ میں مفصلہ ذیل کو یہاں پر نقل کرتا ہوں:-

مسٹر کروکس نے ان تجربات میں سے بہت عمدگی کا ثبوت دیا ہے۔ میں فلورینس کو اس کے ہاتھ میں سونپتی ہوں۔ تاکہ وہ اس کی احتیاط رکھے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ وہ اس بھروسے میں پورا اُترے گا۔ وہ کسی مصیبت کے وقت اس کی بہ نسبت بہتر مدد کر سکتا ہے۔

یہ کہکر کیٹی نے مجھ کو بند کمرے میں بلایا۔ پردہ کو بند کر کے اس نے تھوڑی دیر تک مجھ سے گفتگو کی۔ اور پھر کمرے میں اس جگہ گئی۔ جہاں پر کہ مس کک بے ہوش پڑی تھی۔ اس پر جھک کر کیٹی نے اس کو چھوا۔ اور کہا۔

جاگو! فلوری۔ جاگو! اب میں جاتی ہوں۔

مس لگ جاگی۔ اور اس نے کیٹی سے زیادہ دیر تک ٹھہرنے کی درخواست کی۔ مگر کیٹی نے کہا۔ میری پیاری! اب میں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتی۔ کیونکہ میرا مقصد پورا ہو گیا۔ خدا آپ کو برکت دے۔ یہ کہہ کر وہ مس لگ سے کئی منٹ تک گفتگو کرتی رہی۔ یہاں تک کہ مس لگ کے آنسوؤں نے اس کو بولنے سے بند کر دیا۔ میں کیٹی کی ہدایت کے مطابق

مس کک کو سہارا دینے کے لئے آگے بڑھا۔ جو کہ فرش پر گرنے کو تھی میں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن نورانی شکل کیٹی غائب ہو گئی۔ جب مس کک کو اچھی طرح ہوش آگیا تو روشنی کی گئی۔ اور اس کو باہر لایا گیا۔ میں نے مس کک کو ہر ایک امتحان کے اندر سے گزارا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس میں کسی قسم کا دھوکہ نہیں تھا۔ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر وہ کسی قسم کا دھوکہ کرنا بھی چاہتی۔ تو اس کا فوراً پتہ لگ جاتا۔ کیونکہ وہ فطرتاً دھوکہ دہی سے پاک ہے۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا۔ کہ ایک ۱۵ سال کی سکول میں پڑھنے والی لڑکی اس قسم کی مسلسل دھوکہ دہی کر سکتی ہو۔ اور اس کا پتہ نہ لگایا جا سکے۔ خاص کر اس صورت میں جب کہ وہ ہر وقت ان تمام آزمائشوں کے لئے تیار رہو۔ جو کہ ایک سائنسدان کر سکتا ہے۔ اور وہ عمل سے پہلے یا بعد ہر ایک قسم کی تحقیقات یا تلاشی دینے کے لئے بالکل مستعد ہو۔ اور یہ تمام باتیں اس کے والدین کے گھر میں نہیں بلکہ میرے گھر میں واقع ہوتی ہوں اور اس کے والدین کو بھی یہ علم ہو کہ اس پر یہ تجربات کئے جا رہے ہیں۔ اور وہ ان تجربات میں شامل ہوں۔ ان تمام باتوں کی موجودگی میں یہ خیال کرنا کہ کیٹی کنگ کسی قسم کی جعلسازی یا بناوٹ تھی۔ انسانی عقل کو جواب دیدینا ہے میں یقیناً اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کیٹی کوئی دھوکہ نہیں تھی۔ بلکہ وہ فی الحقیقت روح تھی۔ جو کہ لطیف جسم کے ساتھ ظاہر ہونے کی طاقت رکھتی تھی ؛

متسلم۔ پروفیسر سر ولیم کروکس کے مذکورہ بالا تجربات و مشاہدات کا بیان پڑھکر تمہارے دل میں کیا خیال پیدا ہوتا ہے ؛

اعرافی۔ "میرے دل میں یہ بات یقین کی حد تک پہنچ گئی ہے کہ جسم سے الگ ہو کر نہ روح فنا ہو جاتی ہے۔ نہ ہی وہ کتے۔ بلی۔ بندر۔ سوئر یا گھاس پات کے جسم میں چلی جاتی ہے۔ جیسا کہ آریوں۔ یا ہندؤں کا عقیدہ ہے۔ بلکہ وہ اپنی انسانی شخصیت کے ساتھ قائم رہتی ہے"؛

مسلم:۔ "تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ یہی قرآن مجید کی تعلیم ہے۔ مگر اس کو
تمہارے دل پر زیادہ گہرے طور پر نقش کرنے کے لئے میں تمہارے
سامنے ابھی اس مسئلہ کے اور بھی کئی پہلوؤں کو پیش کرنا چاہتا ہوں
لیکن اپنے الفاظ میں نہیں۔ بلکہ یورپ اور امریکہ کے نہایت
ہی مشہور و معروف فلاسفروں کے الفاظ میں پیش کروں گا۔ تاکہ
تم کو اس بات کا کامل یقین ہو جائے۔ کہ جسم سے الگ ہو کر نہ تو
روح فنا ہو جاتی ہے۔ نہ ہی وہ کسی حیوان یا گھاس پات اور کیڑے
مکوڑے کی جون میں چلی جاتی ہے اور کہ جس طرح روح کو کیمیائی فعل
ماننے کا خیال نہایت ہی فاسد اور غلط ہے۔ اسی طرح آواگون کا
وہم بھی نامعقول وہم ہے"۔

اعرابی۔ میں نہایت ہی دلی توجہ کے ساتھ ان باتوں کو سن رہا ہوں
کیونکہ اس سے میری معلومات میں بڑا اضافہ ہو رہا ہے۔

مسلم۔ مگر ایک بات خوب یاد رکھو۔ یورپ اور امریکہ کے سائنسدان
کچھ ہی کہتے پھریں۔ ہمیں ان پر اندھا ایمان لانے کی ضرورت نہیں ہے
اس لئے کہ جن مسائل کو وہ آج حل کر رہے ہیں۔ ان کو قرآن پاک
نے صدیوں پہلے سے حل کر چھوڑا ہے۔ ہمیں ان فلاسفروں اور
سائنس دانوں کی دوڑ دھوپ کا ذرا دلچسپی سے مطالعہ کرنا چاہئے
تاکہ اسلام اور قرآن پاک کی تعلیم کی عظمت کا ہمیں بخوبی علم ہو سکے
اور ہم جان سکیں۔ کہ رب العزۃ نے قرآن پاک کی شکل میں ہمیں ایک
ایسی کامل و مکمل نعمت عطا کی ہے۔ کہ جس کے سامنے دنیا جہان کی کل
نعمتیں ہیچ ہیں۔

اعرابی۔ آمنا و صدقنا۔

مسلم۔ میاں اعرابی کیا تم انڈرو جیکسن ڈیوس کے نام سے واقف ہو

اعرابی:۔ میں امریکہ کے مشہور و معروف انڈرو جیکسن ڈیوس کے نام
سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ ایک اعلیٰ درجے کے فلاسفر سائنسدان

سپر چولسٹ اور یوگی بلکہ مہا یوگی تھے"؟

مسلم۔ "تم اُن کے نام سے کیسے واقف ہو"؟

اعرابی۔ آریہ سماج کے پلیٹ فارم پر سے جو لیکچر دئے جاتے ہیں۔ اُن میں اُن کا بڑے زور شور سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اُنکی تحریر ونکو بطور سند کے پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سوامی دیانند کی سوانح عمری مرتبہ پنڈت لیکھرام کے صفحہ ۹۰۵ پر اُن کی تحریر کا بڑے زور شور سے ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ آریہ سماج میں انڈرو جیکسن ڈیوس کو ایک پرم یوگی مانا جاتا ہے"+

مسلم۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر تم کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے۔ کہ امریکہ میں انڈرو جیکسن ڈیوس کے نام کی ٹینی سن۔ ایمرسن۔ ڈارون۔ والس ہیکل اور ٹنڈل جیسے شاعروں۔ فلاسفروں۔ سائنسدانوں اور اہل کمال اصحاب کے ناموں سے بھی زیادہ عزت کی جاتی ہے۔ اور اسکی تصانیف کو کمال ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ مگر کیا تم جانتے ہو کہ روح کی آئندہ زندگی کے بارے میں ایسے فاضل اجل کی کیا رائے تھی"

اعرابی۔ "میں نہیں جانتا"+

مسلم۔ "انڈرو جیکسن ڈیوس اس بات کا قائل نہیں تھا کہ روح بدن کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔ اور وہ اس فاسد خیال کا بھی قائل نہیں تھا کہ انسان کی روح جسم سے الگ ہو کر کتے۔ بلی۔ گھوڑے۔ سانپ۔ بچھو۔ کیڑے مکوڑے یا گھاس۔ پات اور درختوں کے قالب میں چلی جاتی ہے۔ بلکہ وہ اس بات کو نہ بطور ایمان کے بلکہ اپنے تجربات و مشاہدات کی بنا پر بطور ایک صداقت کے تسلیم کرتا تھا۔ کہ انسان کی روح کثیف جسم سے الگ ہو کر اپنی انسانی شخصیت میں ایک لطیف جسم کے ساتھ قائم و موجود رہتی ہے۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہارے سامنے اس فاضل سائنسدان کے بیانات تمہارے گوش گزار کر سکتا ہوں"+

اعرابی۔ "میں انڈرو جیکسن ڈیوس کے اس بارے میں تجربات ...

کا ذکر سننا دل سے پسند کرتا ہوں"۔

مسئلہ تناسخ۔ انڈرو جیکسن صاحب لکھتے ہیں:۔

موت کے معنے سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ وہ ایک قسم کی تبدیلی ہے۔ تبدیلی سے مراد یہ نہیں ہے۔ کہ انسان کی شخصیت کسی دوسری شکل میں بدل جاتی ہے۔ بلکہ تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ روح بطور اصول کے ایک دوسرے جسم میں موجود رہتی ہے۔ جو کہ اس دنیا کا کثیف جسم نہیں ہوتا بلکہ روحانی دنیا سے تعلق رکھنے والا لطیف جسم ہوتا ہے اور وہ جسم اس دنیا کے تعلقات کی بجائے روحانی دنیا کے نہایت ہی خوبصورت اور خوش و خرم تعلقات سے محفوظ ہوتا ہے۔ یہ خیال مت کرو۔ کہ جسم کی موت کے ساتھ ہی روح کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یا موت کے بعد روح کسی غیر جنس کے قالب میں چلی جاتی ہے۔ بلکہ موت کے بعد جو تبدیلی ہوتی ہے۔ وہ اتنی ہی ہوتی ہے جتنی کہ ایک غنچہ میں ہوتی ہے جبکہ وہ پھوٹ کر پھول کی خوبصورت شکل میں آجاتا ہے پس موت روح کے لئے ایک معمولی چیز ہے۔ دوسرے الفاظ میں موت ایک بہتر دنیا اور بہترین تعلقات میں نیا جنم لینا ہے۔ اس قسم کی تبدیلیوں کی بہت سی مثالیں نیچر میں دیکھنے میں آتی ہیں۔ وہ نیچر جو خداوند قدوس کا ایک لاتغیر الہام ہے۔ ہر ایک چیز ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتی یا نیا جنم لیتی ہے۔ مگر یہ تبدیلی بہتری اور تکمیل کی طرف ہوتی ہے۔ اور ان تغیرات کا نام انسان نے موت رکھدیا ہے۔ موت ایک دروازہ ہے۔ جو کہ ایک نئی مگر بہتر اور زیادہ مکمل حالت کی طرف کھلتا ہے۔ یہ وہ فتح کا دروازہ ہے۔ جس میں سے گزر کر ایک پاکیزہ روح اس جسم سے الگ ہو کر ایک زیادہ روشن زیادہ خوبصورت اور زیادہ عظیم الشان دنیا میں جاتی ہے جس طرح ایک میٹھی خوشگوار اور گہری نیند میں انسان کو کوئی دکھ محسوس نہیں ہوتا اسی طرح ایک طبعی موت کی حالت میں بھی اس کو کوئی دکھ محسوس نہیں ہوتا۔ بلکہ راحت ہوتی ہے۔ اس بات کی تصدیق کے لئے میں اپنے اس مشاہدہ کا ذکر کرتا ہوں جس سے کہ موت کی جسمانی اور روحانی فلاسفی پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ایک سادہ

بڑھیا عورت بیمار تھی۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا۔ تو میں خوش قسمتی سے جسم اور دماغ کے لحاظ سے اعلیٰ حالت میں تھا۔ اور میں ایک روحانی استغراق کی حالت میں روح کے جسم سے الگ ہونے کا مشاہدہ کر سکتا تھا +

میں نے دیکھا۔ کہ کثیف یا مادی جسم روح کی ضرورتوں کو پورا کرنے سے عاجز تھا۔ مگر جسم کے اعضا روح کو اپنے سے الگ ہونے کے راستے میں حائل تھے۔ چنانچہ روح اور جسم بطور دوستوں کے ایک کو دوسرے سے ہمیشہ کے لئے الگ الگ کرنے والی تمام طاقتوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ یہ کشمکش بادی النظر میں بہت تکلیف دہ معلوم ہوتی تھی۔ لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ میں نے معلوم کیا۔ کہ جسم کی وہ حرکات کسی قسم کے دکھ یا تکلیف کی علامات نہیں تھیں۔ بلکہ وہ اس بات کی علامت تھیں۔ کہ روح جسم سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہونے کی تیاری کر رہی ہے۔ یک لخت کثیف جسم کے سر کے ارد گرد ایک نہایت ہی لطیف۔ نرم چمکدار اور روشن حلقہ نمودار ہوا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ دماغ کے بالائی اور زیرین حصے بہت پھیل گئے ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا۔ کہ دماغ نے اپنے فعل کو ترک کر دیا ہے۔ اس کے بعد میں نے ملاحظہ کیا۔ کہ دماغ کے ان حصوں میں برقی اور مقناطیسی لہروں نے زیریں حصے میں سے نکل کر اپنا غلبہ پا لیا۔ یکلخت دماغ ایسا صاف اور نازک ہو گیا۔ کہ اس کی لطافت و نزاکت تندرستی کی حالت سے دس گنا زیادہ ہو گئی۔ موت کے لمحوں سے پہلے قدرتی طور پر دماغ کی ایسی ہی حالت ہوتی ہے۔ اس کے بعد موت کا فعل یا روح کا جسم سے الگ ہونے کا عمل مکمل طور پر شروع ہوا۔ دماغ نے جسم کے تمام اعضا کی برقی قوت مقناطیس۔ حرکت۔ زندگی اور حس کے تمام عناصر کو اپنے مختلف حصوں میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ اور سر نہایت ہی پُر جلال ہو گیا۔ اور میں نے نہایت ہی غور سے اس بات کا مشاہدہ کیا۔ کہ جس قدر جسم کے زیریں حصے سیاہ اور ٹھنڈے ہوتے جاتے تھے۔ اسی قدر دماغ زیادہ ہلکا اور روشن ہوتا جاتا تھا۔ اب میں نے اس چمکدار اور روشن کرہ کے اندر جس

نے کہ سر کو گھیر رکھا تھا۔ میں نے ایک دوسرے سر کی مدھم سی شکل دیکھی لطیف سر کی یہ مدھم شکل زیادہ سے زیادہ صاف ہوتی چلی گئی۔ رفتہ رفتہ یہ اس قدر مکمل اور اس قدر روشن ہو گئی کہ میں اس پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ جب یہ لطیف سر کثیف سر کے اندر سے اس کے اوپر شکل اختیار کر رہا تھا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ کثیف سر میں سے جو دوسرا لطیف عنصر خارج ہو رہا ہے۔ اس میں بڑی حرکت موجود ہے۔ لیکن جب لطیف سر بالکل صاف اور مکمل ہو گیا۔ تو یہ روشن عنصر آہستہ آہستہ باہر آ جس طرح لطیف سر بنا تھا۔ اسی طرح میں نے نہایت ہی موزونیت کی حالت میں گردن۔ کندھوں۔ سینہ اور تمام لطیف جسم کو بنتے دیکھا۔ جو نقائص یا بعد از ین مادی جسم میں موجود تھے۔ میں نے دیکھا۔ کہ لطیف جسم میں وہ بالکل دور ہو گئے تھے۔ جب یہ لطیف روحانی جسم بن رہا تھا۔ تو میں صاف طور پر اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس حالت میں کثیف جسم کی بعض حرکات سے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ تکلیف میں ہے۔ مگر یہ غلط تھا۔ دراصل یہ حرکات زندگی کے تمام عنصروں کے دماغ میں کھنچ آنے کی علامات تھیں۔ جو کہ بعد ازاں لطیف جسم میں منتقل ہو گئے۔ جب روح کا لطیف جسم مکمل ہو گیا۔ تو یہ مادی جسم یا دماغ کے اوپر جو کہ اب مر چکا تھا۔ ایک زاویہ قائمہ بناتا ہوا کھڑا تھا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ روح کا یہ لطیف جسم کثیف جسم کے ساتھ اپنے تعلقات کو ہمیشہ کے لئے کاٹ لیتا۔ میں نے دیکھا کہ اس لطیف جسم کے پاؤں اور مردہ جسم کے سر کے درمیان ایک برقی طاقت کی لہر اپنا عمل کر رہی ہے۔ اس سے مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ جس کو موت کہا جاتا ہے۔ وہ دراصل جنم ہے۔ جو کہ روح ایک کثیف جسم سے لطیف جسم میں جنم لیتی ہے۔ اور کہ روح کے کثیف جسم کے بعد اس کو ایک ایسا خوبصورت اور لطیف جسم ملتا ہے۔ جو کہ زیادہ روشن اور خوشی دینے والا ہوتا ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھ کہ روح کا کثیف جسم سے الگ ہو کر لطیف جسم یا روحانی دنیا میں داخل ہونا بعینہٖ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ بچے کا ماں کے پیٹ سے موجودہ دنیا میں جنم لینا ہے

یہاں تک کہ جس طرح بچہ کی پیدائش کے وقت ماں اور بچے کے تعلق کو ظاہر
کرنے والی "نال" موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح لطیف جسم اور کثیف جسم کے
درمیان وہ نال موجود تھی۔ جو کہ دونوں جسموں کی علیحدگی سے چند منٹ پیشتر
لطیف جسم کے پاؤں اور کثیف جسم کے سر کے درمیان موجود تھی۔ اور مجھے
یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ لطیف جسم کے کثیف جسم سے علیحدہ ہو جانے کے بہت
تھوڑی دیر پہلے زندگی کی ایک برقی رو مُردہ جسم میں واپس چلی گئی۔ اور
اس میں پھیل گئی جس سے کہ وہ جسم یک لخت سڑ جانے سے کچھ دیر تک محفوظ
رہا۔ میں نے دیکھا۔ کہ روح نے اپنے لطیف جسم کے ساتھ اپنے اردگرد
کے کرّہ کو اپنے لئے موافق بنانا شروع کر دیا۔ اور ایک ایسی راحت محسوس
کی۔ جو کہ روحانی دنیا سے تعلق رکھتی ہے۔ میں نے دیکھا۔ کہ جب اس کے
عزیز و اقارب ایک مردہ جسم پر رو رہے تھے۔ تو روح فلاسفرانہ راحت
کے ساتھ ان کے رونے دھونے میں کوئی دلچسپی نہیں لیتی تھی۔ اے کاش!
تم ایک مردہ جسم کی طرف سے جو کہ تمہارے رونے دھونے کو نہیں سن سکتا۔
اپنی توجہ کو اس روح کی طرف موڑو۔ اے کاش تمہاری آنکھیں کھل سکیں۔ اور
تم اس روح کو اپنے لطیف جسم کے ساتھ دیکھ سکو۔ جو کہ ایک لطیف شکل میں
تمہارے درمیان موجود ہے۔ مگر جو کہ نہایت ہی خوش ہے۔ اور پہلے سے
زیادہ خوبصورت جسم رکھتی ہے۔ یہ تمام عمل ڈھائی گھنٹہ میں مکمل ہو گیا لیکن یہ
کوئی کلیہ قاعدہ نہیں ہے۔ کہ ہر ایک روح جسم سے الگ ہو کر اتنے ہی عرصے
میں اپنے لئے لطیف جسم کو حاصل کر سکتی ہے۔ اپنی جگہ یا پوزیشن کو بدلنے کی
بجائے میں نے اس روح کی حرکات کا بغور مطالعہ کرنا شروع کیا۔ جوں ہی کہ
وہ اردگرد کے کمرے کے ساتھ مانوس ہو گئی۔ وہ فوراً مردہ جسم کے سر کے
پیچھے اتر کر کمرے کے دروازے میں سے باہر چلی گئی۔ جو کہ بالکل کھلا چھوڑا
گیا تھا۔ اور اس کے جانے کے زمانے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی یہ موسم
بہار کا مہینہ تھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ وہ کمرے سے باہر نکل کر کھلی ہوا میں چلی
گئی ہے میری خوشی اور راحت کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ میں نے پہلی ہی دفعہ

اس بات کا مشاہدہ کیا۔ کہ جس ہوا کو ہم کثیف جسم کے ساتھ سانس لینے
کے کام میں لاتے ہیں۔ روح اپنے لطیف جسم کے ساتھ اس ہوا میں قدم
رکھتی ہوئی چل سکتی ہے۔ وہ اس کرہ ہوائی میں اسی طرح آرام اور آسانی
سے چل رہی تھی۔ جس طرح کہ ہم زمین پر چلتے ہیں۔ جوں ہی روح گھر سے باہر
نکلی۔ میں نے دیکھا۔ کہ اس کی دو سہیلی روحوں نے اس کا استقبال کیا
اور تینوں نے ایک دوسرے کو پہنچاننے کے بعد نہایت ہی خوشی اور تپاک سے
ہماری زمین کے اردگرد پھیلے ہوئے کرہ ہوائی میں بلند ہونا شروع کیا۔ وہ
اس کرہ ہوائی میں ایسے قدرتی اور برادرانہ طریقے پر چل رہی تھیں۔
جیسا کہ کوئی نہایت ہی آنند اور خوشی کے ساتھ ایک خوبصورت پہاڑ کی
سیر کر رہا ہو۔ میں ان کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ میری نظر سے اس قدر
دور ہو گئیں کہ میں نے ان کو پھر نہ دیکھا۔ اور میں اپنی معمولی حالت پر آگیا
اوہ! کس قدر زمین و آسمان کا فرق! بجائے اس کے کہ میں اب اس
نہایت ہی خوبصورت روح کو دیکھتا۔ میری نظر اب اس مردہ اور ٹھنڈے
جسم کے کوئے پر پڑی جس میں سے کہ روح کی تیتری پرواز کر چکی تھی۔ وہ جن کی
روحانی آنکھیں کھل چکی ہیں انکے لئے یہ انکشاف بہت دلپسند اور راحت
دینے والے ہونگے۔ لیکن وہ جو ظاہر پرست اور مادہ پرست ہیں۔ وہ ان مشاہدات
کو ایک مجذوب کی بڑ سمجھینگے۔ مادہ پرست لوگوں کو میں اتنا ضرور کہنا چاہتا ہوں
کہ میں روح کی جسم سے علیحدگی اور اس کے ایک لطیف جسم کے ساتھ قایم رہنے
کے متعلق ان روحانی تجربات و مشاہدات کا قایل نہیں ہوں۔ بلکہ میں ایسی
باتوں میں قانون قدرت اور دلیل کے سوائے کسی دوسری سند کو نہیں مانتا
ہوں۔ بنابریں روح کے غیر فانی ہونے کے متعلق میں افسانوں یا کتابوں کی
تعلیم پر تکیہ نہیں لگاتا بلکہ میں توانین قدرت اور اپنی ترقی یافتہ عقل پر بھروسہ
کرتا ہوں۔ میں اس بات کو بطور ایمان کے ماننے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ کہ
چونکہ ہم حضرت مسیح کے دوبارہ جی اُٹھنے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس لئے روح
بھی ایک غیر فانی چیز ہے۔ میں اس کو ناکافی سمجھتا ہوں۔ اور میں اس بات

کو بھی ناکافی سمجھتا ہوں۔ کہ چونکہ فلاں مذہبی کتاب میں روح کے غیر فانی ہونے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس لئے وہ غیر فانی ہے میں ایسی باتوں کو محض فضول سمجھتا ہوں کیونکہ میرے نزدیک وہ لوگ جو کتابوں یا انسانوں اور ان کی تعلیم پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کی ہرگز تسلی نہیں کر سکتے جو کہ قانون قدرت اور دلیل پر چلتے ہیں۔ اس پہلو میں میں اپنے ان تین نتائج کو بیان کرونگا۔ جو کہ قدرت کے مطالعہ کے بعد میں نے اخذ کئے ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ آپکی تحقیقات اور دلیل کی طاقت کو ان نتائج پر غور کرنیکا موقع ملیگا۔ میں روح کو مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر غیر فانی مانتا ہوں:-

اول۔ قدرت انسان کے جسم کی نشوونما کا ایک ذریعہ ہے۔

دوم۔ انسان کا جسم روح کی نشوونما کا ذریعہ ہے۔

سوم۔ کائنات کی دوسری چیزوں کی طرح روح بھی نشوونما پاتی ہے تاکہ اپنی شخصیت کو ان کرات میں قایم رکھ سکے۔ جو کہ دایم ہیں۔

ہر ایک روح میں ایسی قدرت موجود ہے کہ جس کی بنا پر وہ غیر فانی ہے۔ اور اس کی اس قدرت کو کوئی طاقت نیست ونابود یا مضطرب نہیں کر سکتی۔ یہ وہ مشاہدات ہیں جن سے دنیا بے خبر ہے۔ مگر یہ مشاہدات بالکل صاف ہیں اور یہ انسان کی خوشی کو دوبالا کرنے والے ہیں۔ اخیر میں میں یہ کہونگا کہ موت کوئی ڈر کی چیز نہیں ہے۔ بشرطیکہ یہ طبعی حالت میں واقع ہو۔ اور کسی حادثہ سے نہ ہو۔ موت ایک ایسا رہنما ہے۔ جو کہ روح کو بہتر سے بہتر اور شاندار سے شاندار تعلقات کی طرف لے جا رہا ہے۔ انسان کی یہ سخت غلطی ہے۔ کہ وہ ایک روح کے اس زمین سے سفر کرنے کی حالت پر روتے ہیں۔ کیونکہ یہ سفر اگرچہ بیرونی آنکھوں کے نزدیک بہت رنجدہ اور ناخوشگوار ہے۔ مگر روح کے لئے یہ راستہ نہایت ہی خوشی اور خوشبو سے پر ہے جس کی آنکھیں کھل چکی ہیں۔ اور جو ایک ازلی صداقت کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑ چکے ہیں۔ انکے لئے رنج رنج نہیں ہے اور انکے لئے موت موت نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک دائمی زندگی کے وارث ہیں۔

مسلم۔ میاں اعرافی! اینڈرو جیکسن ڈیوس کے مذکورہ بالا مشاہدہ کا مطالعہ
کر کے تم اپنے لئے کیا نتیجہ نکالتے ہو؟
اعرافی۔ میرے دل میں یہ سوال پیدا ہو رہا ہے۔ کہ روح نے اپنے
لئے جو لطیف جسم اختیار کیا۔ اور جس کو اینڈرو جیکسن ڈیوس نے دیکھا
آیا وہ جسم ان ہی مادی اجزا کا مجموعہ تھا۔ یا کسی غیر مادی اجزا کا؟
مسلم۔ تمہارا یہ سوال بہت ٹھیک سوال ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ
تم مادی اور غیر مادی کی ماہیت کو بھی سمجھ لو۔ اور تم کو پتہ لگ جائیگا۔
کہ کثیف اجسام لطیف اجسام کا ہی نتیجہ ہیں۔ اگر لطیف اجسام نہ
ہوں۔ تو کثیف اجسام کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ میں مناسب سمجھتا ہوں
کہ تمہارے سامنے اجسام کی کثافت یا لطافت کے بارے میں مشہور و
معروف سائنٹسٹ مسٹر کمیلی فلیموریَن کے بیان کو پیش کر دوں۔ صاحب
موصوف کثیف و لطیف اجسام کے مسئلہ کو بدیں الفاظ حل کرتے ہیں:۔
فزیالوجسٹ ہمیں بتاتے ہیں۔ کہ خیالات دماغ کا نتیجہ ہیں۔ اور کہ دماغ
کے بغیر کوئی خیال پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور کہ جب دماغ مرجاتا ہے۔ تو ہمارا
بھی کلی طور پر خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مگر یہ بات تجربات و مشاہدات کے خلاف
ہونیکی وجہ سے غلط ہے ہمیں اس بارے میں آزادانہ تحقیقات کی ضرورت
ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ آزادانہ تحقیقات کو بہت بُری نظر سے دیکھا جاتا ہے
اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک چھوٹے سے چھوٹا دماغ بھی اپنے کچھ نہ کچھ پوشیدہ
بھید رکھتا ہے جنکو کہ وہ آزادانہ تحقیقات سے ہوا لگانے سے ڈرتا ہے۔ نیز اگر
میں یہ کہوں۔ کہ روح کی ابدیت جو کہ فلسفہ کے ذریعہ ثابت ہو چکی ہے جسمانی
واقعات کی بنا پر بھی ثابت ہونے والی ہے۔ تو بہت سے تنگ مزاج میری بات
پر ہنسنے لگ جائینگے۔ ایسے لوگوں کو نئی تحقیقات اور نئے تجربات سخت پریشان
کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے تعصبی خیالات میں کسی قسم کی تبدیلی کے خواہشمند نہیں
دیکھے جاتے۔ انکے نزدیک بنی نوع انسان کی ترقی کی تاریخ محض نکمی
چیز ہے۔ ان کے نزدیک محققوں کی تحقیقات اور موجدوں کی ایجادیں تمام کی

تمام ایک قسم کے خوفناک جرم ہیں۔ جو کہ ان کے پہلے خیالات میں انقلاب
پیدا کرتے ہیں۔ انکے نزدیک انسانی نسل شروع سے ایسی ہی چلی آئی ہے۔
جیسی کہ وہ آجکل دیکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تار برقی۔ ریل ٹیلیفون وغیرہ
شروع دنیا سے موجود چلی آتی ہیں لیکن وہ اپنی استحالت کو بھول جاتے ہیں
جبکہ انکے آباؤ اجداد ننگ دھڑنگ بالکل پتھر پر بیٹھے ہوئے جنگلوں میں
رہتے تھے۔ وہ بنی نوع انسان کی نئی جدوجہد کی کوئی داد دینے کیلئے تیار نہیں
ہوتے۔ ایسے لوگوں کے علاوہ وہ طبقہ بھی قابل غور ہے۔ جو یہ کہتا ہے۔ کہ ہم
کسی ایسی بات کو نہیں مان سکتے۔ جو کہ ہمارے حواس خمسہ سے ہمکو معلوم نہ
ہو جائے۔ گزشتہ نصف صدی تک ایسے لوگوں کے خیالات کی حکومت کا دور
دورہ رہا لیکن آج ہم کیا دیکھتے ہیں وہی حواس خمسہ جن پر ہم بھروسہ کرتے ہیں
ہمیں سخت دھوکہ دینے والے ثابت ہو چکے مثلاً ہم سورج۔ چاند اور ستاروں کو
اپنے ارد گرد چکر لگاتا ہوا دیکھتے ہیں۔ مگر یہ بالکل غلط ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ
زمین ساکن ہے لیکن یہ بھی غلط ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ صبح کے وقت سورج
مشرق میں طلوع ہوتے وقت ہم سے نیچے ہوتا ہے لیکن یہ غلط ہے ہم کہتے
ہیں کہ فلاں ٹھوس چیز کو چھوا لیکن یہ غلط ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم نے گانے کی
آواز سنی۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ راگ بذات خود بے آواز چیز ہے۔ بلکہ ہوا کی حرکات
نے ایک بے آواز چیز کو ہم تک پہنچا دیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم روشنی میں خوبصورت
رنگوں کو دیکھتے ہیں لیکن دراصل نہ روشنی ہے۔ نہ کوئی رنگ۔ یہ تمام بیرنگ
ایتھر کی حرکات کے کرشمے ہیں ہم کہتے ہیں۔ کہ آگ میں جلنے سے ہمارے پاؤں کو
داہ ہوتا ہے مگر پاؤں دکھ محسوس نہیں کرتا بلکہ دکھ کا تعلق ہمارے دماغ سے
ہے ہم سردی اور گرمی کا نام لیتے ہیں مگر نہ سردی ہے۔ نہ گرمی۔ بلکہ حرکت کی کمی
بیشی کا نام ہی سردی اور گرمی ہے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے
حواس خمسہ ہمکو سخت دھوکہ دیتے ہیں۔ کیونکہ حواس خمسہ کا علم کچھ اور ہے اور
حقیقت کچھ اور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسانی معلومات کے پانچ دروازے
ہیں۔ یعنے بینائی شنوائی۔ ذائقہ لمس اور سونگھنے کی قوت۔ جب ان پانچ

دروازوں کے ذریعے ہمیں ارد گرد کی چیزوں کا ہی پتہ نہیں لگ سکتا۔ تو جو چیزیں انسے دور کی ہیں۔ انکا تو کیا ہی پتہ لگتا ہے۔ سونگھنا چکھنا اور چھونا تو بالکل نا مکمل دروازے ہیں۔ آنکھ اور کان کسی قدر اچھے ہیں لیکن در اصل روشنی سے ہی تم ارد گرد کی چیزوں کا علم حاصل کرتے ہیں۔ اور روشنی بذات خود ہوا کے مسلسل حرکت کرنیکا نتیجہ ہے۔ اس طرح حواس خمسہ کا علم اس چھوٹے سے جزیرے سے مشابہت رکھتا ہے۔ جو کہ ایک بے انتہا سمندر میں واقع ہو۔ جہاں پر کہ جانی گئی اشیاء کی نسبت نہ جانی گئی اشیاء بیشمار گنا زیادہ ہوں۔ اس وقت تک جو تجربات و مشاہدات ہو چکے ہیں۔ انسے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ کثیف دنیا کے علاوہ لطیف دنیا بھی موجود ہے۔ اور انسان کا کثیف جسم کس چیز سے بنا ہے۔ ایک اوسط درجے کے نوجوان آدمی کا وزن ۷۰ سیر ہوتا ہے۔ اس میں ۵۲ سیر پانی ہوتا ہے۔ جو کہ خون یا گوشت میں موجود ہوتا ہے۔ اب تم جسم کے مختلف رگ و ریشہ۔ ہڈی۔ گوشت پوست کا معائنہ کرو۔ تم کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ سب کے سب عضلات آکسیجن۔ نائٹروجن۔ ہائڈروجن اور کاربانک ایسڈ گیس سے بنے ہوئے ہیں۔ پانی کیا ہے؟ دو گیسوں یعنے آکسیجن اور ہائڈروجن کا ملاپ ہے۔ ہوا آکسیجن اور نائٹروجن کا ملاپ ہے جس میں کہ کسی قدر رطوبت بھی شامل ہے۔ جو کہ بذات خود نتیجہ تنفس میں آکسیجن ہے۔ اس طرح ہمکو معلوم ہو گیا۔ کہ ہمارا جسم حالت تبدیل اور وہ گیسوں کا مجموعہ ہے۔ پہلے خیال تھا کہ اس جسم کے اجزا سات سال کے اندر بالکل تبدیل ہو جاتے ہیں۔ مگر اب معلوم ہوا ہے۔ کہ سات سال نہیں۔ بلکہ ۹ ماہ میں تمام ذرات تبدیل ہو جاتے ہیں۔ آج سے تین ماہ پیشتر ہمارے گوشت پوست کے ذرات موجودہ ذرات نہیں تھے تھے۔ بلکہ وہ دوسرے ذرات تھے۔ جو کہ تبدیل ہو گئے۔ ہمارے کندھے۔ ہمارے چہرے۔ آنکھ۔ منہ۔ بازو اور ہاتھ۔ ان لگاتار حرکت کرنیوالے ذرات سے دریا کا سے ہیں۔ جو کہ ہر وقت بہتا چلا جا رہا ہے۔ یہ ایک شعلہ ہے۔ جو کہ تیل سے تیل سے جلتا رہتا ہے۔ پانی کے وہ ذرات جو آج سے تین ماہ پیشتر

ہمارے جسم میں تھے۔ وہ آج ہمیشہ کے لئے اس جسم سے جدا ہو گئے۔ یہ تمام
ذرات منجمد شکل میں گیس کا بلکہ ہوا کا مجموعہ ہیں۔ الغرض ہمارا موجودہ کثیف
جسم ایک طرح پر ہوا کا جسم ہے۔ جس کے ذرات تغیر پذیر اور متحرک رہتے
ہیں۔ ہمارے کھانے پینے کی تمام اشیاء مثلاً آلو۔ گوبھی سیب ناشپاتی وغیرہ بھی
علیٰ ہذا القیاس ہوا کی منجمد اشکال ہیں۔ وہ طاقت جس کو کہ روح کہا جاتا ہے
وہ ہوا کے ان ذرات کو کھانے یا سانس کے ذریعے اپنے جسم کو بناتی ہے۔ اور
یہی جسم جو کہ ہوا کے ذرات کا نتیجہ ہے کثیف جسم کہلاتا ہے۔ ہمارا یہ جسم خواہ
کتنا بھی کثیف کیوں نہ ہو۔ مگر دراصل وہ ایتھر کے ذرات سے بنا ہے جنکو
کہ روح ایک خاص قانون کے مطابق ایک باقاعدہ شکل میں لاتی ہے۔ مگر
روح ایک غیر مرئی چیز ہے جس طرح وہ طاقت غیر مرئی ہے۔ جو کہ کائنات
کے مختلف ذرات کو ایک قسم کی ہم آہنگی میں باندھے ہوئے ہے۔ آج سے چند
صدیاں پیشتر یہ خیال تھا۔ کہ جسم کے جس حصے کو چوٹ پہنچتی ہے۔ وہی حصہ دکھ
محسوس کرتا ہے مثلاً انگلی کے درد کی جگہ انگلی ہی بتائی جاتی تھی بہت سے سادہ
لوگ اور بچے اب بھی ایسا ہی مانتے ہیں لیکن یہ غلط ہے کیونکہ دکھ محسوس
کرنے کی جگہ دماغ ہے۔ اگر ان پٹھوں کا تعلق جو کہ انگلی اور دماغ کے درمیان
ہیں کاٹ دیا جاوے تو خواہ انگلی کو جلا بھی ڈالو۔ کوئی دکھ محسوس نہیں ہوتا
فزیالوجی نے اس کو کماحقہٗ ثابت کر دیا ہے۔ فزیالوجی نے یہ بھی ثابت کر دیا۔
کہ دماغ اور جسم کے اعضاء کے درمیان خبر رسانی کی تاریں اس قدر تیز
ہیں کہ وہ ۲۸۰ میٹر فی سیکنڈ کے حساب کی تیزی سے دماغ تک خبر پہنچاتی
ہیں فزیالوجی نے دماغ کو دکھ سکھ محسوس کرنے کا مرکز ثابت کر دیا۔ لیکن
فزیالوجی اس سے آگے نہ بڑھی۔ کیونکہ انگلی کی مانند یہ بھی کوئی [illegible] ہستی
نہیں ہے۔ دماغ کے تمام ذرات میں ایک بھی ذرہ ایسا نہیں ہے۔ جو کہ جسم
کے دوسرے ذرات کی طرح بدلتا اور حرکت کرتا نہ رہتا ہو۔ اگر دماغ کے ذرات
کی حرکت یا تغیر و تبدیل بند ہو جائے۔ تو یہ موت کی علامت ہوگی۔ دماغ بھی
جسم کے دوسرے عضو کی طرح مادہ کے لگاتار لہر پر تیار [illegible]

خیال کرنا کہ ہماری روح دماغ کے ان ہی حرکت و تبدیلی پذیر ذرات کا نام ہے سخت حماقت ہے۔ وہ روح جو کہ اپنی شخصیت کے ساتھ قایم ہے۔ اور وہ روح جو اُن اعمال کی ذمہ واری کو اس وقت بھی محسوس کرتی ہے۔ جو کہ اُس نے آج سے دس بارہ یا بیس پچیس سال پیشتر کئے تھے۔ جبکہ اس وقت کے جسم کے تمام اعضا کے بلکہ خود دماغ کے اس وقت کے ذرات کبھی کے تبدیل ہو گئے ہیں۔ وہ فزیالوجسٹ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ روح کوئی علیحدہ شخصیت نہیں ہے۔ بلکہ وہ دماغ کا ہی نام ہے۔ وہ اپنے ان انگھڑ آباد اجداد کی مانند ہیں جو یہہ کہتے ہیں کہ دکھ کی جگہ انگلی میں موجود ہے۔ گو وہ حقیقت سے زیادہ دور نہیں رہجاتے ہیں لیکن جب وہ دماغ تک ہی پہنچکر رہجاتے ہیں۔ اور دماغ کے ذرات کو ہی سب کچھ مان لیتے ہیں تو کہنا پڑتا ہے کہ وہ روح کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اور اُن کی یہ پوزیشن اور بھی قابل افسوس ہو جاتی ہے۔ جبکہ وہ یہ بھی جانتے ہوں کہ دکھ سکھ کا احساس اسی وقت ہوتا ہے۔ جبکہ جسم کے ان ذرات میں کمی بیشی ہو۔ پس مذکورہ بالا بیان سے سائنس کی بنا پر جو نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

اول - جس قدر یہ کثیف کائنات نظر آتی ہے وہ دراصل لطیف کارخانہ کا نتیجہ ہے۔ جو کہ غیر مرئی اجزا ہیں۔

دوم - یہ غیر مرئی اجزا ایک خاص طاقت کے ذریعہ باقاعدہ اشکال میں لائے جاتے ہیں۔

سوم - یہ طاقت ایک لابدی شخصیت ہے۔ اور مادہ کا کثیف ٹھوس یا بھاری ہونا محض نسبتی صفات ہیں۔ وہ کوئی ہستئی مطلق نہیں ہے۔ اور جس کو ہم کثیف مادہ کہتے ہیں۔ وہ ان اثرات کے سوا کچھ نہیں ہے جو کہ غیر مرئی ذرات کی لگاتار حرکت ہمارے حواس خمسہ پر ڈالتی ہے۔ اور جب ہم سائنس کے ذریعہ اس مادہ کا پتہ لگاتے ہیں۔ تو یہہ بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ قانون مطلق جو ہم پر حکومت کر رہا ہے۔ وہ ہماری روح کو اعلیٰ سے اعلیٰ منازل میں پہنچانے کا متمنی ہے۔ روح جس قدر کثیف اجسام سے الگ

ہو کر لطیف اجسام میں چلی جاتی ہے۔ اسی قدر وہ کثیف اجسام کے
دکھ سکھ سے بالاتر ہو جاتی ہے" +

مسلم۔ "میاں اعرابی! میں امید کرتا ہوں۔ کہ مذکورہ بالا بیان سے تمہارے
سوال کا جواب مل گیا ہے"۔

اعرابی۔ بیشک میرے سوال کا جواب مل گیا۔ اور میں کثیف اور لطیف
اجسام کی فلاسفی کو اب بخوبی سمجھ گیا ہوں۔ اور میں اس بات کو بھی بخوبی
سمجھ گیا۔ کہ وہ چیز جس کو مادہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کی دائمی
ہستی کوئی نہیں ہے۔ اور کہ ہماری موجودہ زندگی جو مادیات پر انحصار
رکھتی ہے۔ اس زندگی کے سامنے ہیچ ہے جو موجودہ اجسام سے الگ ہو کر
حقیقی روحانی حالت میں ہمیں حاصل ہوتی ہے +

مسلم۔ بہت ٹھیک۔ مگر ذرا ان باتوں کو ذہن میں رکھنا۔ کیونکہ آگے چلکر ہمیں
ان سے بہت مدد ملے گی +

تئیسویں فصل

روح کی آئندہ زندگی

اور

ایک اہم سوال کا جواب

مسلم۔ میاں اعرابی۔ روح کی آئندہ زندگی کے متعلق تم نے بہت سے
تجربات و مشاہدات کا حال سنا۔ اب تم کو اس مضمون کا مطالعہ کرنا چاہئے
جو کہ دی سائنس کے مشہور عالم پروفیسر الفرڈ رسل والس نے روح
کی آئندہ زندگی کی نوعیت کے متعلق لکھا ہے۔ اور جو بدیں الفاظ ہے

اس سوال کا جواب کہ آیا جسم سے الگ ہو کر روح اپنی شخصیت
کے ساتھ قائم رہتی ہے۔ یا جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔ نہ صرف بامنت لئے
بطور اثبات اشخاص کے جاننا ضروری ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا سوال ہے کہ جس کا
جواب بنی نوع انسان کی آئندہ قسمت کا فیصلہ کن ثابت ہوگا۔ اگر تمام انسان
یہ مان لیں کہ موجودہ زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے اور اگر انکے دلپر یہ
نقش ہو جائے۔ کہ جو کچھ خوشی ہے وہ اس زمینی زندگی کے ساتھ ختم ہو جاتی
ہے۔ تو میرے نزدیک بنی نوع انسان کی حالت حد مایوسی بخش ہوگی کیونکہ
اس صورت میں ان کے دل سے انصاف پسندی۔ حق پرستی۔ اور بے غرضی
کافور ہو جائے گی۔ اور ہر ایک بھوکے ننگے۔ بچے۔ لٹنگے۔ اور خود غرض انسان
کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگی کہ جہاں تک ہو سکے وہ اس زندگی کو
مزے سے گذارنے کیلئے دوسروں کے تمام حقوق کو پامال کر دے۔ اس صورت
میں انسانی نسل کی آئندہ ترقی کا وہ معیار جو کہ بعض فلاسفروں کی طرف
سے ہمارے پیش کیا جاتا ہے بحیثیت مجموعی انسانوں کے لئے کوئی تشفی کی چیز
نہیں۔ بیکار محض اگر اس بات کو مان لیا جاوے کہ یہ تمام دنیا مع اسکے باشندوں
کے ہمیشہ کیلئے بالکل نیست و نابود ہو جانے والی ہے تو وہ فلسفر جو یہ سنہری تعلیم دیتے
رہے ہیں کہ ہم کو دوسروں کی بھلائی کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ ان کی یہ
تعلیم ان لوگوں کے لئے بالکل بے معنی ہو جائے گی جو روح کو جسم کے ساتھ
فنا ہو جانے والی چیز سمجھکر اس دنیا کے موجودہ عیش و عشرت میں ہی غرق ہیں
یہ خیال کہ جس طرح ہمارے آباؤ اجداد نے ہماری بہتری چاہی تھی۔ اسی طرح
ہم بھی آنے والی نسلوں کی بہتری کا خیال رکھیں بالکل فضول خیال ہے جبکہ
ہر ایک شخص اپنی ہی خود غرضی میں مست ہوگا۔ اب بھی باوجود اس مذہبی تعلیم کے
دلوں پر اخلاقی اثر ڈالے ہوئے ہے خود غرضی کا رنگ غالب آیا ہوا
ہے لیکن اگر مذہبی تعلیم کے یہ ایک اثرات بھی اڑا دئے جائیں گے تو
دنیا بالکل دہریہ بن جائیگی اور لوگوں کو آئندہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں رہیگا
تو اسکا لازمی نتیجہ جس کی لاٹھی اسکی بھینس ہوگا۔ زبردست کمزوروں کو تباہ کر دینگے

اور ظالموں اور بدکرداروں کی بے لگام شہوت پرستی اور خود غرضی کا دنیا
میں عالمگیر راج ہو جائیگا۔ مگر خوشی کی بات ہے کہ دنیا میں ایسا جہنم مشکل
سے ہی دیکھنے میں آئیگا۔ اس لئے کہ روح کا جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جانے کا خیال
بالکل لغو اور بے جا ہے۔ اور اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ روح جسم
سے الگ ہو کر بھی برابر قایم و دایم رہتی ہے۔ دنیا میں بڑے زور شور سے
تجربات و مشاہدات کئے جا رہے ہیں۔

۴ خیالات کی موجودہ بیسویں صدی میں جبکہ دنیا تو بالکل مادہ پرست بن ہی
ہو۔ یا بہت سے خداؤں کو مان رہی ہو۔ یا ویدانتی ہو رہی ہو۔ ایسی بیدینی۔
الحاد۔ دہریت اور مادہ پرستی کے سر پر موجودہ "سپرچولزم" بطور آسمانی گولے
یا بجلی کے گرا ہے۔ اور اس نے اس تمام بیدینی۔ الحاد اور دہریت کو چور
چور کر کے اس بات کو ثابت کر دیا ہے۔ کہ دماغ لطیف جسم کے بغیر بھی فعل کرتا رہتا
ہے اور طاقت بغیر مادی جسم کے بھی اپنا عمل کرتی ہے اور اس پہلو میں آئے
دن کے تجربات و مشاہدات ہر ایک طبقہ کے انسانوں مثلاً اہل سائنس۔ اہل حرفت
اور اہل مذاہب کے دلوں پر نقش جماتے چلے جا رہے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں موجودہ
زمانہ نہایت ہی خطرناک مادہ پرستی کا زمانہ ہے اور سوسائٹی کا ہر فرد اس بات پر فخر
کرتا ہے کہ وہ کسی ایسی بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ جو کہ مادی سائنس کے مطابق نہو۔
ایسی مادہ پرستی کی حالت میں سپرچولزم بطور ایک ناخواندہ مہمان کے آیا اور اس
نے گذشتہ پچاس سال کے عرصہ میں اس خطرناک مادہ پرستی کو پرے دھکیل کر
اپنی جگہ بنا لی۔ اب سپرچولزم دنیا کے ہر ایک مہذب ملک میں پھیل رہا ہے
اس کا لٹریچر بہت وسیع ہو گیا ہے۔ اسکے کثرت سے اخبارات جاری ہیں۔ اور
سپرچولسٹ حضرات کی سینکڑوں سوسائٹیاں موجود ہیں اور لاکھوں آدمی ان
سوسائٹیوں کے ممبر ہیں۔ انسانی سوسائٹی کے تمام طبقوں کے لوگ بادشاہ ہونے سے لیکر
معمولی مزدور تک سائنس علم ادب اور فلسفی کے عالموں سے لیکر جاہل دیہاتی
تک سپرچولزم کے ساتھ منسلک ہیں۔ اور کثرت سے ایسے لوگ جو بیدین
تھے سپرچولزم کی طاقت نے انکو سیدھا راستہ دکھایا۔ بڑے بڑے دہریوں ملحدوں

بیسیوں اور کٹر سے کٹر مادہ پرستوں کی بداعتقادی کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر سپرچوئلزم نے انکو اس بات کا قایل کر دیا۔ کہ موت کے بعد روح قایم و دایم رہتی ہے۔ اور کہ موجودہ مادی دنیا کے علاوہ ایک روحانی دنیا بھی موجود ہے۔ میں نے سپرچوئلزم کا پینتیس سال تک نہایت ہی غور و خوض کے ساتھ مطالعہ کیا۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ آجتک ایک بھی ایسا شخص دیکھنے میں نہیں آیا جس نے ایک دفعہ سپرچوئلزم کی تواریخ اور اسکے لٹریچر کا کماحقہ مطالعہ کر لیا ہو۔ اور وہ ان روحانی تجربات و مشاہدات کا بھی مطالعہ کر چکا ہو۔ جو کہ سپرچوئلزم پیش کرتا ہے۔ اور اس کے بعد اسنے یہ کہنے کی جرأت کی ہو کہ یہ تمام محض بناوٹ اور جعلسازی ہے۔ بلکہ اسکو اس صداقت کے سامنے سر جھکانا پڑتا ہے۔ اور یہ بات رکھنا چاہیئے کہ عام طور پر تعلیمیافتہ اور خاصکر سائنٹفک اصحاب سپرچوئلزم کا جنت مخالفت کی بنا پر مطالعہ کرتے آتے ہیں اور انکو یقین ہوتا ہے کہ یہ کوئی ایسی جعلسازی یا مکر و فریب ہوگا کہ وہ فوراً اسکو طشت از بام کر دینگے مگر کامل تحقیقات کے بعد وہ اسکی صداقت کو تسلیم کرنیکے لئے مجبور ہو جاتے ہیں چنانچہ پروفیسر سپرجو کہ ایک مشہور امریکن کیمسٹ ہے۔ آنریبل رابرٹ اوین جو کہ بہت بڑا عالم فلاسفر اور مادہ پرست تھا۔ اور مسٹر کروکس جو کہ موجودہ زمانہ کا اپنی قسم کا یکتا کیمسٹ ہے۔ اسی طرح بیسیوں ایسے عالم۔ فلاسفر سائنسدان اسی نیت سے سپرچوئلزم کا مطالعہ کرنے لگے تھے تاکہ وہ اسکو ایک قسم کی جعلسازی ثابت کریں اور انہوں نے چند گھنٹے۔ چند دن یا چند ہفتے تک مطالعہ کر کے جلدی سے نتیجہ نہیں نکالا۔ وہ سالہا سال تک نہایت ہی صبر و استقلال کے ساتھ اسکی جانچ پڑتال کرتے رہے نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جسقدر زیادہ انہوں نے اس بات کی تحقیقات کی۔ اور ہر ایک قسم کے تجربات اور مشاہدات کی بنا پر انہوں نے اسکا پتہ لگایا۔ اسی قدر وہ اس بات کے قایل ہوتے گئے کہ سپرچوئلزم ایک سائنس ہے۔ یعنے جسم سے الگ ہو کر انسان کی روح فنا نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اپنی انسانی شخصیت کے ساتھ قایم و دایم رہتی ہے۔ بنابریں انہوں نے اعلان کر دیا۔ کہ سپرچوئلزم نہ تو کوئی جعلسازی ہے۔ نہ ہی کوئی فریب ہے۔ نہ ہی

یہ کسی قسم کی باطل پرستی نہیں ہے۔ بلکہ ایک عظیم الشان عالمگیر صداقت ہے ؛

۳۔ ان تمام تجربات اور مشاہدات کو جو کہ اس پہلو میں کئے جا چکے ہیں۔ دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو جسمانی اور دوسرے دماغی۔ ان دونوں قسم کے تجربات ومشاہدات میں دماغ کا عمل دیکھا جاتا ہے۔ پہلی قسم کے تجربات ومشاہدات میں ہم جسمانی باتوں کو لیتے ہیں۔ ان میں اس قسم کی آوازیں شامل ہیں۔ جو کہ معمولی ٹک ٹک سے لیکر ایک بڑے بھاری ہتھوڑے کی آواز تک سنی گئی ہیں جبکہ ان آوازوں کا نکالنے والا تجربہ اور مشاہدہ کرنیوالوں میں سے کوئی نہیں تھا اسکے بعد جسموں کے وزن میں کمی بیشی ہونیکا تجربہ تھا۔ جو کہ کئی دفعہ کرکے دیکھا گیا۔ اسکے بعد بغیر انسانی ہاتھ کی مدد کے میز، کرسی۔ اور گانے بجانے کے آلات کا ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ دینا ہے۔ سب سے زیادہ عجیب یہ بات تھی کہ پھول اور پھل اور بعض صورتوں میں اور مختلف قسم کی چھوٹی چھوٹی اشیاء دور دور کے فاصلے سے بغیر انسانی مدد کے لائی گئی تھیں۔ اس سے آگے ہمنے ایسے تجربات کئے۔ جو کہ تواریخ میں یادرہینگے یعنے انسانی جسم کا ہوا میں معلق رہنا۔ اور اسکا اسی معلق ہونیکی حالت میں کچھ دور تک چلنا۔ اس سے بھی زیادہ عجیب تجربہ یہ تھا کہ بغیر انسانی ہاتھ کے کئی رسیوں میں گرہیں دی گئیں اور سربمہر صندوق میں سے بغیر قفل کھولنے کے۔ [illegible] نکالی گئیں اور [illegible] [illegible] کے اندر سے [illegible] [illegible] کوئی سوراخ موجود نہیں تھا [illegible] ایک [illegible] طریق [illegible]!

یہ تمام تجربات نہایت [illegible] [illegible] مدد کا [illegible] [illegible] نے خود [illegible] [illegible] پردہ کی [illegible] چھڑی [illegible] دیکھی۔ مگر جب پردہ [illegible] کا ملاحظہ کیا گیا تو اس میں کوئی سوراخ نظر نہ آیا۔

ہم اسکے علاوہ ان تجربات پر غور کرتے ہیں جو کہ جسم اور دماغ کا مشترکہ نتیجہ جا سکتے ہیں مثلاً براہ راست لکھنا [illegible] [illegible] کرنا۔ [illegible] ایسا تجربہ ہے کہ غالباً کوئی بھی اسکو کر سکتا ہے۔ [illegible] طریقوں میں دیکھا گیا ہے [illegible]

کویے کا غذات فرش پر پھینکدئے گئے۔ اور جب چند منٹ کے بعد انکو دیکھا گیا تو وہ لکھے ہوئے تھے اسی طرح ناقابل گذر مکانات میں چھت کے فرش پر لکھا گیا۔ اس کے علاوہ بند سلیٹ پہ بھی تحریر دیکھی گئی۔ حالانکہ سلیٹ تجربہ کرنے والے شخص کے سامنے یا اس کے ہاتھ کے نیچے پڑی رہی اس کے علاوہ چند ایسے مشاہدات بھی ہیں جن کو کہ موسیقی کے مشاہدات کہہ سکتے ہیں یعنے موسیقی کے آلات کو بجایا جاتا ہے۔ جبکہ وہ آلات بالکل قفل کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ میں نے ایک موسیقی کے صندوق میں آلہ موسیقی کو ایک خاص شخص کی درخواست پر خود بخود بجتے اور پھر بند ہو جاتے سنا۔ ایک نہایت ہی عجیب و غریب مشاہدہ جس کو ہزاروں آدمیوں نے دیکھا یہ تھا کہ ایک اکتارہ ایک ہاتھ سے پکڑا رہا گیا۔ اور وہ کسی دکھائی دینے والے ہاتھ کی مدد کے بغیر بجتا تھا۔

۵۔ اس کے علاوہ کیمیکل مشاہدات بھی ہیں۔ ان میں سے ایک مشاہدہ آگ کے اثر سے محفوظ رہنے کا ہے۔ مسٹر ڈی۔ ڈی۔ ہوم جو چند سال ہوئے فوت ہو چکے ہیں۔ جو کہ ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے میڈیم تھے۔ ایک دہکتا ہوا کوئلہ ہاتھ میں پکڑ کر کمرہ کے اندر لئے پھرتے تھے۔ اور اپنی خاص طاقت کے ذریعہ وہ ایسے اشخاص کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ کہ جن کے ہاتھ میں وہ کوئلہ دے دیا جاتا تھا۔ اور اس سے اسکو کوئی گزند نہیں پہنچتا تھا۔ ایک دوسرا عجیب و غریب مشاہدہ روح کا اپنے اردگرد کے مادہ سے جسم اختیار کر کے ظاہری شکل میں نمودار ہونا ہے۔ مسٹر کرکس نے ان مشاہدات کا تجربہ کیا اور ان کے نتائج کو شائع کر دیا۔ ان مشاہدات کا نہایت سختی سے امتحان کیا گیا۔ اور کئی ہفتوں تک امتحان کیا گیا۔ تصویریں اُتاری گئیں۔ تولا گیا۔ اور انکو ماپا گیا۔ اس نے اس بات کو جانچنے کے لئے ہر ایک ایسا امتحان کیا جو کہ ایک سائنسٹ کر سکتا ہے۔ اور اس نے آخرکار اعلان کر دیا۔ کہ یہ درحقیقت بالکل سچی ہستیاں ہیں۔ اور روحی ہستیاں ہیں۔ ان روحانی شخصیتوں کا اس سے بڑھکر ثبوت اور کیا مل سکتا ہے۔ کہ تم

ان کی تصویر اتارلو۔ دوسرا عجیب و غریب مشاہدہ یہ ہے۔ کہ یہ روحانی شخصیتیں بعض اوقات عارضی طور پر اپنے اردگرد کے مادہ کو جمع کرکے ہاتھ یا منہ کی شکل ظاہر کرتی ہیں۔ ان ہاتھوں کو ابلتی ہوئی پیرافن میں ڈبویا گیا۔ لیکن ان کو کوئی گزند نہ پہنچا۔ اب ان مشاہدات پر غور کرو۔ جو کہ خود بخود لکھنے کے بارے میں دیکھے گئے۔ یعنے ایک شخص اپنی مرضی کو دخل دینے کے بغیر لکھتا جاتا ہے۔ اور جو کچھ لکھ رہا ہے اس کا اس کو خود بھی علم نہیں ہوتا۔ اس قسم کی بے شمار تحریریں ہمارے مشاہدہ سے گذریں۔
دوسری قسم کے مشاہدات روحوں کو دیکھنا اور ان سے کلام کرنا ہے۔ جو اشخاص یہ طاقت رکھتے ہیں۔ وہ روحوں کی شکل و شباہت اور ان کے مطالب کو ایسے صاف الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ روحوں کے عزیز و اقارب آسانی سے اس بات کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ کہ آیا وہ درست ہے۔ یا نہیں۔ بعض اوقات یہ اشخاص ایسی باتوں کا پتہ دیتے ہیں۔ جو بہت سے میلوں کے فاصلے پر واقع ہو رہی ہیں۔ اور وہ بعض اوقات روح کی مدد سے ایک ایسی زبان میں گفتگو کرنے لگ جاتے ہیں جس کو وہ مطلق نہیں جانتے ہوتے۔ اس قسم کے تجربات اور مشاہدات ہر ایک طبقہ کے مرد اور عورت۔ نوجوان اور بوڑھوں تعلیمیافتہ اور غیر تعلیمیافتہ میڈیم کی معرفت کئے جا چکے ہیں ان تجربات اور مشاہدات کا لایق سے لایق اہل سائنس نے امتحان کیا۔ اور ان کو درست پایا۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ یہ کسی قسم کی دھوکہ بازی ہے۔ بالکل ناممکن امر ہے۔ یہ تجربات اور مشاہدات امریکہ۔ یورپ۔ اسٹریلیا۔ انگلینڈ۔ فرانس سپین۔ روس وغیرہ تمام ممالک میں کئے گئے۔ ان میں کہیں شخصی اختلاف دیکھا گیا۔ جو اس بات کی علامت ہے۔ کہ وہ ایک ہی بات کی نقلیں نہیں تھیں۔ بلکہ اپنے قدرتی رنگ میں نمودار ہوتے تھے میڈیم خواہ مرد ہو۔ خواہ عورت۔ لڑکا ہو۔ خواہ لڑکی تعلیمیافتہ ہو۔ خواہ غیر تعلیمیافتہ ہو۔ مہذب ہو۔ خواہ غیر تہذیب کا آدمی۔ تمام حالات میں ان تجربات اور مشاہدات کو درست پایا گیا۔ اس سے

ہم نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ یہ مشاہدات قدرتی تھے۔ اور کہ یہ اس تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو کہ روح اور جسم کے درمیان ہے۔ یہ تجربات اور مشاہدات صاف طور انسانی روح کے بارے میں ہیں۔ جو کہ انسانی حرکات میں اور روزمرہ کے خیالات کے ساتھ ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ان میں انسانی آواز کا۔ لکھنے اور نقش کرنے متعلق اور دلیل کے مطابق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس بات کے ثبوت میں کہ کسی متوفی شخص کی روح کو کیونکر اس کی روح سمجھا جا سکتا ہے۔ کافی سے زیادہ شہادتیں موجود ہیں یہاں پر ایک مثال اپنے ذاتی تجربہ کی پیش کرتا ہوں۔ میرا ایک بھائی تھا۔ جس کے ساتھ میں نے ابتدا عمر کے سات سال بسر کئے تھے۔ وہ پچاس سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا کہ فوت ہو گیا۔ میرے اس بھائی کا لنڈن میں ولیم مارٹن نامی ایک دوست تھا میرے بھائی کا نام ولیم والس تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میرے بھائی کے دوست کا نام ولیم تھا۔ کیونکہ وہ اس کو ہمیشہ مارٹن ہی کہتا تھا۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ علم نہیں تھا۔ ایک دفعہ جبکہ میں واشنگٹن میں روحانیوں سے کلام کر رہا تھا۔ تو مجھے مفصلہ ذیل پیغام ملا۔

"میں ولیم مارٹن ہوں۔ میں اپنے پرانے دوست کے لئے لکھ رہا ہوں جس کا نام والس تھا۔ تاکہ تم کو یہ بتاؤں کہ وہ کسی دوسرے موقع پر تم سے ہم کلام ہوگا۔" میں اس بات کو یقینی طور پر جانتا ہوں کہ امریکہ میں میرے اور ایک دوسرے شخص کے سوائے کسی کو یہ علم نہیں تھا کہ مارٹن میرے بھائی کا دوست تھا۔ اور کسی کو میرے بھائی کا علم نہیں تھا۔ نہ ہی یہ علم تھا کہ وہ کیلیفورنیا میں تھا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ روح اپنی شخصیت کا بخوبی اظہار کر سکتی ہے۔

سپرچولزم روح کے متعلق ایسے اجسام اور حالات کی واقفیت بہم پہنچاتا ہے جس کو مادی سائنس قبول کرنے سے جھجکتی ہے۔ سپرچولزم ہمیں بتاتا ہے۔ کہ من بغیر مادہ کے قائم رہتا ہے۔ اور روح کثیف جسم سے الگ ہو کر قائم رہتی ہے اس سے اس بات کی کہ روح جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔ بڑے زور دار طریقہ میں تردید ہو جاتی ہے۔ اس سے ایک نہایت ہی زبردست ثبوت اس بات

کا ملتا ہے کہ وہ جن کو ہم مردہ سمجھتے ہیں وہ بدستور زندہ ہیں۔ اور کہ ہمارے ایسے عزیز و اقارب ہمارے نزدیک ہی ہیں۔ اگرچہ ہم ان کو نہیں دیکھتے ہیں سے روح کی آیندہ زندگی کا زبردست ثبوت ملتا ہے۔ جو کہ ایک بڑی ہی اطمینان دینے والی سچائی ہے۔ اس سچائی کے بغیر بہت سے انسان شک شبہات کا شکار ہو کر تباہ ہو رہے ہیں" +

مسلم میاں اعرابی! پروفیسر الفرڈ رسل والس صاحب کے مذکورہ بالا بیان سے تم کیا نتیجہ نکالتے ہو؟

اعرابی میں تو اس سے یہی نتیجہ نکالتا ہوں کہ روح کی آئندہ زندگی اور پاک روحوں کی آئندہ خوشبو نکار ب العزۃ نے جو ذکر قرآن مجید میں کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

مسلم۔ یہ ٹھیک ہے۔ مگر کیا تم یہ نہیں سمجھتے کہ ہماری موجودہ زندگی کیسی ہیچ اور اس کے مقابلہ پر وہ زندگی جو اس جسم سے علیحدہ ہو کر ملنے والی ہے۔ یا ملتی ہے۔ وہ کیسی اعلیٰ اور سرور و راحت کی زندگی ہے۔ بشرطیکہ ہماری روح اس دنیا کی آلائشوں میں پھنسکر اس قدر زخمی اور بے حس نہ ہو جائے کہ وہ اس روحانی دنیا کی نعمتوں کو محسوس کرنے سے ہی عاری ہو جائے؟

اعرابی۔ یہ بہت صحیح ہے۔

مسلم۔ اچھا تو پھر اب ہم بھی دنیا کے ان عالموں، فلاسفروں۔ اور سائنسدانوں کی طرف سے اپنی توجہ کو ہٹا کر قرآن پاک کی طرف لاتے ہیں۔ تاکہ ہمیں ان مسائل کے حل کرنے کا موقع مل سکے۔ جو آپ کی پریشانی اور گھبراہٹ کا باعث ہوئے تھے

اعرابی۔ حضرت! سچ تو یہ ہے۔ کہ آپ اب خواہ مزید تکلیف نہ اٹھائیں۔ یا نہ میرے شکوک تو اس تمہید سے ہی حل ہو گئے۔

مسلم۔ وہ کیسے؟

اعرابی۔ یعنی یہ اگر جسد عنصری زندہ بھی ہو تو وہ اس جسمانی زندگی کے ساتھ ہمارے رسول کریم کی روحانی زندگی پر بھی فضیلت نہیں پا سکتا۔ اس لئے کہ جسمانی زندگی روحانی زندگی سے ہر حالت میں کمتر و ادنیٰ ہے۔

مسلم۔ میاں! تم نے بہت بڑی چھلانگ ماردی۔ ابھی چند منٹ پیشتر تو یہ کہہ رہے تھے کہ اگر مسیح ابن مریم بجسد عنصری زندہ ہو۔ تو ہم کیوں نہ مسیحی ہو جائیں۔ اس لئے کہ ایک فوت شدہ نبی کی نسبت زندہ نبی افضل و اعلیٰ ہوتا ہے۔ لیکن اب تم مسیحی فاضلوں۔ فلاسفروں۔ اور مسیحی سائنسدانوں کے تجربات و مشاہدات کو سنکر فوراً اس نتیجہ پر پہنچگئے ہو کہ مسیح خواہ بجسد عنصری زندہ بھی ہوں تو بھی وہ ہمارے رسول کریم کی روحانی زندگی پر فضیلت نہیں رکھ سکتے۔ اتنے بے صبر کیوں ہوتے ہو۔ ذرا قرآن پاک کی شہادت بھی تو سن لو۔

اعرابی۔ آپ قرآن پاک کی شہادت سنائیں یا نہ سنائیں۔ میں خوب سمجھ گیا کہ جو بچہ صحیح و سالم ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر اس روشن و بہتر دنیا کے اندر آگیا ہے۔ وہ اس بچہ سے بدرجہا افضل ہے۔ جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہی قید پڑا ہے۔

مسلم۔ اس سے تمہارا کیا مطلب؟

اعرابی۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے۔ کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کے شکم سے طبعی عمر پا کر عالم ارواح میں داخل ہو چکے ہیں۔ جبکہ مسیح ابن مریم ابھی بجسد عنصری خدا معلوم کہاں اس دنیا کے اندر پڑے ہیں۔ ایسی صورت میں ابن مریم کی جسمانی زندگی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر باعث فضیلت نہیں ہو سکتی جس پر کوئی مسیحی منادِ ڈینگ مار کر مجھے بہکا سکے۔

مسلم۔ اتنی جلدی مت کرو۔ ذرا قرآن مجید کی شہادت سنو۔ رب العزۃ فرماتا ہے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔ (پ ۲ - ع ۳)

تم ان لوگوں کو جو خداوند قدوس کی راہ میں فنا ہو چکے ہیں۔ مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ تو زندہ موجود ہیں۔ لیکن تم اس بات کی حقیقت سے بے خبر ہو۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۔ (پ ۴ - ع ۸)

تم اُن لوگوں کو جو فنا فی سبیل اللہ ہو گئے ہیں۔ مردہ مت تصور کرو بلکہ وہ تو زندہ موجود ہیں اور خداوند قدوس کے ہاں زندگی کی خوراک پاتے ہیں"۔

وَقَالُوا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا۔ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا۔ پ۔ ع۔

"وہ لوگ جو روح کو ایک کیمیائی فعل کا نتیجہ مانتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ روح جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس وقت ہماری ایک ایک ہڈی الگ الگ ہو جائیگی۔ اور ہم سڑ گل کر ریزہ ریزہ ہو جائینگے۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ اس صورت میں ہم ایک بالکل نئے جسم کے ساتھ قایم رہیں۔ ایسے لوگوں کو سنادو۔ کہ خواہ تم پتھر اور لوہے کے ذرّوں ہی تبدیل ہو جاؤ۔ یا تم اپنے آپ کو ایسی حالت میں پہنچا ہوا بھی مان لو۔ کہ جو تمہارے نزدیک قطعی ناممکن ہے۔ تو بھی تمہاری شخصیت قایم رہے گی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ایسا لطیف جسم کون دیگا۔ ان سے کہدو کہ جس خداوند قدوس نے تم کو یہ جو کثیف جسم دیا ہے۔ وہی تم کو ایک لطیف جسم کے ساتھ زندہ رکھیگا یہ سنکر وہ لاجواب ہو کر اپنے سر کو ہلا کر کہتے ہیں۔ کہ اچھا ہم نے مانا کہ ایسا ہوگا۔ لیکن یہ تو بتاؤ۔ کہ ایسا کب ہوگا۔ اُن سے کہدو۔ کہ ممکن ہے ایسا جلدی ہی ہو جائے جس دن خداوند تعالیٰ تم کو اپنی طرف بلائیگا۔ تو تم اس کی طرف جاؤ گے۔ اور تم خداوند قدوس کی تقدیس کرو گے۔ اور خیال کرو گے۔ کہ تم نے دنیا میں جو کثیف جسم کے ساتھ زندگی بسر کی تھی۔ وہ اس جسم کی زندگی کے مقابلہ میں بالکل ہیچ تھی۔ اور نہایت تھوڑی مدت کی تھی"۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ

لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (العنکبوت ع ۷)

اس دنیا کی جسمانی زندگی کیا ہے؟ یہ تو محض کھیل تماشہ ہے۔ ہاں دوسری دنیا کی جو زندگی ہے۔ وہ یقیناً دائمی زندگی ہے۔ کاش لوگ اس حقیقت کو جان لیں۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (الانعام ع ۴)

اس دنیا کی جسمانی زندگی کچھ نہیں بلکہ وہ تو محض کھیل تماشہ ہے۔ ہاں دوسری دنیا کی جو زندگی ہے۔ وہ اس سے ہر طرح بہتر ہے۔ مگر ان لوگوں کے لئے ان کے لئے جو رب العزت کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اس ذرا سی بات کو بھی نہیں سمجھ سکتے؟

اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ سَابِقُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (الحدید ع ۳)

اے لوگو کان کھول کر سن لو۔ اور خوب جان لو کہ تمہاری اس دنیا کی زندگی محض کھیل تماشہ ہے ظاہری ٹیپ ٹاپ ہے۔ آپس کی ڈینگ بازی ایک دوسرے کی نسبت مال و اولاد کی کثرت کے لئے مرمٹنے کی ہزنا ہیں۔ یہ تمام جد وجہد ایسی ہی ہے جیسا کہ بارش سے گھاس پھوس اور اناج پیدا ہوتے ہیں۔ کاشتکار اپنی کھیتی باڑی کو دیکھکر خوش ہوتا ہے۔ جب اسکا اناج پک جاتا ہے۔ تو عجب حالت ہوتی ہے۔ وہی کھیتی جو ابھی سرسبز شاداب تھی سوکھکر کانٹا ہو جاتی ہے۔ آخر کار بیلوں کے پاؤں کے نیچے

روندی جاتی ہے۔ خوب یاد رکھو کہ اس دنیا کی زندگی پر اترانے والوں کو مرنے کے بعد بہت دکھ اٹھانا پڑے گا۔ اور نیکوکاروں کے لئے رب العزۃ کے ہاں بخشش اور من بھاتی خوشی ہوگی۔ پس خوب یاد رکھو۔ کہ اس دنیا کی زندگی محض دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ پس تم کو چاہئے۔ کہ تم خدا کی بخشش اور جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ وہ جنت اتنی وسیع ہے جتنے کہ زمین و آسمان۔ یہ ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ جو رب العزۃ اور اس کے انبیاء و رسل پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ رب العزۃ کا فضل ہے جس کو چاہے دیدے۔ رب العزۃ کا فضل بہت بڑا ہے۔

اعرابی۔ سبحان اللہ۔ رب العزۃ نے کیسے کھلے الفاظ میں اس دنیا اور دوسری دنیا کا باہم مقابلہ کرکے دکھایا ہے +

مسلم۔ اب آپ ذرا غور فرمائیں کہ ایک طرف تو ایک شخص خواہ وہ معمولی انسان ہو۔ خواہ انبیاء و رسل میں سے کوئی نبی یا رسول۔ اس [illegible] تماشے کی جگہ سے نکل کر جنت میں پہنچ گیا ہے۔ مگر دوسرا شخص ابھی [illegible] جسم [illegible] اسی دنیا کے اندر مقید ہے۔ بتاؤ۔ دونوں میں سے آپ [illegible] کو [illegible] سمجھیں گے؟

اعرابی حضرت! میں تو پہلے ہی عرض کر چکا ہوں [illegible] وہ جو اس جسم [illegible] بند سے آزاد ہو کر رب العزۃ کے حضور میں [illegible] جا پہنچا [illegible] ہے۔ وہ اس سے بدرجہا افضل ہے۔ جو ابھی اس [illegible] موجود ہے۔

مسلم۔ اب اگر کوئی [illegible] ہمارا اور ہمارا مسیح [illegible] زندہ موجود ہے [illegible] تو آپ اس کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟

اعرابی [illegible] پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مسیح کے [illegible] زندہ [illegible] خواہ وہ نبی ہو خواہ [illegible]

ابن مریم کی فضیلت میں ہرگز ہرگز اضافہ نہیں کرتا۔ بلکہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جسد عنصری سے آزاد ہو کر رب العزۃ کے حضور میں روحانیوں میں جا شامل ہوئے مسیح پر ہر طرح فوقیت حاصل ہے اس لئے کہ ہمارے نبی کریم رب العزۃ کے فرمان کے مطابق مقام محمود سے فائز المرام ہو چکے۔ جبکہ مسیح ابن مریم ابھی بجسد عنصری خدا معلوم کہاں پڑے ہیں؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح کی الوہیت کا عقیدہ محض فاسد ہے +

مسلم۔ آپ نے بہت ٹھیک نتیجہ نکالا۔ واقعی اگر مسیح ابن مریم کو ابھی تک جسمانی قید و بند میں پڑا ہوا مان لیا جاوے تو یہ امر مسیح کی الوہیت کو توڑنے کے لئے بہترین حربہ ثابت ہوگا۔ اچھا تو ان باتوں کو خوب یاد رکھنا۔ آگے چلکر ہمیں ان سے بہت مدد ملیگی۔

اعرابی۔ بہت بہتر +

چوبیسویں فصل

مسیح کی حیات و موت

مسلم۔ کیا آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے۔ کہ مسیحیت کا دارومدار کس بات پر ہے +

اعرابی۔ میرا خیال ہے۔ کہ مسیحیت کا تمام دارومدار مسیح کی الوہیت اور کفارہ پر ہے۔

مسلم۔ بہت ٹھیک۔ مگر مسیح کی الوہیت کا حال تو آپ نے دیکھ لیا۔ اب ذرا کفارہ کے مسئلہ پر بھی غور کیجئے۔

اعرابی۔ اس مسئلہ پر تضیع اوقات کرنے سے کیا فائدہ؟

مسلم - یہ تضیع اوقات نہیں. بلکہ اس بات کا پتہ لگانے کے لئے کہ مسیح کا زندہ رہنا یا مقتول و مصلوب ہو جانا ان تمام باتوں میں سے کونسی صحیح مانی جاوے جس سے کفارہ کے مسئلہ پر غور کرنا آسان ہو جائے۔

اعرافی - بہت بہتر. تو آپ ذرا اس پر روشنی ڈالیں۔

مسلم - بحث کا سارا زور اس بات پر ہے. کہ آدم نے گناہ کیا. اور دنیا اس کی وجہ سے لعنتی ہوئی. اس لعنت کو دور کرنے کے لئے ضروری تھا کہ خداوند خدا اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجتا. تاکہ وہ صلیب پر لعنت کی موت مر کر دنیا کے گناہوں کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھا لے جاتا۔ چنانچہ لکھا ہے :-

ا- یقیناً اس نے ہماری مشقتیں اٹھالیں. اور ہمارے غموں کا بوجھ اپنے اوپر چڑھایا. ہم نے اس کا یہ حال سمجھا. کہ وہ خدا کا مارا کوٹا اور ستایا ہوا ہے. پر وہ ہمارے گناہوں کے سبب گھایل کیا گیا. اور ہماری بدکاریوں کے سبب کچلا گیا. اور ہماری ہی سلامتی کے لئے اس پر سیاست ہوئی. تاکہ اس کے مار کھانے سے ہم چنگے ہوں. ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے. ہم میں سے ہر ایک راہ کو پھرا پر خداوند نے ہم سبھوں کی بدکاری اس پر لادی. وہ تو نہایت ستایا گیا اور غمزدہ ہوا تو بھی اس نے اپنا منہ نہ کھولا. وہ جیسے برہ جسے ذبح کرنے لے جاتے. اور جیسے بھیڑ اپنے بال کترنے والے کے آگے بے زبان ہے. اسی طرح اس نے اپنا منہ نہ کھولا. ایذا دے کے اور اس پر حکم کر کے وہ اسے لے گئے پر کون اس کے زمانہ کا بیان کریگا. کہ وہ زندوں کی زمین سے کاٹ ڈالا گیا. میری گروہ کے گناہوں کے سبب اس پر مار پڑی. اس کی قبر بھی شریروں کے درمیان ٹھہرائی گئی تھی. پر وہ اپنے مرنے کے بعد دولتمند کے ساتھ ہوا. کیونکہ اس نے کسی طرح کا ظلم نہ کیا. اور اس کے منہ میں ہرگز چھل نہ تھا. لیکن خداوند کو پسند آیا. کہ اسے کچلے. اس نے اسے غمگین کیا. جب اس کی جان گناہ کے لئے گذرانی جاوے. تو [illegible]

اور اس کی عمر دراز ہوگی۔۔۔۔ وہ انکی بدکاریاں اپنے اوپر اُٹھالیگا۔۔۔ اس نے اپنی جان موت کے لئے انڈیل دی اور وہ گنہگاروں کے درمیان شمار کیا گیا۔ اور اس نے بہتوں کے گناہ اُٹھا لئے۔ اور گنہگاروں کی شفاعت کی۔

یسعیاہ باب ۵۳۔ آیت ۱۰۔ ۱۲ +

۲۔ ابن آدم اس لئے نہیں آیا۔ کہ خدمت لے۔ بلکہ خدمت کرے۔ اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے میں فدیہ دے۔ متی ۲۰/۲۸ +

۳۔ جس طرح موسیٰ نے سانپ کو بیابان میں اونچے پر چڑھایا۔ اسی طرح ضرور ہے کہ ابن آدم بھی اونچے پر چڑھایا جاوے۔ تاکہ جو کوئی ایمان لائے اس میں ہمیشہ کی زندگی پاوے۔ یوحنا ۳/۱۴۔۱۵

۴۔ دوسرے دن اس نے یسوع کو اپنی طرف آتے دیکھکر کہا دیکھو یہ خدا کا برہ ہے۔ جو دنیا کا گناہ اُٹھائے جاتا ہے۔ یوحنا ۱/۲۹

۵۔ اے میرے بچو! یہ باتیں میں تمہیں اس لئے لکھتا ہوں۔ کہ تم گناہ نہ کرو۔ اگر کوئی گناہ کرے تو باپ کے پاس ہمارا ایک مددگار موجود ہے یعنی یسوع مسیح راستباز۔ اور وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی یوحنا کا پہلا خط ۲/۱۔۲

۶۔ اس مرضی کے سبب ہم یسوع مسیح کے جسم کے ایک ہی بار قربان ہونے کے وسیلے سے پاک کئے گئے ہیں۔ اور ہر ایک کاہن تو کھڑے ہوکر ہر روز عبادت کرتا ہے۔ اور ایک ہی طرح کی قربانیاں بار بار گذرانتا ہے۔ جو ہرگز گناہوں کو دور نہیں کرسکتیں لیکن یہ شخص ہمیشہ کے لئے ایک ہی قربانی گذرانکر خدا کی دہنی طرف جا بیٹھا۔ اور اسی وقت سے منتظر ہے کہ اس کے دشمن اس کے پاؤں کے نیچے کی چوکی بنیں کیونکہ اس نے ایک ہی قربانی چڑھانے سے ان کو ہمیشہ کے لئے کامل بنا دیا ہے جو پاک کئے جاتے ہیں۔ انکے گناہوں اور بیدینیوں کو پھر کبھی یاد نہ کرونگا۔ اور جب انکی معافی ہوگئی ہے۔ تو پھر گناہ کی قربانی نہیں رہی۔ عبرانیوں ۱۰/۱۰۔۱۴۔۱۸

۷۔ وہ آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر لئے ہوئے صلیب پر چڑھ گیا۔ تاکہ ہم گناہوں کے اعتبار سے مر کر راستبازی کے اعتبار سے جئیں۔ اور اسی کے مار کھانے سے تم نے شفا پائی۔ پطرس کا پہلا خط $\frac{۲}{۲۴}$

۸۔ سب نے گناہ کیا۔ اور خدا کے جلال سے محروم ہیں۔ مگر اس کے فضل نے سبب اس مخلصی کے وسیلے سے جو مسیح یسوع میں ہے مفت راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں۔ اسے خدا نے اس کے خون کے باعث ایک ایسا کفارہ ٹھہرایا جو ایمان لانے سے فائدہ مند ہوا۔ تاکہ جو گناہ پیشتر ہو چکے تھے۔ اور جن سے خدا نے تحمل کر کے طرح دی تھی۔ ان کے بارے میں وہ اپنی راستبازی ظاہر کرے۔ رومیوں $\frac{۳}{۲۵}$

۹۔ تاکہ امت کے گناہوں کا کفارہ دینے کے واسطے ان باتوں میں جو خدا سے علاقہ رکھتی ہیں ایک رحمدل اور دیانتدار سردار کاہن بنے۔ عبرانیوں $\frac{۲}{۱۷}$

۱۰۔ جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں۔ وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں۔ اور شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں۔ بلکہ لکھا ہے۔ کہ جس نے ان پر عمل کیا۔ وہ ان کے سبب سے جیتا رہیگا۔ مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا۔ اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے۔ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا۔ وہ لعنتی ہے۔ گلتیوں $\frac{۳}{۱۰-۱۳}$

۱۱۔ ہم اس کو دیکھتے ہیں جو فرشتوں سے کچھ ہی کم کیا گیا۔ یعنی یسوع کو کہ موت کا دکھ سہنے کے سبب جلال اور عزت کا تاج اسے پہنایا گیا۔ تاکہ خدا کے فضل سے وہ ہر ایک آدمی کے لئے موت کا مزہ چکھے۔ ... بہت سے بیٹوں کو جلال میں داخل کرے۔ تو ان کی نجات کے بانی کو دکھوں کے ذریعہ سے کامل کرے۔ اس لئے کہ پاک کرنے والا اور پاک ہونے والے سب ایک ہی اصل سے ہیں۔ عبرانیوں $\frac{۲}{۹-۱۱}$

۱۲۔ اور وہی بدن یعنی کلیسیا کا سر ہے۔ وہی مبدا ہے اور مردوں میں سے

جی اُٹھنے والوں میں سے پہلوٹھا۔ تاکہ سب باتوں میں اس کا اول درجہ ہو۔ چونکہ باپ کو پسند آیا کہ ساری معموری اس میں سکونت کرے۔ اور اس کے خون کے سبب جو صلیب پر بہا صلح کرکے سب چیزوں کا اسی کے وسیلے سے اپنے ساتھ میل کرے۔ خواہ وہ زمین کی ہوں خواہ آسمان کی۔ اور اس نے اس کے جسمانی بدن موت کے وسیلے سے تمہارا ابھی میل کر لیا۔ جو پہلے خارج اور برے کاموں کے سبب دل سے دشمن تھے۔ تاکہ وہ تم کو مقدس بے عیب اور بے الزام بنا کر اپنے سامنے حاضر کرے۔ کلسیوں ۱: ۱۹-۲۲ ۔

۱۳۔ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا ہے۔ تاکہ ہم اس کے سبب سے زندہ رہیں محبت اس میں نہیں کہ ہم نے خدا سے محبت کی۔ بلکہ اس میں ہے۔ کہ اس نے ہم سے محبت کی۔ اور ہمارے گناہوں کے کفارہ کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا۔ یوحنا ۱ ۴: ۹-۱۰ ۔

۱۴۔ اگر خدا ہماری طرف ہے۔ تو کون ہمارا مخالف ہے۔ جس نے اپنے بیٹے کو ہی دریغ نہ کیا بلکہ ہم سب کی خاطر اسے حوالہ کر دیا۔...... مسیح یسوع وہ ہے۔ جو مر گیا۔ بلکہ مردوں میں سے جی اٹھا۔ اور خدا کی دہنی طرف ہے۔ اور ہماری شفاعت بھی کرتا ہے۔ رومیوں ۸: ۳۲-۳۴

۱۵۔ اگر مسیح نہیں جی اٹھا تو ہماری منادی بھی بیفائدہ ہے۔ اور تمہارا ایمان بھی بیفائدہ۔ بلکہ ہم خدا کے جھوٹے گواہ ٹھہرے۔ کیونکہ ہم نے خدا کی بابت یہ گواہی دی۔ کہ اس نے مسیح کو جلا دیا۔ حالانکہ نہیں جلایا۔ اور اگر مردے نہیں جی اٹھتے۔ تو مسیح بھی نہیں جی اٹھا۔ اور اگر مسیح نہیں جی اٹھا تو تمہارا ایمان بے فائدہ ہے۔ تم اب تک اپنے گناہوں میں گرفتار ہو بلکہ جو مسیح میں سو گئے ہیں وہ بھی ہلاک ہوئے۔ اگر ہم صرف اسی زندگی میں مسیح میں امید رکھتے ہیں تو ہم سارے آدمیوں سے زیادہ بدنصیب ہیں۔ ۱ کرنتھیوں ۱۵: ۱۴-۱۹ ۔

میاں اعرابی۔ تم نے دیکھا۔ کہ انجیل کا سارا زور اس بات پر خرچ ہو رہا

کہ مسیح دنیا کے گناہوں کا بوجھ اُٹھا کر صلیب پر لعنت کی موت مر گیا۔ اور کہ اگر مسیح صلیب پر مر کر اور دنیا کے گناہوں کا کفارہ ہو کر مردوں میں سے جی نہیں اُٹھا تو پولوس رسول کے الفاظ میں مسیحی دین باطل ہو جاتا ہے۔ مگر کفارہ کے لئے ضروری ہے کہ مسیح کو مقتول یا مصلوب مانا جاوے۔ اگر مسیح ابھی تک زندہ ہے۔ یا وہ طبعی موت نہیں مرا۔ تو کفارہ باطل ہو گیا اب اگر اناجیل کی اس تعلیم کے مقابلہ پر کوئی آسمانی کتاب یہ ثابت کر دے کہ مسیح مقتول یا مصلوب نہیں ہوا۔ تو تم مسیحیت کے متعلق کیا رائے قائم کرو گے؟

اعراقی۔ اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ مسیح صلیب پر لعنت کی موت نہیں مرا۔ تو اس میں کیا شک ہے۔ کہ مسیحی دین مسیحی عقیدہ مسیحی ایمان پولوس رسول کے الفاظ میں از سر تا پا باطل ہے۔ بے فائدہ اور باعث ہلاکت ہو جاتا ہے۔

مسلم۔ بہت اچھا اب آپ ذرا قرآن پاک کا مطالعہ فرمائیں۔ رب العزۃ مسیح علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

(النساء ع ۲۲)

اور اہل کتاب کا یہ کہنا بھی محض کفر ہے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو جو خدا کا رسول تھا قتل کر ڈالا حالانکہ انہوں نے نہ اس کو قتل کیا۔ نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے باعث اختلاف ہوا۔ اور وہ لوگ جو مسیح علیہ السلام کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں وہ اس کی طرف سے محض شک میں ہیں۔ ان کو ٹھیک بات کا تو پتہ نہیں ہے۔ وہ اٹکل سے کام لے رہے ہیں اور یہ تو امر واقعہ ہے کہ مسیح کو ہرگز قتل نہیں کیا گیا بلکہ رب العزۃ نے اس کو اپنے ہاں مقرب ٹھیرایا۔ اور رب العزۃ قدرت و حکمت والا ہے۔

اعراقی۔ اس سے تو مسیحی دین کے کفارہ کا مسئلہ باطل ثابت ہو گیا

اس لیے کہ جب مسیح نہ قتل کیا گیا نہ صلیب پر مرا۔ تو وہ کفارہ کیسے ہوا؟
متسلم۔ یہ باطل بات ہے۔ مسیح کے قتل ہونے یا ان کے صلیب دیے جانے کی قرآن پاک نے نہایت شدومد سے تردید کی ہے۔ اس سے یہودیوں اور عیسائیوں دونوں پر اتمام حجت ہو گئی۔ کیونکہ یہودی تو یہ کہتے تھے۔ کہ مسیح ابن مریم نعوذ باللہ جھوٹا تھا۔ اور جھوٹا نبی قتل کیا جاتا ہے۔ بنابریں مسیح بھی قتل کیا گیا۔ اور مسیحی یہ کہتے تھے کہ وہ ابن اللہ تھا۔ اور کہ وہ گنہگاروں کے لیے صلیب پر لعنت کی موت مر کر کفارہ ہوا۔ رب العزۃ نے ان دونوں کو مسیح ابن مریم کے متعلق یہ کفر بولنے سے منع کیا۔ اور صاف صاف فرما دیا کہ مسیح ابن مریم نہ تو ابن اللہ تھا۔ نہ ہی وہ جھوٹا نبی تھا۔ بلکہ وہ عبداللہ اور رسول اللہ یعنی خدا کا بندہ اور خدا کا سچا نبی تھا۔ اور کہ وہ نہ تو یہودیوں کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔ نہ ہی وہ مسیحیوں کے اعتقاد کے مطابق صلیب پر لعنت کی موت مر کر گنہگاروں کے لیے کفارہ ہوا۔ نہ ہی وہ مرنے کے بعد اسی خاکی جسم کے ساتھ تین دن کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر خدا کے داہنے ہاتھ جا بیٹھا۔ رب العزۃ فرماتا ہے۔ کہ مسیح ابن مریم کے متعلق یہودیوں اور مسیحیوں کے اس قسم کے خیالات مسیح ابن مریم کے بارے میں محض کفر ہیں
میاں اعرافی! اب آپ پولس رسول کے اس بیان کا دوبارہ ملاحظہ فرمائیے
"اگر مسیح نہیں جی اٹھا۔ تو ہماری منادی بے فائدہ ہے۔ اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ ہے۔ بلکہ ہم خدا کے جھوٹے گواہ ٹھہرے۔ کیونکہ ہم نے خدا کی بابت یہ گواہی دی۔ کہ اس نے مسیح کو جلا دیا۔ حالانکہ نہیں جلایا اگر بالفرض مردے نہیں جی اٹھتے۔ تو مسیح بھی نہیں جی اٹھا اور اگر مسیح نہیں جی اٹھا تو تمہارا ایمان بے فائدہ ہے۔ تم اب تک اپنے گناہوں میں گرفتار ہو۔ بلکہ جو مسیح میں سو گئے ہیں وہ بھی ہلاک ہوئے۔ اگر ہم صرف اسی زندگی میں مسیح میں امید رکھتے ہیں۔ تو ہم سب آدمیوں سے زیادہ بدنصیب ہیں۔" (۱-کرنتھیوں ۱۴/۱۵، ۱۹)

اعرافی: سنئے تو آپ جب کہ رب العزۃ نے نہایت زوردار الفاظ میں

کیوں جناب! یہ کیسا گڑبڑ جھالا ہے؟
مسلم۔ میاں قرآن مجید میں تو اس قسم کی گڑبڑ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ ممکن ہے
لفظ شبہ سے یہ تمام کہانی اختراع کر لی گئی ہو۔ حالانکہ اسکے لئے قرآن پاک
میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلئے کہ رب العزۃ نے شبہ کی تفسیر کیلئے اسی
آیت میں پے در پے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جو اس بات کو واضح کر دیتے
ہیں کہ شبہ سے مراد اختلاف، شک، اتباع الظن ہے۔ اور یہ اسوقت
ہوتا ہے جبکہ کسی امر کے متعلق انسانوں کو ما لھم بہ من علم یعنی صحیح علم نہ ہو۔
چونکہ مسیح کی پیدائش اور موت کے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں میں اس قسم
کے اختلافات شکوک اور اتباع الظن کی حالت تھی۔ اسلئے رب العزۃ نے مسیح
کے متعلق ان تمام باتوں کے ازالہ کیلئے ایک ہی لفظ شبہ فرما کر پوزیشن صاف کر دی
اس میں نہ مسیح کے آسمان پر اڑ جانے کا ذکر ہے۔ نہ معجزہ نہ کرامات نہ ہی مسیح علیہ السلام
کی ہمارے نبی کریم پر کوئی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ چونکہ
مسیح آسمان پر اڑ گیا۔ اسلئے وہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام سے افضل تھا۔
اعرابی۔ جزاک اللہ۔ میرا اطمینان ہو گیا۔ مگر مجھے یہاں پر ایک قصہ یاد آگیا ہے۔
اجازت ہو تو عرض کروں +
مسلم۔ اگر حسب موقع و با معنی ہو۔ تو کچھ حرج نہیں۔ سنا دو۔ مفسرین بھی تو اپنے
من گھڑت قصے سنا ہی دیتے ہیں۔ تم بھی سنا دو۔
اعرابی۔ میں نے سنا ہے۔ کہ ایک شہر کا نام اندھیر نگری تھا۔ جو ایک راجہ کے
زیر فرمان تھا۔ اندھیر نگری کے راجہ نے یہ حکم دے رکھا تھا۔ کہ اسکے راج میں
ہر ایک چیز ٹکے سیر بکے۔ چنانچہ گھی دودھ۔ کھانڈ شکر غرضیکہ ہر ایک چیز
اندھیر نگر میں ٹکے سیر بکتی تھی۔ کسی شاگرد نے اپنے اوستاد سے کہا کہ حضرت!
اگر اندھیر نگری میں چل بسیں تو ہر روز تر مال کھایا کریں۔ اوستاد نے کہا۔ کہ ایسا
خیال نہ کرو۔ مگر شاگرد ہٹیل تھا۔ وہ اُستاد کو اندھیر نگری میں لے ہی تو گیا۔ اوستاد
شاگرد ٹکے سیر کا دودھ۔ گھی۔ کھانڈ شکر کھا پی کر خوب موٹے بنگئے۔ قضاء قدراً راجہ
نے کسی موٹے تازے شخص کو پھانسی کا حکم دیا۔ جب اسکو پھانسی چڑھانے لگے تو

پھانسی کا پھندا بڑا نکلا۔ جلادوں نے کہا حضور ملزم کی گردن پتلی ہے۔ اور پھانسی کا پھندا بڑا ہے فٹ نہیں بیٹھتا۔ راجہ نے حکم دیا۔ اچھا کوئی موٹا سا آدمی لے آؤ۔ چنانچہ اندھیر نگری میں تلاش کرنے کے بعد یہی دونوں استاد شاگرد موٹے دنبے ملے۔ دونوں کو پکڑ کر پھانسی کے تختے پر لے گئے۔ راجہ نے کہا ان میں سے ایک کو لٹکا دو۔ پہلے شاگرد کو لٹکانے لگے تو وہ رو دیا اور بولا۔ کہ استاد جی بچاؤ۔ استاد جی کہنے لگے کہ کمبخت میں نے تو تمہیں منع کیا تھا کہ اندھیر نگری میں مت جاؤ۔ مگر تم نے نہ مانا۔ اب بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ ذرا کان میں سنو۔ استاد نے شاگرد کے کان میں پھونک ماری۔ وہ سمجھ گیا۔ ادھر استاد نے جلادوں کو کہا کہ پہلے مجھے پھانسی دو۔ شاگرد بولا نہیں پہلے مجھے لٹکاؤ۔ استاد نے کہا۔ یہ کمبخت جھوٹا ہے۔ پہلے مجھے ہی لٹکاؤ۔ شاگرد نے کہا۔ کہ یہ استاد ہی بے پیر ہے۔ پہلے مجھے چلتا کرو۔ دونوں خوب گتھم گتھا ہو گئے۔ راجہ نے دیکھا کہ یہ عجیب احمق ہیں۔ ایک سے پہلے دوسرا پھانسی چڑھنا چاہتا ہے۔ اس نے دونوں کو بلایا۔ اور پوچھا یہ کیا معاملہ ہے۔ استاد نے کہا۔ حضور بات صرف اتنی ہے۔ کہ اس وقت پھانسی گھٹنے کے لئے آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور فرشتے استقبال کیلئے آ گئے ہیں۔ جو پہلے پھانسی پائیگا۔ وہ سیدھا بہشت میں جائیگا۔ اسلئے ہم دونوں لڑ رہے ہیں کہ اس موقع سے کون فائدہ اٹھائے۔ راجہ نے کہا تم دونوں پھانسی کے قابل نہیں ہو۔ ہٹ جاؤ۔ پہلے ہم پھانسی پاکر بہشت میں جائینگے۔ چنانچہ استاد شاگرد تو بچ گئے۔ اور اندھیر نگری کا راجہ پھانسی پر لٹک گیا۔ اور مر گیا۔

مسلم۔ میاں! تم نے یہ لطیفہ تو خوب سنایا۔ مگر اس کا موقع و محل؟

اعرابی۔ حضرت! آپ ذرا خیال تو فرمائیں کہ یہودیوں کی طرف سے پھانسی تو مسیح کیلئے گاڑی جاوے۔ اور لٹک جائے اس پر یہودیوں کا ہی سردار۔ اور یہودی بھی کون! جنکے بارے میں مسیح نے کہا تھا۔ کہ تم اتنی سنگلاتے ہو۔ اور مچھر چھانتے ہو۔ ایسی زیرک قوم کا سردار پھانسی پر لٹکا دیا جاتا۔ اور یہ قوم دن دہاڑے بھی اسکو پہچان نہ سکی۔ یہ تو بڑا اندھیر ہے۔

مسلم۔ کیا خوب!

اعتراض۔ سنا ہے کہ ایک گوسائیں جی اپنے دو چیلوں کو منطق پڑھایا کرتے تھے دونوں چیلوں کی آپس میں خوب کٹاچھنی ہوئی تھی۔ ایک دن گوسائیں جی نے بڑے چیلے کو جمنا جی سے پانی کی لٹیا لانے کے لئے بھیجا۔ اسکو وہاں ذرا دیر ہو گئی اس کی عدم موجودگی میں گوسائیں جی اپنے کاٹھ کے تخت پر دراز ہو گئے۔ چیلے نے انکی ٹانگیں دبانی شروع کیں۔ گوسائیں جی نے جو کروٹ بدلی۔ تو دوسری ٹانگ پہلی ٹانگ پر رکھ دی۔ یہ دوسری ٹانگ بڑے چیلے کے حصے میں آیا کرتی تھی۔ چھوٹے چیلے نے جو دیکھا کہ بڑے چیلے کی ٹانگ اس کے حصے کی ٹانگ پر آچڑھی ہے۔ تو اس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ لکڑی اٹھا اس ٹانگ کو زدو کوب کرنا شروع کر دیا۔ گوسائیں جی چیخ چلا رہے ہیں کم بخت تو نے مجھے مار ڈالا اتنے میں بڑا چیلا بھی جمنا جی سے واپس آگیا۔ اس نے جب دیکھا کہ اس گورو جی نے میرے حصے کی ٹانگ کو کوٹا پیٹا ہے۔ تو اس نے بھی بھنگ گھوٹنے کا ڈنڈا اٹھا گوسائیں جی کی دوسری ٹانگ کا کچومر نکال ڈالا۔ گوسائیں جی چیخ رہے ہیں۔ مگر یہ منطقی حضرات ایک نہیں سنتے اور دھڑا دھڑ گوسائیں جی کی ٹانگوں پر لٹھ برسائے جا رہے ہیں اور اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ٹانگیں تو آخر ان کے گورو جی کی ہی ہیں۔ آخر اڑوس پڑوس والوں نے ان احمقوں کو سمجھایا کہ یہ کیا بیہودگی ہے۔ جو تم کر رہے ہو۔ گوسائیں کے یہ سعادتمند چیلے ہٹ تو گئے۔ مگر اس وقت جبکہ گوسائیں جی عرصہ دراز کے لئے صاحب فراش ہو چکے تھے۔ یہی حالت مجھے ان مسلمانوں کی معلوم ہوتی ہے۔ جو مسیح کی زندگی اور موت کے متعلق آپس میں لڑتے مرتے اور ایک دوسرے پر کفر و ارتداد اور قتل و رجم کے فتوے لگا رہے ہیں۔

مسلم۔ میاں! تم ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی جب مسیح علیہ السلام کو زندہ یا فوت شدہ ماننا ہمارے لئے جزو ایمان نہیں ہے۔ تو اس مسئلہ پر ایک دوسرے کو کافر و مرتد قرار دینا بھی مسلمانوں کی سخت غلطی ہے۔

اعتراض۔ مگر اس میں مسلمانوں کا بھی کیا قصور ہے جبکہ تفسیروں میں مسیح کے متعلق اس قسم کے قصے کہانیاں پرانے مفسرین نے کثرت سے بھر رکھی ہیں۔

مسلم۔ مگر قرآن مجید نے یہ تو نہیں کہا کہ تم مفسرین کی تفسیر کو بھی جزو ایمان سمجھو اور انکو بلاچون وچرا صحیح تسلیم کرلو۔ خواہ تمہارے ایسا کرنے سے دشمنان اسلام کو تمہارے برخلاف خوردہ گیری کا اور اسلام پر تضحیک و استہزا کا بھی موقع کیوں نہ ملتا ہو۔

اعراقی۔ حضرت! مجھے ایک کنکر سوامی کا قصہ یاد آگیا۔ جو ان لوگوں کی حالت سے بالکل ملتا جلتا ہے۔ جو ہر ایک تفسیر کو بلاچون وچرا صحیح تسلیم کرکے جزو ایمان سمجھے بیٹھے ہیں۔ اجازت ہو تو میں عرض کروں؟

مسلم۔ میاں! اس طرح قصے سناتے جاؤگے۔ تو لوگ یہ کہہ اٹھینگے۔ کہ دیکھو! صاحب! مفسرین کے قصوں کو تو غلط بتا رہے ہیں۔ اور خود اپنے قصے گھڑتے چلے جارہے ہیں۔

اعراقی۔ مگر کیا وہ یہ نہیں سمجھ لینگے کہ جس طرح ہمارے قصے من گھڑت ہیں اسی طرح اکثر صورتوں میں مفسرین نے بھی قصہ تراشی سے کام لیا ہے جو خدا رب العزۃ کی کتاب میں مفسرین کے قصوں کا کہیں اشارہ تک بھی نہیں ہے۔

مسلم۔ اچھا میاں! تم اپنا قصہ سنا لو۔ کچھ ٹھکانے کی ہی کہو گے۔

اعراقی۔ حضرت! میں نے سنا ہے۔ کہ کسی گاؤں میں ایک نہایت سادہ لوح رہتے تھے۔ لوگ۔ انکو کنکر سوامی کے نام سے پکارتے تھے۔ اسکی وجہ یہ تھی۔ کہ سوامی جی نے اپنی کٹیا میں دو فٹ گہرا گڑھا کھود رکھا تھا جس میں وہ روز ذرا ذرا سے کنکر ڈال دیا کرتے تھے۔ جب کوئی دیہاتی انسے پوچھتا کہ سوامی جی آج کونسی تاریخ ہے؟ تو وہ جھٹ گڑھے کے کنکر گنکر بتا دیتے کہ آج فلاں تاریخ ہے۔ گاؤں والوں میں تعلیم کا چرچا کم تھا۔ اور وہ سوامی جی پر اعتقاد رکھتے تھے۔ کہ جو کچھ سوامی جی فرماتے ہیں۔ وہ بالکل پتھر کی لکیر ہے۔ گاؤں کے نزدیک ہی ایک بڑا شہر آباد تھا جہاں علم کا بڑا چرچا تھا۔ مگر گاؤں والے ایسے دقیانوسی واقع ہوئے تھے۔ کہ وہ اس شہر میں جاکر کوئی نئی بات سیکھنے یا جاننے کو سخت بدعت سمجھتے تھے۔ دیہاتی مدارس کے انسپکٹر نے کئی دفعہ کوشش کی کہ اس گاؤں کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے کوئی مدرسہ جاری کردے مگر گاؤں والے

ورنہ نہیں سوچتے کہ تفاسیر پر یوں اندھا ایمان لانے سے قرآن پاک اور اسلام پر کس قدر مخالفین کو اعتراض کرنیکا موقع ملجاتا ہے۔

مسلم۔ میاں! واقعی تم سچ کہتے ہو۔

اعرافی۔ مگر حضرت کیا آپکو علم ہے کہ آج نے محلہ میں ایک احمدی حافظ نور علی صاحب کا مسیح کی حیات و ممات پر لیکچر ہوگا؟

مسلم۔ مجھے علم نہیں لیکچر کا وقت کیا کہا ہے؟

اعرافی۔ بس یہی چار بجے بعد از دوپہر۔

مسلم۔ تو پھر چار تو اب بجنے والے ہیں۔ کیا لیکچر سننے کا شوق ہے؟

اعرافی۔ دل تو چاہتا ہے کہ ذرا سن آؤں

مسلم۔ جاؤ شوق سے سنو۔ مگر دیکھنا کسی سے الجھ نہ جانا۔

اعرافی۔ آپ اطمینان فرمائیں میں ہرگز کسی سے نہیں الجھونگا۔

مسلم۔ اچھا! خدا حافظ۔

پچیسویں فصل

احمدی اور غیر احمدی

اعرافی۔ السلام علیکم

مسلم۔ علیکم السلام۔ اعرافی صاحب۔ کہو کیسے لیکچر میں آپ شامل ہوئے تھے؟

اعرافی۔ جی ہاں۔ حافظ نور علی صاحب نے مسیح کی وفات ثابت کی [illegible]

مسلم۔ یہ حافظ نور علی صاحب کون ہیں؟

اعرافی۔ یہ تو میں نہیں جانتا۔ مگر وہ ایک بڑے سمجھدار و زبردست آدمی ہیں۔ حافظ صاحب نے بڑے مزے کا لیکچر دیا۔

مسلم۔ [illegible]

[illegible] حافظ صاحب نے کیا فرمایا؟

کھجلانے لگ گئے۔ مگر لڑکے نے چھوٹتے ہی حافظ صاحب کے ایک دوسری چوٹ
لگائی۔ کہ حافظ صاحب آپ نے چالیس پچاس میل اوپر ہوا کی قلت کے باعث مسیح کے سانس
لینے کی مشکل کو بیان فرمایا ہے۔ ذرا آپ مہربانی کرکے اتنا تو فرما دیں۔ کہ ماں کے شکم میں بچے
کے سانس لینے کے لئے کونسا برقی پنکھا لگا ہوا ہوتا ہے یا کس راہ سے بچے تک ہوا
جاتی ہے جس میں سانس لیکر وہ زندہ رہتا ہے۔ لڑکے کے اس جواب پر مسلمانوں
نے پھر قہقہہ لگایا۔ حافظ صاحب داڑھی کے بالوں میں انگلیاں ڈالکر سوچ ہی رہے تھے کہ
اس لڑکے کو کیا جواب دیں کہ اتنے میں ایک کونے سے ایک غیر احمدی نابینا حافظ بول
اٹھے۔ کہ میاں! میں نے بھی کچھ پوچھنا ہے۔ یہ حافظ صاحب بھی بڑے لحیم شحیم تھے۔ تو دل
نے کہا اس قوی ہیکل دیو کو ایک کونے میں سے سر بلند کرتے دیکھا تو وہ سب ہنس پڑے کہ
کہ اب خوب برابر کی ٹکر ہوگی۔ کیونکہ ریل کے انجن کی طرح آنکھیں دو لوٹی ہوئی ہیں
خوب بھڑیں گے۔

مستفسر۔ میاں! یہ غیر احمدی حافظ صاحب کون تھے؟

احمدی۔ حضرت! میں تو ان کو جانتا نہیں تھا۔ مگر عام لوگ انکو حافظ عاماں کہتے تھے۔

مستفسر۔ اچھا! تو کیا حافظ عاماں صاحب نے بھی ٹکر ماری؟

احمدی۔ بڑے زور سے۔ حافظ عاماں نے حافظ نور علی صاحب کو یوں مخاطب کیا۔ اجی
حافظ نور علی صاحب! معاف کرنا! میں آپکا پیر بھائی تو نہیں ہوں مگر نابینا بھائی ضرور ہوں
جیسے آپ آنکھوں سے معذور ہیں۔ ویسے ہی میں معذور ہوں گو آپکا نام مبارک نور علی
ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح برعکس نہند نام زنگی کافور کسی نے آپکا نام باوجود آپکے نابینا
ہونے کے نور علی رکھکر غلطی کی اسیطرح آپ مسلمانوں کو بے غیرت کہکر ایک دوسری
غلطی کرتے ہیں۔ کیا میں آپ کے اعتراض کا جواب دوں؟

نور علی۔ ضرور دیجئے

حافظ عاماں۔ آپ نے مسیح علیہ السلام کو زندہ ماننے پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس سے دیگر
مسلمانوں کی بے غیرتی کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ ہمارا نبی فوت ہوگیا۔ اور تمہارا مسیح زندہ ہے۔ کیا آپکو معلوم
نہیں کہ آپکے اس اعتراض کا جواب دلی کے مولانا شاہ صاحب نے کیا دیا تھا؟

نور علی۔ مجھے معلوم نہیں۔

خاں۔ بڑا افسوس ہے کہ آپ اتنے بڑے لیکچرار مگر دہلی کے مولینا شاہ صاحب
اور پادری صاحب کی گفتگو کا بھی پتہ نہیں ہے۔

انور علی۔ تو مہربانی کر کے آپ بتا دیجئے نہ۔

حافظ خاں۔ واہ صاحب اُستاد تو نے آپ تو دہلی میں جا کر بھی حضرت غلام احمد کے
اور تعلیم پانا چاہتے ہیں مجھ سے۔ یہ اچھی رہی!

انور علی۔ کچھ مضایقہ نہیں۔ آخر ہم دونوں ہیں تو مذہبی بھائی ہی۔

حافظ خاں۔ (مسکرا کر) اچھا تو پھر سنئے۔ ایک دن ایک پادری صاحب دہلی کے مولینا
شاہ صاحب کے پاس آ کر کہنے لگے کہ شاہ صاحب میں نے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ مولینا
شاہ صاحب نے کہا بڑے شوق سے۔ پادری صاحب نے پوچھا کہ عقل اسکو تسلیم نہیں کرتی
کہ حضرت محمد صاحب معراج کیلئے آسمان پر کیسے چڑھ گئے؟ مولینا شاہ صاحب نے فرمایا کہ
جس سیڑھی کے ذریعہ حضرت مسیح صاحب آسمان پر چڑھے تھے اور
خداوند کے داہنے ہاتھ جا بیٹھے تھے وہی سیڑھی لگی ہوئی تھی۔ اسی کے راستے
ہمارے حضرت صاحب بھی چڑھ گئے۔ شاہ صاحب کا یہ جواب سنکر پادری صاحب خاموش
ہو گئے۔ ذرا دیر کے بعد بولے کہ اچھا شاہ صاحب اسکو تو جانے دیجئے۔ مگر یہ فرمائیں
کہ حضرت محمد صاحب کو آپ شفیع مانتے ہیں۔ مگر انہوں نے اللہ میاں کے دربار میں
اپنے نواسوں کی شفاعت کرکے انکو قتل ہونے سے کیوں نہ بچایا۔ شاہ صاحب نے جواب دیا آپ
بجا فرماتے ہیں۔ ہمارے حضرت صاحب اللہ میاں کے پاس اپنے نواسوں کی
شفاعت لیکر گئے تو تھے۔ مگر اللہ میاں نے جواب دیا کہ میاں! تمہارے نواسوں کی شفاعت کرنے
آئے ہو مگر ان یہودیوں نے میرے اکلوتے بیٹے کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ اور وہ بھی ایک ناحق
پر۔ تم بیچارے تو کیا ہو مگر انہوں نے ذرا رحم نہ کیا جب میں اپنے اکلوتے بیٹے کو
نہ بچا سکا تو تمہارے نواسوں کو کیا بچاؤں۔ چنانچہ ہمارے حضرت صاحب اللہ میاں کے
دربار سے واپس لوٹ آئے۔ شاہ صاحب کا یہ جواب سنکر پادری صاحب لاجواب ہو گئے
تو جناب انور علی صاحب! پادریوں یا عیسائیوں کے طعن و تشنیع کو تو آپ جانے دیجئے۔ انکا
جواب تو بڑا آسان ہے۔ ہاں یہ فرمائیے کہ مسیح کے زندہ ماننے میں آپکو کیا عذر ہے؟

انور علی۔ حافظ صاحب آپکے بھی فرمانے مگر ذرا آپ اتنا تو سوچیں کہ دنیا میں کوئی شخص

والا دال فرمائینگے۔ یا وہ قیامت کے نزدیک آسمان سے نازل ہوکر دین اسلام کی تکمیل کرینگے۔ اسلام کی تکمیل رب العزۃ نے کر دی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے:۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ ع۱) آج ہم تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر چکے اور ہم نے اپنی اس نعمت کو تمہارے حق میں پورا کر دیا۔ اور تمہارے لئے اسی دین اسلام کو پسند کیا۔ نہ صرف یہی بلکہ رب العزت نے ہمارے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے بارہ میں بھی فرما دیا ہے کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ (الاحزاب ع۵) محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ خدا کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نہ کسی نبی کی ضرورت ہے نہ مسیح کی۔ اسلئے کہ رب العزۃ نے اپنا کامل و مکمل کلام جو اپنے بندوں کو دینا تھا وہ قرآن مجید کی شکل میں دیا جا چکا۔ اور رب العزۃ نے اسکی تصدیق کر دی۔ کہ قرآن ہی مکمل و مفصل کتاب اور اسلام ہی مکمل و کامل دین ہے۔ جو لوگ مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں۔ وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے منکر بن رہے ہیں ایک گمراہ عقیدہ کے مانتے ہیں۔ اور انکا مسیح ناصری کی آمد ثانی کے متعلق غلط اعتقاد مسلمانوں میں سخت فتنہ و فساد کا باعث ہوا ہے۔ اسی غلط عقیدہ کی آڑ میں گذشتہ تیرہ سو سال کے اندر درجنوں لوگ مسیح موعود بنکر لاکھوں سادہ لوح مسلمانوں کو فرقہ بندیوں میں پھنسانے اور مسلمانوں میں فتنہ و شر کا بازار گرم کرنیکا باعث ہوئے۔ اور ابتک بھی ہو رہے ہیں۔ مگر مسلمان ابھی بھی مسیح ناصری کی آمد ثانی کے غلط عقیدہ کو ترک نہیں کرتے حالانکہ قرآن پاک میں اسکا کہیں اشارہ تک بھی نہیں ہے۔ خدا ہمیں اس سے بچائے۔ اور مسلمانوں کو اس غلط عقیدہ سے نجات دے +

اعرابی۔ آمین۔ حضرت جی میں آپکا نہایت ممنون و مشکور ہوں۔ کہ آپنے مسیح علیہ السلام کی حیات و موت کا مسئلہ میرے لئے بوجہ احسن حل کر دیا۔ اور میرے شکوک کا ازالہ فرما دیا۔ اگر اجازت ہو تو میں آپ سے اب ایک دو ضروری مسائل اور دریافت کرلوں +

مسلم۔ بخوشی جو جی چاہے پوچھو۔

اعرابی۔ بہت بہتر +

ریویوز

۱۔ **الفیض** — یہ ماہواری رسالہ زیر ادارت مولینا نور احمد صاحب و مولینا محمد سلیمان صاحب بی اے امرتسر سے شایع ہوتا ہے۔ اسکے مضامین بہت اعلیٰ پایہ کے ہوتے ہیں دسمبر کے پرچہ میں اسلام کی صداقت کے عنوان سے ایک بہت عمدہ مضمون شایع ہوا ہے۔ نبوت کے ۳۳ دعویداروں کا سلسلہ بھی عمدہ تواریخی مضمون ہے۔ لکھائی چھپائی بھی بہت عمدہ ہوتی ہے۔ الفیض اس بات کا مستحق ہے۔ کہ اعلیٰ درجہ کا تعلیمیافتہ طبقہ اسکی طرف متوجہ ہو۔ سالانہ قیمت تین روپیہ۔

۲۔ **القریش** — یہ رسالہ امرتسر سے زیر ادارت مولینا محمد علی صاحب ماہوار شایع ہوتا ہے۔ گو یہ قریش کا برادریکا پرچہ ہے۔ مگر اس میں عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے متعلق بھی اچھے اچھے مضامین نکلتے رہتے ہیں۔ القریش کو شکایت ہے کہ برادری نے اسکی کما حقہ سرپرستی نہیں کی ایڈیٹر حنیف ان خرافات برادریوں کا خیال نہیں ہے۔ وہ القریش کو بھی یہی مشورہ دیگا۔ کہ وہ برادری کے جھگڑوں کو ترک کرکے وسیع معنوں میں خدمت اسلام کریں۔ قیمت فی پرچہ ۴ر

۳۔ **تذکرۃ الانصار** — مولینا محمد شمس الحق صاحب نے اس کتاب میں پارچہ بافی اور پارچہ بافوں کے متعلق عمدہ معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ انکا خیال ہے کہ وہ قوم جسکو جولاہا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ چونکہ اسکا تعلق ابوایوب انصاری سے ہے۔ اسلئے اس قوم کا نام انصاری ہے۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ جس قدر نام اس قوم کے مشہور ہیں۔ اس قدر شاید ہی کسی دوسری قوم کے ہوں۔ مومن۔ نورباف۔ سفید باف۔ جولاہا۔ بافندہ۔ نساج۔ تنتوایہ وغیرہ۔ فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنیٰ۔ چونکہ یہ قوم روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہے۔ اسلئے ہر ایک آب ہوا میں اسکے نام بھی الگ الگ ہیں۔ مگر اسکا کام سب جگہ وہی ہے یعنے انسانوں کو دھوتی لنگوٹی دینا۔ اور انکا ننگ ڈھانپنا۔ تذکرۃ الانصار کی قیمت ۱۲ر ملنے کا پتہ جمعیت الانصار علی گڈھ۔

۴۔ **مقدس رسول** — یہ کتاب مولینا ثناء اللہ صاحب امرتسری کی تصنیف ہے۔ جو آریوں کی کتاب رنگیلا رسول کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ رنگیلا رسول نامی کتاب میری نظر سے نہیں گذری مگر مولینا نے اپنی کتاب میں آریوں کی نامبردہ کتاب میں سے جو اقتباسات دئے ہیں انسے معلوم ہوتا ہے کہ رنگیلا رسول کی بنیاد ہی شرانگیز کتاب تھی۔ مولینا ممدوح نے بہت متانت اور سنجیدگی سے مسکت جواب دیا ہے۔ اور الزامی جواب سے اجتناب کیا ہے۔ لکھائی چھپائی۔ کاغذ نہایت عمدہ۔ قیمت ۸ر ملنے کا پتہ اہلحدیث امرتسر

رسالہ "حنیف" لدھیانہ

زیر ادارت غازی محمود دھرمپال بی۔ اے

ہر ماہ ایک سو صفحہ کی نہایت دلچسپ اور مفید کتاب کی شکل میں لودیانہ سے شایع ہوتا ہے۔ سالانہ قیمت چھ روپیہ ششماہی ساڑھے تین روپیہ۔ فی پرچہ بارہ آنے

سوامی دیانند کا اصلی ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس سنہ ۱۸۷۵ء

(اردو کا نیا اڈیشن)

سوامی دیانند کا اصلی ستیارتھ پرکاش جو سب سے پہلی مرتبہ سنہ ۱۸۷۵ء میں بنارس میں طبع ہوا تھا۔ ایک بے نظیر کتاب ہے۔ ہندی علم ادب کے علاوہ مذہبی تحقیقات میں نادر اضافہ ہے۔ ہندو مسلم اتحاد کا بہترین نمونہ ہے۔ گوشتخوری گائے بھیڑ بکری۔ وغیرہ کی قربانی کے حق میں براہین قاطع کا قابل دید مجموعہ ہے۔ بت پرستی چھوت چھات اور ذات پات کے برخلاف بے خطا حربہ ہے۔ سوامی دیانند نے اس بے نظیر کتاب میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جنگ مہابھارت سے قبل ہندوستان کے راج درباروں میں عربی زبان مروج تھی۔ خوبی کی بات یہ ہے کہ اسمیں عیسائیوں مسلمانوں کے برخلاف کوئی بات نہیں ہے۔ چونکہ یہ کتاب سنسکرت نما ہندی میں تھی۔ اسلئے اسکو اردو کا جامہ پہناتے ہوئے سنسکرت کے جملہ الفاظ کی ایک مبسوط لغات ساتھ دیدی گئی ہے اور کتاب مجلد کر دی گئی ہے۔ قیمت فی جلد مجلد تین روپے مع محصول ڈاک

شمشیر برہنہ یہ کتاب ایڈیٹر حنیف کی تین کتابوں کا مجموعہ ہے یعنے کتاب الاعتذار، خنجر بید اور سوانحعمری سوامی دیانند۔ کتاب الاعتذار میں ارتداد کے مختلف پہلوؤں پر نہایت دلچسپ بحث کیگئی ہے۔ خنجر بید اوپنیشدوں کی دنیا کے بعض بیقرار فرقوں کی سوانحعمریوں کا مجموعہ ہے۔ سوانحعمری سوامی دیانند اپنی قسم کی بہترین کتاب ہے جسمیں سوامی دیانند کی ان فتوحات کا [illegible] بت پرستی کے خلاف حاصل ہوئیں۔ نہایت دلچسپ اور مفید کتاب ہے۔ مندرجہ بالا تینوں کتب مجلد و مطبوعہ کا نام شمشیر برہنہ ہے ضخامت چار سو صفحہ قیمت تین روپے مع محصول ڈاک

یجر وید کا مکمل اردو ترجمہ سوامی دیانند نے یجر وید کا جو ترجمہ کیا تھا اسکو ایڈیٹر حنیف نے نہایت سلیس اردو میں شایع کیا ہے۔ ویدوں کی جو تعلیم سوامی دیانند نے پیش کی ہے اس سے کماحقہ واقف ہونے کیلئے سوامی دیانند کے ترجمہ کا مطالعہ کرنا ازبس مفید ہے۔ قیمت ۱۲

مذکورہ بالا کتب ملنے کا پتہ: **مینیجر حنیف حلقہ ۱۱ لدھیانہ۔ پنجاب**